حیاتِ حسن بصری

نام ونسب: آپ کا اسم گرامی حسن، کنیت ابو سعید ہے۔ والد محترم کا نام یسار اور والدہ ماجدہ کا نام خیرہ ہے۔ جہاں تک آپ کے نسب کا تعلق ہے، تو اس بارے میں تاریخ میں کوئی خاص تفصیل نہیں۔ ہاں اتنا اجمالی طور پر مذکور ہے کہ آپ کے والد ماجد مَیسان[1] کے قیدیوں میں تھے، پھر حضرت زید بن ثابت کے غلام بن گئے[2]۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی قیدیوں میں سے تھی، پھر وہ آنحضرت ﷺ کی زوجہ مبارکہ اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ کی باندی بن گئی[3]۔ جب خیرہ کو اس کے آقا نے آزاد کیا، تو یَسار نے اُس سے شادی کر لی[4]۔

ولادتِ با سعادت: حضرت امام حسن بصری امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب کے عہدِ خلافت میں ۲۱ھ میں پیدا ہوئے[5]۔ زمانے میں پیدا ہونے کا شرف حاصل ہوا، جو سب سے پاکیزہ زمین تھی اور سب سے شاندار زمانہ تھا۔

---

[1] مَیْسان: میم کے فتحے اور یا کے سکون کے ساتھ بصرہ کے ایک علاقے کا نام ہے۔ ابو عبداللہ بکری، مُعجَمُ ما اسْتُعْجِم، ج: ۴، ص: ۱۲۸۳

[2] ایک قول یہ ہے کہ آپ جمیل بن قطبہ کے غلام تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے آپ انصار کی ایک عورت کے غلام تھے۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ج: ۷، ص: ۱۵۶

[3] ایضا، ج: ۴، ص: ۱۵۶/۱۵۷

[4] ایضاً

[5] ایضاً

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احسان بھی کیا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے پاک ماحول میں آپ کی پرورش فرمائی۔ آپ مدینہ منورہ کے ستھرے مکانات اور پاکیزہ معاشرے میں پلے بڑھے۔ وہ مدینہ جو وحی الٰہی کے نزول کا مرکز اور دارِ ہجرت تھا، انوارات الٰہی کے فیضان کی جگہ اور قرآن وسنت کے تعلیم کی درسگاہ تھا، زہد وپاکدامنی کا گود اور اولیا ومقربین کی رہائشگاہ تھا۔

خاندان: آپ کا خاندان آپ کے والد، والدہ اور بھائی پر مشتمل تھا[1]۔ والد محترم وادیٔ قُریٰ میں کھیتی باڑی کرتے تھے[2]۔ والدہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھیں۔ آپ کے بھائی سعید بن ابی الحسن آپ سے عمر میں چھوٹے تھے[3]۔ امام حسن بصری کی اولاد میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں میں سے ایک کا نام سعید تھا اور آپ کی کنیت انھی کے نام سے ہے۔ دوسرے بیٹے کا نام عبداللہ تھا[4]۔ بیٹیوں میں سے ایک شادی شدہ تھی، جبکہ دوسری بچپن ہی میں وفات پا گئی۔

علمی تربیت، مدینہ میں آپ کا ماحول:

حضرت امام حسن بصری کی خوش قسمتی یہ تھی کہ آپ کی والدہ محترمہ خَیرہ حضرت ام المومنین اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھی۔ اس سے آپ کو یہ سنہرا موقع ملا کہ آپ

---

[1] الطبقات, ابن سعد، ج ۴، ص ۱۵۶/۱۵۷

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] ایضاً

امت محمدیہ کے بڑے بڑے زاہدوں اور عالموں کے سامنے شاگردی کے لیے گھٹنے ٹیک دیں، یعنی اصحاب رسول اللہ ﷺ اور ان کے شاگردوں کے سامنے۔

حضرت ام سلمہ کا آپ کو دودھ پلانا: بعض حضرات کا بیان ہے کہ کئی بار ایسا ہوا کہ والدہ کی غیر موجودگی میں آپ رونے لگے، تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آتی اور آپ کو اپنا دودھ پلاتی۔ اس سے وہ آپ کو بہلاتی۔ پھر آپ کی اپنی والدہ آتی اور وہ دودھ پلاتی۔اس لیے لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کی فصاحت و بلاعنت اس کی برکت سے ہے[1]۔

آپ کے حق میں حضرت عمر کی دعا: جب آپ چھوٹے تھے تو کبھی کبھار حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس باہر لے کر جاتیں[2]۔ایک دن وہ آپ کو حضرت عمر بن خطاب کے پاس لے گئیں۔ انھوں نے آپ کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا: 'اے اللہ ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال'[3]۔

آپ کی تربیت کے بارے میں ام المومنین کی توجہ ،اسی طرح ان کا آپ کو قرآن وسنت کا علم سیکھنے کی ترغیب نے آپ کی شخصیت کو سنوارنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ آنحضرت ﷺ کی زوجات مبارکہ کے گھر علم وہدایت کے کان تھے اور صحابہ وتابعین کے لیے مراکز تھے۔ وہ آپ سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ ان گھروں کے پڑوس میں ایسے عظیم لوگوں کا ماحول تھا، جن کی موجودگی میں اللہ نے قرآن اتارا۔یہی وجہ تھی کہ حضرت امام ایسی حالت میں پل کر

---

[1] ابن سعد،الطبقات، ج: ۴، ص ۱۵۶/۱۵۷، حافظ ذہبی، سِیَر أعلام النبلاء، ج ۴، ص: ۵۶۴

[2] سير أعلام النبلاء، ج: ۴، ص: ۵۶۴

[3] ایضاً، ج: ۴، ص: ۵۶۵

جوان ہوئے کہ آپ فصیح وبلیغ، زاہد ومتواضع، مضبوط ایمان والے اور گہری سوچ وفکر کے حامل تھے۔آپ نے حضرت عثمان بن عفان کے دورِ حکومت میں قرآن حفظ کرلیا تھا[1]۔

اکابر صحابہ کرام سے استفادہ: آپ نے حضرت عثمان کے خطبے سنے [2]اور تقریبًا اصحاب رسول ﷺ میں ۳۰۰ عام اور ۷۰ بدری صحابہ کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں [3]۔

آپ قرآن وسنت کے ایک طالبِ علم کی حیثیت سے اُن کے پاس رہے۔ان کی خوشبودار سیرت اور اعلاے کلمتہ اللہ کی راہ میں اُن کی پاکیزہ محنتوں کا مشاہدہ کیا۔قرآن کو سیکھنے، سکھانے اور احادیث کو یاد کرنے اور دوسروں تک پہنچانے میں ان کے شوق ورغبت کو دیکھا۔انھی خصوصیات کی وجہ سے،جو آپ کی تفسیری روایات کے ذیل میں پائے جاتے ہیں،ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ایک درست منہج، ٹھوس فکر، جداگانہ اسلوب اور پختہ تعبیر کے حامل ہیں۔

بچپن وجوانی کی کہانی،خود آپ کی زبانی

حسن بصری نے اپنے بچپن اور اپنی جوانی کے ابتدائی سال مدینۃ الرسول ﷺ میں گزارے۔ مدینہ منورہ میں آپ جس ماحول میں رہے اُس کی کہانی اپنی خود بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] امام بخاری،التاریخ الکبیر،ج: ۲،ص: ۲۸۹

[2] ابن سعد،الطبقات،ج: ۷،ص: ۱۵۷،سیر أعلام النبلاء،ج: ۴،ص: ۵۶۴

[3] تفسیر الحسن البصري،اثر نمبر: ۱۷۸۶

"میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت میں آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں داخل ہوتا تھا۔ ان گھروں کی چھتیں اس قدر نیچی ہوتی تھیں کہ میں ان کو اپنے ہاتھوں سے چھو سکتا تھا"[1]۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیبیوں کی چادروں کی قیمت ۶ درہم یا اس کے قریب ہوتی تھی[2]۔

حضرت عثمان کا زہد و تواضع: فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو مسجد میں آرام فرماتے دیکھا، یہاں تک کہ موذن آیا تو آپ اٹھے۔ میں نے کنکریوں کے نشانات دیکھے جو آپ کے پہلووں پر تھے[3]۔

پھر ذکر کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو مسجد میں آرام فرماتے دیکھا، جبکہ آپ کی چادر آپ کے سرہانے تھی۔ اس دوران کوئی عام آدمی آتا، تو وہ آپ کے ساتھ اسی طرح گھل مل کر بیٹھتا گویا وہ آپ کا کوئی قریبی ہے[4]۔

حضرت عثمان کا خطبہ: روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عثمان نے خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: 'اے لوگو! اللہ سے ڈرو، کیونکہ اللہ کا خوف بہت بڑی غنیمت ہے اور لوگوں میں سب سے ہوشیار وہ ہے جو اپنے آپ کو پہچانے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لیے تیاری کرے، اور قبر کے اندھیرے کے لیے اللہ تعالیٰ کے نور سے روشنی حاصل

---

[1] امام بخاری، الأدب المفرد، ص: ۹۶، رقم: ۴۵۰

[2] امام ابن ابی شیبہ، المصنف، ج: ۱۳، ص: ۲۴۰

[3] سير أعلام النبلاء، ج: ۴، ص: ۵۶۸

[4] البلاذری، أنساب الاشراف، ج: ۵، ص: ۴

کرے۔اور بندے کو اس سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ دنیا میں باوجود بینا ہونے کے قیامت کے دن وہ اندھا اٹھایا جائے اور کبھی دانا آدمی بھی مختصر جملے کہتا ہے اور کبھی بہرے آدمی کو بھی دور سے پکارا جاتا ہے۔ اور خوب جان لو! کہ جو بندہ اللہ کا ہوا، وہ کسی چیز سے نہیں ڈرے گا، لیکن جس سے اللہ ناراض ہوا، وہ اس کے بعد کس کی رضامندی کی توقع رکھتا ہے'[1]۔

حضرت عثمان اور تلاوت قرآن

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کہتے تھے: اگر ہمارے دل پاک ہو جائیں تو ہم کبھی کلام الٰہی سے سیر نہ ہوں۔ اور مجھے بہت ہی ناگوار گزرتا ہے کہ مجھ پر کوئی ایسا دن گزرے، جس میں میں قرآن کریم کی تلاوت نہ کرسکوں۔

حضرت عثمان کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ کثرتِ تلاوت سے آپ کے مصحف کے اوراق ضعیف ہوگئے تھے[2]۔

۳۔ مدینہ میں پہلی بغاوت کا منظر

حضرت عثمان کے خلاف مدینہ میں پہلی بغاوت اور شورش کے منظر کو بیان کرتے ہوئے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں:

---

[1] حافظ ابن کثیر، البدایة و النھایة، ج: ۷، ص: ۲۱۶/۲۱۵

[2] ایضاً

"حضرت عثمان بن عفان جمعے کے دن نکلے، تو ایک شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا اور کہنے لگا: میں آپ سے کتاب اللہ کے بارے میں بازپُرس کرنا چاہتاہوں ؟آپ نے جواب میں فرمایا: 'کمبخت! کیا تمھارے پاس کتاب اللہ نہیں؟[1] پھر ایک دوسرا شخص آیا توآپ نے اس کو روکا۔ پھر اور لوگ آئے یہاں تک کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔ پھر وہ ایک دوسرے کو سنگریزے مارنے لگے، حتیٰ کہ [سنگ باری کی کثرت سے] مجھے آسمان تک نظر نہیں آرہاتھا"[2]۔

شہادتِ حضرت عثمان

دوسرے لوگوں کی طرح امام حسن بصری کو بھی اس دردناک حادثے سے بے انتہا دُکھ پہنچا۔یہ عظیم آفت ۳۵ھمیں حضرت عثمان بن عفان کی شہادت تھی۔اس وقت حضرت حسن بصری کی عمر ۱۴سال تھی[3]۔

---

[1] دراصل حضرت عثمان نے حکم دیا تھا کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہاکے پاس موجود مصحف سے نقل کرکے دوسرے مصاحف تیار کیے جائیں۔آپ نے یہ مصاحف مختلف شہروں میں بھیج دیے اور باقی مصاحف کے جلانے کاحکم دیا۔ فتنہ پردازوں اور باغیوں نے اس کی وجہ سے آپ پر تنقید شروع کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب اس صورتحال کو دیکھا تو فرمایا: خبردار! حضرت عثمان کی شان میں گستاخی سے بچو۔آپ نے مصاحف کو صحابہ کی ایک بڑی جماعت کے سامنے جلایااور اُن سب کی تائید آپ کو حاصل تھی۔ البداية والنهاية،ج:۷،ص:۲۱۷

[2] ذہبی،تاريخ الإسلام،ج:۲،ص:۱۲۹

[3] امام بخاری،التاريخ الكبير،ج:۴،ص:۲۸۹

آپ اس واقعے کو روایت کرکے فرماتے ہیں: 'جب حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا گیا، تو چند لوگوں نے کہا: اگر آپ ام المومنین کے پاس کسی کو بھیج دیں اور وہ آجائیں تو شاید یہ لوگ رُک جائیں۔ کچھ لوگوں نے ام المومنین حضرت ام حبیبہ تک یہ پیغام پہنچایا۔ وہ ایک پالکی میں بھورے رنگ کے خچر پر سوار ہو کر آئیں۔ فتنہ پردازوں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے جواب میں کہا: ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا۔ باغیوں نے کہا: بخدا! وہ یہاں نہیں آسکتیں، اور اُن کو واپس لوٹا دیا[1]۔

حضرت عثمان کی پیش گوئی: امام حسن بصری کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے فرمایا تھا: 'اگر یہ باغی مجھے قتل کردیں، تو وہ کبھی بھی مل کر اپنے دشمن کو قتل نہ کرسکیں گے، نہ کبھی مال غنیمت کو تقسیم کرسکیں گے اور نہ ہی ہمیشہ کے لیے ایک ساتھ نماز پڑھ سکیں گے[2]۔

عہد عثمانی کی برکات و ثمرات: آپ فرماتے ہیں: اسی حضرت عثمان کو میں نے دیکھا جس کو لوگ ملامت کیا کرتے تھے کہ لوگوں پر بہت کم ہی کوئی ایسا دن آتا، جس میں اُن کے درمیان مال تقسیم نہیں کیا جاتا تھا۔ اُن کو اعلان کیا جاتا: اے مسلمانوں کی جماعت! آؤ اور اپنے اپنے عطیے لیتے جاؤ۔ وہ آکر خوب وافر مقدار میں عطیے وصول کرتے۔ پھر دوبارہ اعلان ہوتا: آؤ اپنے حصے کا سامان لیتے جاؤ۔ وہ آتے اور خوب جھولیاں بھر بھر کے لے جاتے۔ پھر تیسری دفعہ اعلان کیا جاتا: آؤ اور گھی و شہد ساتھ لیتے جاؤ! پس اسی طرح عطیے جاری رہتے۔ رزق کی فراوانی تھی، دشمن کا کوئی خوف نہ تھا، آپس میں اچھا میل جول تھا، مال و دولت کی کثرت

---

[1] الجاحظ، كتاب القول في البغال، ص: ۲۳، سير أعلام النبلاء، ج: ۴، ص: ۵۶۹

[2] الذہبی، تاريخ الإسلام، ج: ۲، ص: ۱۳۰/۱۳۱، روی عنہ سہل السراج

وفراوانی تھی، کسی مسلمان کو دوسرے مسلمان سے کوئی ڈر نہ تھا اور جو بھی اس سے ملتا وہ اس کا بھائی ہوتا۔ آپ نے اپنی محبت و شفقت اور خیر خواہی سے مسلمانوں سے یہ عہد لیا تھا کہ عنقریب خود غرضی جنم لے گی، لیکن جب وہ پیدا ہو تو پھر آپ صبر کریں۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں: جس وقت وہ [خود غرضی] ظاہر ہوئی اور لوگوں نے اُسے دیکھا، اگر اس وقت وہ صبر کرتے، تو عطیات، ساز و سامان اور ڈھیر سارا مال جو ان کو مل رہا تھا، وہ سب اُن کے لیے کافی ہو جاتا۔ لیکن انھوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم اس پر صبر نہیں کریں گے۔ خدا تعالیٰ کی قسم! اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ تو انھوں نے مزید کچھ حاصل کیا اور نہ وہ محفوظ رہے۔ دوسری بات یہ کہ اہلِ اسلام تلوار کی زد سے محفوظ تھے، لیکن انھوں نے خود ہی اسے اپنے اوپر سونت لیا۔ پس خدا کی قسم! اب وہ قیامت تک کے لیے سونتی رہے گی[1]۔

شہید مظلوم کا ذکر کرتے ہوئے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: آپ نے ۱۲ سال حکومت کی، لیکن اس دوران لوگ اُن کی امارت میں سے کسی چیز کو بھی بُرا نہیں سمجھتے تھے[2]۔

جنگِ جمل کا المناک واقعہ: اس المناک واقعے کے بعد ایک دوسرا دردناک حادثہ پیش آیا۔ یہ ۳۶ھ کا واقعۂ جنگ جمل ہے، جس میں دس ہزار سے زیادہ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ امام حسن بصری اس واقعے کی تفصیلات حضرت قیس بن عبادہ سے نقل کرکے فرماتے ہیں:

---

[1] ابن کثیر، البداية والنهاية، ج: ۷، ص: ۲۱۴

[2] الذہبی، تاريخ الإسلام، ج: ۲، ص: ۱۴۵/۱۴۶

"میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جنگ جمل کے دن یہ کہتے ہوئے سنا: 'اے اللہ! میں خونِ عثمان سے براءت کا اعلان کرتا ہوں۔ میرے تو ہوش اڑ گئے تھے، جس دن حضرت عثمان کو شہید کیا گیا تھا۔ میں نے اسے دل سے بُرا جانا۔ لوگ میرے پاس اسی حالت میں بیعتِ خلافت کے لیے آئے۔ میں نے جواب میں کہا: قسم خدا کی! مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ میں ایسی قوم سے بیعت لوں، جنھوں نے ایک ایسی شخصیت کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگا، جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا: مجھے اس شخص [حضرت عثمان] سے حیا آتی ہے جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں، اور میں اس بات سے شرماتا ہوں کہ میں لوگوں سے بیعت لوں، جبکہ حضرت عثمان زمین پر اس حالت میں پڑے ہوں کہ اُن کی تدفین تک نہ کی گئی ہو"[1]۔

جنگِ جمل میں شرکت پر حضرت علی کا افسوس: آپ حضرت قیس بن عبادہ سے مزید روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضرت علی نے جنگِ جمل کے دن ارشاد فرمایا: 'اے حسن![2] کاش آپ کے والد ۲۰ سال پہلے وفات پاچکے ہوتے'۔ حضرت حسن نے جواباً کہا: 'اباجان! میں تو آپ کو اس سے منع کر رہا تھا'۔ حضرت علی نے فرمایا: 'بیٹے میرے خیال میں بھی نہ تھا کہ معاملہ اس حد تک پہنچ جائے گا'[3]۔

---

1 البدایۃ والنہایۃ، ج: ۷، ص: ۱۹۳

2 مراد الحسن بن علی ہیں۔

3 ایضا، ج: ۷، ص: ۲۴۱

حضرت حسن حضرت قیس بن عبادہ سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا: آپ اپنے اس سفر [یعنی مدینہ منورہ سے کوفہ کی طرفکے بارے میں ہمیں بتلادیجیے۔ کیا اس بارے میں آنحضرت نے آپ سے کوئی وعدہ کیا تھا یا آپ اپنی رائے سے ایسا کررہے ہیں؟ انھوں نے جواب میں کہا: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے کوئی [خفیہ] وعدہ نہیں کیا۔ یہ تو میری ذاتی رائے ہے[1]۔

حضرت حسن بصری یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علی مدینہ کی خراب کھجوریں کھا کر بھی وہاں رہتے، تو یہ اُن کے لیے اس سے بہتر تھا جو انھوں نے کیا[2]۔

جنگ صفین کا واقعہ: پھر اس معرکے کے بعد تیسرا معرکہ پیش آیا۔ یہ ۳۷ھ میں حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان جنگ صفین کا واقعہ ہے۔ ۳۵ھ سے ۱۰اھ تک کے ماہ وسال جنگوں اور انقلابات کی حیثیت سے ممتاز رہے؛ کیونکہ جنگِ صِفّین میں حَکَم [3] بنانے کے موقف کے بعد خوارج اور حَروریوں کے فتنے نے سر اٹھایا اور پھر فتنہ خوارج کے کوکھ سے بہت سارے دیگر فتنے اور انقلابات پیدا ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور خوارج کا مناظرہ: امام حسن بصری نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور خوارج کے درمیان ہونے والے مناظرے کو بھی نقل کیا ہے، جس میں عبداللہ

[1] سنن أبي داود، ج: ۵، ص: ۵۰، رقم حدیث: ۴٦٦٦

[2] الجاحظ، البيان والتبيين، ج: ۲، ص: ۱۰۹

[3] جب عبداللہ بن بکواء نے امیر المومنین حضرت علی کے خلاف بغاوت کی اور پھر اوروں نے بھی اس کا اتباع کیا۔

بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو حق کی طرف دعوت دی اور وہ باطل پر جمے رہے۔ اس سلسلے میں آپ فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خوارج کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلایا، تو انھوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس دیں، کپڑے سمیٹے، اور گمراہی پر اصرار کیا اور بڑے تکبر و غرور سے کام لیا[1]۔ پس حضرت علی اُن سے لڑنے گئے یہاں تک کہ ان کو پیس ڈالا[2]۔

شہادتِ حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ کی صلح: ۴۰ھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کا حسرت انگیز واقعہ پیش آیا، جس سے مسلمانوں کے دل ودماغ دہل گئے۔ اس وقت حسن بصری کی عمر ۱۸ سال تھی۔ پھر حضرت حسن بن علی نے حضرت امیر معاویہ سے صلح کی۔ حضرت حسن بصری نے اس صلح کا قصہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: "اللہ کی قسم! حضرت حسن نے پہاڑ کی طرح ڈٹ کر حضرت امیر معاویہ کا سامنا کیا۔ یہ دیکھکر حضرت عمرو بن عاص نے کہا: میں تو لشکروں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ پسپا نہیں ہوں گی،

جب تک ہر ایک اپنے مدِّ مقابل کو نیست و نابود نہ کردے۔ حضرت امیر معاویہ ۔اور بخدا وہ ان دونوں میں بہتر آدمی تھے۔ نے کہا: اگر یہ لوگ ان کو قتل کریں اور وہ ان کو، تو پھر کون ہوگا جو میرے لیے لوگوں کے معاملات سنبھالے گا؟ کون ہوگا جو کمزوروں اور عورتوں کے مسائل نمٹائے گا؟ پھر آپ نے حضرت حسن کی طرف قریش سے بنی عبد شمس کے دو بندے

---

[1] سورۃ نوح، آیت: ۷

[2] مبرد، الكامل في اللغة و الأدب، ج: ۳، ص: ۱۱۶۲[موسسۃ الرسالۃ، ط/۱، ۱۴۰۶ھ۔]

عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو بھیجا اور اُن سے کہا: اس مردِ میدان[حضرت حسن بن علی]کے پاس جاؤ اور اُس کو صلح کی پیشکش کرو، اس بارے میں اُن سے بات کرو اور درخواست کرو۔ جب وہ گئے تو حضرت حسن بن علی نے اُن سے کہا: 'ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں۔ ہمیں دنیاوی مال ومتاع کی خاطر تکلیف دی گئی ہے، اور بے شک یہ اُمت خون ریزی کی وجہ سے سرگردان وپریشان ہے'۔ ان دونوں نے کہا: حضرت امیر معاویہ آپکو اس اس چیز کی پیشکش کرتے ہیں، اور آپ سے صلح کی درخواست کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس فلاں بات کا ذمہ دار کون ہوگا؟ انھوں نے کہا: ہم ہوں گے۔ پھر انھوں نے جو بھی ذمہ داریاں مانگیں، ان دونوں نے کہا: ہم اس کے ضامن ہیں۔ اس پر حضرت حسن نے امیر معاویہ سے صلح کیا"[1]

حضرت حسن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی: حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو بکرہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا، وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر تشریف فرما دیکھا، جبکہ آپ کے ایک طرف حضرت حسن بن علی بھی جلوہ فرما تھے۔ آپ نے ایک بار لوگوں کی طرف دیکھا اور ایک بار حضرت حسن کی طرف اشارہ

---

[1] البداية و النهاية، ج:۸، ص:۱۷

کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے اور ممکن ہے کہ اللہ تعالی اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرادے[1]۔

ان آثار واخبار سے مدینہ منورہ میں آپ کے اندرونی، سیاسی اور ثقافتی ماحول کا پتا چلتا ہے، اور اس کا بھی کہ آپ ان حالات سے کس حد تک متاثر ہوئے۔ علوم دینیہ میں آپ کی پختگی، مثالی زہد، انقلابات میں غیر جانبداری اور دوسری قیمتی صفات اسی مبارک ماحول کے اثرات ہیں۔

طبعی واخلاقی صفات

ڈاکٹر عمر یوسف نے اپنی کتاب کے مقدمے میں آپ کا نام ونسب اور ولادت ذکر کرنے کے بعد آپ کی طبعی واخلاقی صفات وکمالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

شکل وصورت: حضرت حسن بصری دراز قد و قامت کے تھے، چوڑی کلائیوں والے۔ آپ کی ایک کلائی کی چوڑائی بالشت برابر تھی۔ آپ بصرہ میں سب سے زیادہ حسین و جمیل لوگوں میں سے تھے[2]۔ یہاں تک کہ آپ اپنی سواری سے گر پڑے، جس کی وجہ سے آپ کی ناک میں کچھ فرق آیا۔ آپ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

---

[1] البداية والنهاية، ج: ۸، ص: ۱۹۔ اس حدیث کو امام بخاری نے بھی الفاظ کے معمولی ردوبدل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ فتح الباري، ج: ۱۳، ص: ۶۱، رقم: ۷۱۰۹۔ اسی طرح نے بھی روایت کیا ہے۔ سنن أبي داود، ج: ۵، ص: ۴۹، حدیث رقم: ۴۶۶۲، سنن الترمذي، رقم حدیث: ۳۷۷۵

[2] ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۴۰، حافظ ذہبی، تاريخ الإسلام، ج: ۴، ص: ۹۹، ابن عماد حنبلی، شذرات الذهبفي أخبارمن ذهب، ج: ۱، ص: ۱۳۷[المکتب التجاری للطباعة، بیروت]

بصرہ کی خوبصورت ترین شخصیت: ایک دفعہ حضرت عاصم احول نے بصرہ جانے کا ارادہ کیا تو امام شعبی سے کہا: 'بصرہ میں آپ کی کوئی ضرورت ہو تو بتا دیجیے گا!' حضرت شعبی نے کہا: 'جی ہاں! ایک ضرورت ہے۔جب آپ بصرہ چلے جائیں تو حسن بصری کو میرا سلام کہیے گا۔انھوں نے کہا: میں تو اُنھیں جانتا نہیں۔آپ نے کہا: جب آپ بصرے میں داخل ہو، تو جو بندہ آپ کو سب سے زیادہ خوبصورت لگے،اور جس کی ہیبت کو آپ اپنے سینے میں سب سے زیادہ محسوس کریں، ان کو میرا سلام کہیے۔اس واقعے کے راوی محمد بن فضیل کہتے ہیں: عاصم ابھی مسجد داخل ہوئے ہی تھے کہ آپ نے امام حسن بصری کو دیکھ کر پہچان لیا اور ان کے پاس آ کر ان کو سلام پہنچا دیا[1]۔

جمعہ کے دن غسل کا اہتمام: وہ سنتیں جن پر حسن بصری خود بھی ہمیشہ کاربندرہے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے رہے، ان میں سے ایک جمعہ کے دن غسل ہے، چاہے موسم سرد ہو، بارش برس رہی ہو، زمین کیچڑ آلود ہو۔اسی طرح آپ وتر کی نماز کو بھی موخر کر کے عین لیٹنے کے وقت پڑتے تھے؛ تاکہ وہ آپ کے یومیہ عمل کا حسن اختتام ہو۔علاوہ ازیں آپ ہر ماہ تین روزے بھی ضرور رکھتے تھے[2]۔

ذہانت و بیدار مغزی: آپ نے دو حج کیے: ایک اپنی عمر کے ابتدائی دور میں اور دوسرا آخری دور میں۔آپ بہت ذہین و فطین، بیدار مغز اور حاضر جواب تھے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت

---

[1] ایضاً [معارف، تاریخ الاسلام]

[2] ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۶۰

انس بن مالک سے جب کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ فرماتے: 'آپ ہمارے آقا حسن کے پاس جائیں اور اُن سے پوچھیں'۔ لوگ کہتے: 'اے ابوحمزہ! ہم آپ کے پاس آکر پوچھتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ اُن سے پوچھیں؟' آپ جواب میں گویا ہوتے: 'ہم نے بھی احادیث کو سنا اور انھوں نے بھی، ان کو تو اپنا سُنا ہوا یاد رہا اور ہم بھول گئے'[1]۔

قیلولہ: آپ کی عادت یہ بھی تھی کہ آپ ظہر کو قیلولہ فرماتے تھے، تاکہ اس سے شب بیداری کے لیے قوت حاصل کرسکے۔ یہ حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی پر عمل تھا:

قیلوا فإن الشیطان لاتقیل [2]

قیلولہ کیا کرو، کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔

رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ سلوک: یہودی پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرتے اور اپنے بھائی حضرت سعید کے خاندان کی کفالت کرتے؛ کیونکہ وہ آپ سے پہلے وفات پاگئے تھے اور زندگی کے بوجھ اٹھانے میں اُن کے کام آتے[3]۔

---

[1] ایضاً، ج: ۷، ص: ۱٦۰

[2] ۲۔ علامہ سیوطی نے اس حدیث کو جامع صغیر میں امام طبرانی کے الاوسط کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ نیز ابو نعیم نے کتاب الطب میں بھی اس کو نقل کیا ہے اور اس حدیث کو حسن کا درجہ دیا ہے۔ البتہ فیض القدیر کے مصنف علامہ ہیثمی کے حوالے سے فرماتے ہیں: اس حدیث کو حسن کہنا صحیح نہیں، کیونکہ اس کی سند میں ابن مروان ہے جو جھوٹا ہے۔ المناوی ،فیض القدیر شرح الجامع الصغیر،ج: ۴، ص: ۴۳۱، رقم: ٦۱٦۸

[3] کتاب: ادعُإلیٰ سبیل ربك، ڈاکٹر مصلح بیومی، ص: ۹۲۲

لباس: آپ کپڑا خریدتے وقت سیاہ رنگ کے کپڑوں کو ترجیح دیتے تھے۔ زیادہ لمبے کپڑے نہیں بناتے؛ کیونکہ یہ زاہدوں کا طریقہ نہیں[1]۔آپ سرپر سیاہ عمامہ رکھتے جس کا پیچ پیچھے سے لٹکتا۔ لوگوں سے ملتے وقت آپ اُسے کبھی نہ اتارتے، نہ سردی اورنہ گرمی میں۔آپ قمیص زیبِ تن فرماتے اور زرد رنگ کی چھوٹی سی چادر۔ دورانِ نماز ہاتھ اپنے سعدی چادر میں ہاتھ رکھتے،اور کبھی کبھار بائیں جانب رکھتے۔آپ کو مسجد میں ہمیشہ اسی حالت میں دیکھا گیا کہ آپ کے اوپر باریک تاروں والاایک دوہرا کردیکُھنا ہوتا تھا[2]، داہیں ہاتھمیں ایکانگوٹھاہوتاجسپر کئیلکیریں ہوتیں[3]۔

غم: حضرت حسن بصری ہمیشہ غم میں ڈوبے رہتے اور بہت زیادہ روتے۔ابراہیم بن عیسیٰ یشکُری کہتے ہیں: میں نے حسن بصری سے زیادہ طویل غم کسی کا نہ دیکھا۔ میں نے جب اُن کی زیارت کی، تو انھیں اس حال میں پایا کہ جیسے ابھی ابھی ان کو کوئی بڑا حادثہ پیش آیا ہے[4]۔

وُسعتِ ظرفی اور مُروت: لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ بہت نرم دل، بامروّت، چشم پوشی کرنے والے اور ہر اُس شخص کے لیے کھلا سینہ رکھنے والے تھے جو حقیقت کی تلاش میں ہو، چاہے وہ جس فرقے ومذہب سے تعلق رکھتا ہو۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے حلقۂ درس میں عیسائی اور دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آتے، کیونکہ وہ دیکھتے کہ آپ ان کی بات کو پوری کشادہ دلی سے سنتے ہیں۔

---

[1] البیان و التبیین،ج:۱،ص: ۴۷۴
[2] الطبقات،ج: ۷، ص: ۱۶۱
[3] ایضاً،ج: ۷، ص: ۱۶۲
[4] صفة الصفوة،ج: ۳، ص: ۲۲۳،ابونعیم اصفہانی،حلیة الأولیاء،ج: ۲، ص: ۱۳۳

ایک عیسائی کے ساتھ اظہارِ تعزیت: ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ کی مجلس میں آنے والے اور وعظ کو سننے والے ایک عیسائی وفات پا گئے۔ امام حسن بصری ان کے بھائی سے تعزیت کرنے گئے اور اس سے کہا: 'اللہ تعالیٰ آپ کی تکلیف پر آپ کو ایسا بدلہ دے، جس طرح کا بدلہ اس جیسی مصیبت پر آپ کے کسی دوسرے ہم مذہب کو دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے موت میں برکت دے، اور اسے ہمارے لیے نظروں سے غائب بہتر چیز بنائے، جس کا ہم انتظار کرتے ہیں۔ اور آپ پر لازم ہے کہ جو تکلیف و مصیبت آئی ہے اس پر صبر کا دامن تھامے رکھیں۔

عیسی علیہ السلام کی طرح: یہ بھی روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک نصرانی اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حسن بصری کی مجلس سے گزر رہا تھا، تو اُس نے اپنے دوست سے کہا: 'ہمیں اس شخص کے پاس لے کر جایئے، جس کی علامات حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کی طرح ہیں'[1]۔

آپ اپنی چشم پوشی میں اس حد تک پہنچے تھے کہ جب کبھی کوئی چیز خریدتے اور اس کی قیمت میں کسر ہوتا، تو آپ اس کو اپنی طرف سے پورا کر دیتے۔ جب سامان کی قیمت ایک درہم سے کچھ کم ہوتی تو آپ پورا درہم دیتے، اگر قیمت ساڑھے نو درہم ہوتی تو آپ پورے دس درہم ادا کرتے[2]۔

شجاعت و بہادری

ڈاکٹر عمر آپ کی شجاعت و بہادری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] الحسن من عمالقة الفكر والزهدوالدعوة في الإسلام، ص: ۱۸۷/۱۸۸

[2] البداية والنهاية، ج: ۹، ص: ۲۶۹/۲۷۰

حضرت حسن بصری ایک بے باک حق گو تھے۔ایسے دلیر تھے کہ اپنی حق گوئی میں کسی مصیبت وتکلیف کاخوف ان کو نہ تھا۔ شخصی حکومتوں میں اس دلیری اور بہادری کی بڑی قدر وقیمت ہے، کیونکہ یہحکومتیں اپنے تصرُّفات وخواہشات کو عملی جامہ پہنانے میں بالکل آزاد ہوتی ہیں۔ فیصلے کے نفاذ میں سخت اور متشدد ہوتی ہیں، اپنے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں جلد باز اور ناعاقبت اندیش ہوتی ہیں۔

تاریخ نے امام حسن بصری کی شجاعت کے بہت سے واقعات کو محفوظ کیا ہے، جس سے اپنے زمانے کے علما میں ان کے بلند و بالا مقام کا پتا چلتا ہے۔ان میں سے ایک واقعہ کچھ یوں ہے:

حاکم عراق کے سامنے اظہار حق: ابن خلکان نے بیان کیاہے کہ یزید بن عبدالملک کے زمانے میں جب عمر بن ہُبیرہ فزاری کو عراق کا حاکم مقرر کیاگیا اور اس کے ساتھ خراسان بھی آپ کی تحویل میں دیاگیا، توآپ نے حضرت حسن بصری، امام محمد بن سیرین اور امام شعبی کو بلا بھیجا۔یہ ۱۰۳ھ کی بات ہے۔عمر بن ہُبیرہ نے اُن سے کہا: بے شک یزید اللہ کی طرف سے خلیفہ ہیں۔اللہ تعالی نے اُن کو اپنے بندوں پر خلیفہ مقرر کیاہے اور بندوں سے وعدہ لیاہے کہ وہ ان کی اطاعت کریں۔اور اس نے ہم سے یہ وعدہ لیاہے کہ ہم ان کی بات سنیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔آپ جانتے ہیں کہ اُس نے مجھے والی بنادیاہے۔اب وہ مجھے کوئی حکم لکھ کے بھیجتاہے، تو میں اس کی تعمیل کرتاہوں ، توآپ کا کیا خیال ہے مجھے ایسا کرنا چاہیے ؟امام ابنسیرین اور امام شعبی دونوں نے ایسی بات کی، جس میں مصلحت آمیزی تھی۔ابن ہُبیرہ نے کہا:اے حسن ! آپ کیافرماتے ہیں ؟آپ نے جواب میں کہا: اے ابن ہُبیرہ !یزید کے حکم کی تعمیل میں اللہ سے ڈرو، لیکن اللہ تعالیٰ کے معاملے میں یزید سے مت

ڈرو۔اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں یزید سے بچالے گا، لیکن یزید آپ کو اللہ تعالیٰ سے نہیں بچاسکتا، اور قریب ہے کہ وہ آپ کے پاس اپنا فرشتہ بھیج دے، جو تمھیں اس تختِ شاہی سے ہٹادے اور تمھیں اس محل کی وسعتوں سے نکال کر قبر کی تنگیوں تک پہنچادے۔ پھر آپ کو صرف آپ کا عمل بچاسکے گا۔ اے ابن ہبیرہ! اگر تو اللہ کی نافرمانی کرے گا، تو خوب یادرکھ، اللہ تعالیٰ نے بادشاہ اس لیے مقرر کیا ہے کہ وہ اس کے اور اس کے بندوں کی مدد کرے۔ اس لیے تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اُس کے بندوں کو بادشاہ کے لیے برباد نہکر؛ کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت واجب نہیں۔ ابن ہبیرہ نے ان سب کو انعام دیا لیکن حسن بصری کو دوگنا انعام دیا، اس پر امام شعبی نے علامہ ابن سیرین سے کہا:

سَفسَفنَا فسَفسَفَ لنا ہم نے سرسری بات کی، تو اس نے بھی ہمیں سرسری عطیہ دیا[1]۔

'امیر المومنین کے ساتھ بھی نہ ہونا': طبقات میں ابن سعد اپنی سند سے مسلم بن ابوذیال سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حسن بصری سے پوچھا، حالیکہ وہ اور شام کے کچھ لوگ یہ بات سن رہے تھے: اے ابوسعید! آپ یزید بن مہلب اور ابن الاشعث جیسے فتنوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ جواب میں بولے: 'تم نہ ان کے ساتھ ہونا نہ اُن کے'۔ یہ سن کر اہلِ شام میں سے ایک آدمی نے کہا: اور امیر المومنین کے ساتھ بھی نہیں اے ابوسعید؟ آپ اس پر بہت غصہ ہوئے، پھر ہاتھ کو حرکت دیتے ہوئے ہاتھ کے اشارے

---

[1] وفيات الأعيان، ج:۱، ص:۳۵۴، ابوالحسن علی ندوی، نحو وعي إسلامي: الحسن البصري، شذرات الذهب، ج:۱، ص:۱۳۷

سے کہنے لگے: اور امیر المومنین کے ساتھ بھی نہیں اے ابوسعید! پھر کہا: جی ہاں! امیر المومنین کے ساتھ بھی نہ ہونا[1]۔

اس سے یہ کھل کر سامنے آتا ہے کہ آپ بہت جری تھے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

بغاوت سے احتراز: حکمرانوں کے خلاف بغاوت وخروج کی طرف آپ کا میلان نہیں تھا۔ابن سعد ابن تیاح سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب ابن الاشعث نے پیش قدمی کی تو میں حضرت حسن بصری اور حضرت سعید بن ابی الحسن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت حسن بصری کو میں نے سنا کہ وہ حجاج کے خلاف بغاوت سے منع کرتے تھے اور اس سے روکتے تھے، جبکہ حضرت سعید بن ابوحسن اس پر لوگوں کو ابھارتے تھے۔ پھر حضرت سعید نے باتوں باتوں میں مجھ سے پوچھا: آپ کا اہل شام کے بارے میں کیا خیال ہے جب کل اُن سے ہمارا سامنا ہوگا۔ ہم نے کہا: خدا کی قسم! ہم امیر المومنین کی بیعت نہیں توڑنا چاہتے اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی خلافت ختم ہو۔ لیکن ہم اُن سے اس بات پر ناراض ہیں کہ انھوں نے حجاج کو کیوں عامل بنایا؟ انھیں حجاج کو ہٹانا ہوگا۔ جب سعید اپنی باتوں سے فارغ ہوئے، تو امام حسن بصری نے اپنی بات شروع کی۔ آپ نے سب سے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:

---

[1] الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۶۴

'اے لوگو! خدا کی ذات کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تم پر حجاج کو عذاب کی صورت میں مسلط کیا ہے۔اب تم اللہ کے عذاب کا مقابلہ تلوار سے مت کرو۔ بلکہ اطمینان سے رہو اور اللہ تعالی کے حضور گڑگڑاؤ۔ جہاں تک اہلِ شام کے بارے میں میرا خیال ہے، تو وہ یہ کہ اگر وہ آ گئے اور حجاج ان کو اپنی پوری دنیا لقمے میں دے، تب بھی وہ ان کو کسی ایسے کام پر ابھارے گا جو اس نے کیا ہوگا۔ یہ ان کے بارے میں میرا خیال ہے'[1]۔

اسلامی فتوحات میں شرکت: جس طرح حضرت حسن حکمرانوں کے سامنے حق گوئی میں بے باک تھے، اسی طرح وہ حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں مشرق میں ہونے والی فتوحات میں بھی احنف بن قیس کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت حسن بصری نے غزوۂ کابل ،اندقان،اندغان اور زابلستان میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ تقریباً تین سال گزارے۔

۴۳ھ میں عبدالرحمٰن کو خراسان کا والی بنادیا گیا۔جونہی آپ کے ساتھ عبداللہ بن حازم، قطری بن فجاءہ، مہلب اور دیگر شرفا چل پڑے، توآپ کے ساتھ امام حسن بصری نے بھی کابل کے محاصرہ اور فتح کرنے میں شرکت کی۔ انھی ایام میں آپ عباد بن حصین کی شجاعت وبہادری سے بہت متاثر ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ کہا کرتے: مجھے اس وقت تک یقین نہ ہوا کہ ایک آدمی ایک ہزار بندوں کے برابر ہو سکتا ہے، جب تک میں نے عباد بن حصین کو نہ

---

[1] الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۶۴

دیکھا۔امام حسن بصری نے یہ بھی ذکر کیاہے کہ انھی غزوات میں سے ایک دن آپ نے گھوڑے کا گوشت بھی کھایا تھا[1]۔

۵۱ھ میں ربیع بن زیاد کو خراسان کا والی بنادیاگیا۔حضرت امام اُن کے ساتھ اُن کے کاتب کی حیثیت سے گئے۔

ان غزوات میں شرکت سے آپ کو یہ قیمتی موقع ملا کہ آپ جنگی زندگی سے واقف ہوئے۔جس طرح حالت امن کی زندگی سے باخبر تھے۔ہاں یہ ضرور ہے تاریخی مآخذ میں اس پر تفصیلی روشنی نہیں ڈالی گئی کہ ان جنگوں آپ نے کیااہم کردار ادا کیا۔گمانِ غالب یہی ہے کہ آپ مسلمان لشکروں کے امام ہوتے ہوں گے، نماز میں اُن کی امامت کراتے ہوں گے اور اُن کو جہاد پر ابھارتے ہوں گے۔ان لڑائیوں میں آپ نے بڑے بڑے صحابہؓ کرام، فقہااور شعرا سے ملاقاتیں کیں، جیسے حضرت احنف بن قیس اور حضرت قطری بن الفجاءہ رضی اللہ عنھما۔ ان جنگوں میں آپ نے ہمیشہ شجاعت کا مظاہرہ کیا، جیسا کہ آپ کے شاگردوں نے اس کا ذکر کیا بھی ہے۔ان فتوحات سے آپ کو یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ آپ کو معاشرے اور خصوصاً اُن غیر عربی اقوام، جو یعنی عربوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، میں تعلیم کی قدر وقیمت کا حقیقی پتا چلا[2]۔

ذکاوت: ڈاکٹر عمر آپ کی ذکاوت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] بلاذری،فُتوح البُلْدان, ص: ۴۰۴/۴۰۵،المعارف، ص: ۸۲،البیہقی،السُنَن الکُبریٰ، ج: ۹، ص: ۲۲۷اور اس کامابعد

[2] ا۔تاریخ الإسلام، ج: ۳، ص: ۹۹

حضرت حسن بصری تیز حافظے، قوی فہم وادراک اور گہری سوچ وفکر کے مالک تھے۔آپ بعض علما کی طرح معاملات کو صرف ایک دفع دیکھنے پر اکتفانہ کرتے، بلکہ بار بار نظر دوڑاتے رہتے،اور فکر کرتے رہتے حتیٰ کہ آپ ایک ایسے نتیجے پر پہنچے جس کی وقعت ہو۔اس لیے آپ دیکھیں گے کہ وہ اپنی راے میں سخت چٹان کی مانند ہیں۔ نہ تو پیچھے ہٹتے ہیں اور نہ کوئی نرمی کرتے ہیں۔اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک سے جب کوئی مسئلہ پوچھاجاتاتو آپفرماتے: 'ہمارے محترم حسن بصری سے پوچھیں'۔ان سے پوچھا جاتا: آپ ایسا کیوں کہتے ہیں ؟ وہ جواب میں فرماتے: 'انھی سے پوچھو؛ کیونکہ ہم نے بھی احادیث سنیں اور انھوں نے بھی، پر انھیں یاد رہیں اور ہم بھول گئے'۔

حجاج کے ایک سوال کا جواب: اس کا پتا آپ کے اس جواب سے بھی چلتا ہے، جو آپ نے ایک دفعہ حجاج کے سوال کرنے پر دیا تھا۔جب اس نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کا حضرت علی وحضرت عثمان کے بارے میں کیا راے ہے؟تو آپ نے فرمایا: 'میں ایک ایسے شخص کی بات کہتا ہوں جو مجھ سے زیادہ بہتر تھا، ایک ایسے شخص کے سامنے جو تجھ سے زیادہ بدکردار تھا۔ فرعون نے جب موسیٰ علیہ السلام سے کہا: پچھلی امتوں کا کیا انجام ہوا؟ 'تو آپ نے کہا:اس کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے، نہ تو وہ غلطی کرتا ہے اور نہی بھولتا ہے'[1]۔

---

[1]ابن مرتضیٰ، المنية و الأمل، ص: ۵۸ [یہ کتاب مخطوط کی شکل میں ہے] اور دونوں آیتیں سورۃ طٰہٰ سے ہیں۔ سورۃ طٰہٰ، آیت: ۵۲/۵۱

تیسری فصل

بصرہ نقل مکانی، علمی مراحل کی تکمیل اور بصرہ میں آپ کا ماحول

نقل مکانی کی تاریخ اور اسباب: بصرہ کی طرف حضرت حسن بصری کی نقل مکانی کب ہوئی؟ تاریخ اس سے خاموش ہے۔ ہمیں تاریخ وسیرت کی کتابوں میں ایسی کوئی صراحت نہیں ملتی کہ آپ کس سن میں مدینہ کو چھوڑ کر بصرہ چلے گئے۔ البتہ آپ کا ایک قول ہے جب آپ سے پوچھا گیا آپ مدینہ میں کب تک رہے؟ آپ نے جواب دیا: جنگ صفین کے زمانے تک [1]۔

اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے آپ کے خاندان نے جنگ صفین کے بعد ہی نقل مکانی کی ہے۔ یہ اس وجہ سے بھی کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان کی شہادت کے

---

[1] ا۔ الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۵۷

بعد مدینہ منورہ کو چھوڑ دیا تھا، جیسے حضرت سلمہ بن اکوع ربذہ کی طرف گئے اور اس کو اپنا مستقل ٹھکانا بنایا[1]۔

اس لیے شاید حضرت حسن بصری کے خاندان نے بھی مدینہ ان فتنوں کی وجہ سے چھوڑا ہو، یا یہ کہ انھوں نے اپنے اصلی وطن کی طرف نقل مکانی کی ہو، کیونکہ آپ کے والدین مَیسان کے قیدیوں میں سے تھے۔

بصرہ کی علمی حیثیت: اس زمانے میں بصرہ بڑے بڑے مفسرین، محدثین ومفکرین کی آماجگاہ تھا اور اسلام کے عظیم قلعوں میں سے ایک قلعہ تھا، اور ان بڑے مدارس میں اس کا شمار تھا، جہاں پر تفسیر وحدیث کے بڑے نابغے، لغت، نحو اور شعر ادب اور تقریر وخطابت کے بڑے بڑے نادرۂ روزگار علما دستارِ فضیلت حاصل کرتے تھے[2]۔

اس کی مساجد چنیدہ اور منتخب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کے قرآن وسنت کے حلقہ ہائے درس سے روشن وتابندہ تھیں، جیسے حضرت ابو موسی اشعری، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت احنف بن قیس، حضرت انس بن مالک، حضرت عمران بن حصین، حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ، حضرت سمرہ بن جندب، حضرت عبداللہ مزنی، حضرت ابوبرزہ

---

[1] البخاري مع فتح الباري، ج: ۱۳، ص: ۴۰، حدیث نمبر: ۸۷

[2] ا۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: بصرہ کوفہ سے اچھا ہے، اور ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا کہ میں نے بہت سے شہروں کو دیکھا، لیکن بصرہ کے رہنے والوں سے زیادہ کسی کو تہجد گزار نہیں پایا۔ ابن بی شیبہ، المصنف: ج: ۱۲، ص: ۱۸۹، اثر: ۱۳۵۰۲/۱۲۵۰۳

اسلمی، حضرت ابو بردہ انصاری، حضرت عیاض بن حماد تمیمی ، حضرت عیاض بن غنم اشعری رضی اللہ عنہم ، اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

اس کے ساتھ بصرہ مختلف اسلامی اور علمی تحریکوں کا بڑا مرکز تھا۔ یہ مناظروں ، مباحثوں کا ایک وسیع میدان بھی تھا؛ کیونکہ یہ خوارج، روافض، قدریہ، مرجئہ اور دوسرے فرقوں اور مذاہب کا گڑھ تھا۔اس لیے حسن بصری کو دو فضیلتیں حاصل ہوئیں: آپ نے ابتدائی تعلیم انوارِ الٰہی کے طلوع ہونے کی جگہ اور علوم اسلامیہ کے مرکز ومنبع مسجد نبوی شریف میں حاصل کی، اور دوسری فضیلت یہ کہ آپ نے بصرہ کی علمی درسگاہ میں اپنے علوم کی تکمیل کی، جہاں آپ نے علم ومعرفت کے آفتاب وماہتاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس رہ کر کسبِ فیض کیا۔

حصولِ علم میں محنت: حضرت امام حسن بصری حصول علم میں بہت محنت اٹھانے والے اور استفادہ کرنے میں بہت طاق تھے[1]۔ حتیٰ کہ آپ ایک سورت کو چھوڑ کر دوسری سورت اس وقت تک شروع نہ کرتے، جب پہلی سورت کی مکمل تشریح اور شانِ نزول سے واقف نہ ہوتے۔ یونس کہتے ہیں: حضرت حسن بصری ہر وقت احادیث لکھتے تھے، اور ابن سیرین کبھی بھی نہ لکھتے[2]۔

---

[1]شذرات الذهب، ج:۱، ص: ۱۳۷

[2]ا۔سنن الدارمي، ج: ۱، ص: ۱۲۱ [مطبعۃ الاعتدال، دمشق ۱۳۴۹ھ]

حصول علم کے لیے سفر: طلب علم کے لیے حضرت حسن بصری نے کم ہی سفر کیا، کیونکہ پہلے مدینہ منورہ اور پھر بصرہ میں آپ علم کے صاف وشفاف سرچشمے سے خوب سیراب ہوئے تھے، تاہم آپ نے اصفہان [1]، واسط [2]، اور کوفہ [3] تک کا سفر کیا تھا۔

پھر جب آپ نے ۴۳ھ میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کی تیاری کرتے دیکھا، تو آپ بھی اُن کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور فریضۂ جہاد میں اپنا حصہ ڈالنے کا شرف حاصل کیا۔ پے در پے تین سال تک اس غزوہ میں آپ اُن کے ساتھ شریک رہے۔ آپ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ کابل کے محاصرہ اور فتح میں شامل ہوئے [4]۔ اسی طرح غزوۂ اندقان، اندغان، زابلستان اور اس کے پڑوس میں واقع دیگر شہروں کی جنگوں میں شامل رہے۔ ان طویل اسفار میں آپ نے صحابہ کی ایک بڑی جماعت کی نگرانی میں اپنے علمی توشے اور طبعی زہد کو مزید جلا بخشی۔ کیونکہ ان تینوں سالوں میں آپ

---

[1] اصفہان کا سفر آپ نے ان دنوں میں کیا تھا، جب ابو موسیٰ اشعری ادھر تھے۔ دیکھیے ابو نُعیم حمد بن عبداللہ اصفہانی، ذکر أخبار أصبهان، ص: ۲۵

[2] الطبری، تهذيب الآثار، ج: ا، ص: ۱۰۹/۵۱

[3] فرماتے ہیں کہ میں کوفہ سے بصرہ چلا اور حضرت کعب بن عجرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ جب آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو آپ صدقہ میں کیا دیتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: بکری۔ دیکھیے خطیب بغدادی، الرحلة في طلب الحديث، ج: ا، ص: ۱۴۳، اور تفسير ابن كثير، ج: ا، ص: ۲۳۲ اور ج: ۴، ص: ۴۷۵

[4] البلاذری، فُتُوح البلدان، ص: ۴۰۵/۴۰۴، البیہقی: ج: ۹، ص: ۳۲۷، دائرۃ المعارف العثمانیہ ہند [ط: ۱۳۵۶ھ] مبارک بن فضالہ فرماتے ہیں: میں نے حسن بصری سے سنا آپ نے فرمایا: 'میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ہمراہ کابل کا سفر کیا'۔

اُن سے قرآنی معارف اور نبوی ارشادات سنتے رہے۔ان غزوات میں دشمنوں کی ہلاکت، مسلمانوں کی شہادت اور فاتح مجاہدین کے حسن سلوک کو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

ایک شخص نے امام حسن بصری سے کہا: اے ابوسعید! آپ ہمیں احادیث سناتے وقت فرماتے ہیں کہ: قال رسول الله، یعنی اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا، اگر آپ اس کے ساتھ سند بھی بیان کرتے تو کتنا اچھا ہوتا؟آپ نے جواب دیا: 'اے آدمی! نہ ہم خود جھوٹ بولتے ہیں، نہ دوسروں کو جھٹلاتے ہیں۔ ہم نے تو خراسان تک جاکر غزوات میں شرکت کی،حالیکہ ہمارے ساتھ ان میں ۳۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے'۔

منصب فتوی پر فائز ہونا: جب آپ جنگ کابل سے واپس تشریف لائے تو معاشرے کی اصلاح اور دعوت وجہاد کے لیے مردانِ کار کی تیاری میں لگ گئے۔درس دیتے، وعظ کہتے، فتویٰ صادر فرماتے، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے،تاکہ معاشرے کارُخ زہد و تقویٰ کی طرف مڑجائے اور افراد کی عملی تربیت ہو۔حضرت سلیمان تیمی کہتے ہیں:

'جب حسن بصری جہاد کے لیے گئے تھے،تو بصرہ میں فتویٰ کاکام جابر بن زید ابوشعثاء کرتے تھے۔ پھر جب حسن آئے، تو وہ ہی فتویٰ دینے لگے'[1]۔

---

[1]ا۔ سير أعلام النبلاء, ج: ۴، ص: ۵۷۲، اور مطروراق کہتے ہیں کہ بصرہ والوں کو وعظ کہنے والے جابر بن زید تھے، لیکن جب حضرت حسن بصری آئے تو وہ ایسے وعظ فرماتے تھے، جیسے وہ حشر میں ہیں،اور وہاں کاآنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں۔دیکھیے: صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۲۹۰

فصلِ رابع

حسنِ صورت وسیرت، اخلاق اور زہد و تقویٰ: اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی صورت و سیرت سے نوازا تھا اور آپ کو علم و جسم دونوں میں کشادگی نصیب فرمائی تھی۔ آپ بصرہ کے خوبصورت ترین لوگوں میں سے تھے۔ اور معاصرین وہم زمانہ لوگوں میں سب سے بڑے عالم وزاہد تھے۔ پاکیزہ وستھرا تربیت ہونے کی وجہ سے آپ کی ذات زہد و تقویٰ میں رنگ گئی تھی ؛کیونکہ آپ مثالی زاہدوں کے گودوں میں پلے بڑھے۔ اپنی آنکھیں زہد وعبادت کے مرکز میں کھولی، ایک ایسی فضامیں سانس لی جو پاکدامنی اور تقوی سے چاروں طرف سے گِھری ہوئی تھی۔ اس کا اثر تھا کہ آپ نماز، تلاوت، دعا، ذکر اور آہ وبکا میں اپنی راتیں جاگ کر گزارا کرتے۔

حضرت یحییٰ بن سلام کہتے ہیں: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسن بصری پوری رات جاگا کرتے[1]۔
حضرت سری بن یحییٰ کہتے ہیں: حضرت حسن بصری ایامِ بیض، اشہرِ حرم، پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے[2]۔

خوفِ خدا: اللہ تعالیٰ سے خوف و تقویٰ آپ کے دل میں وافر مقدار میں تھا۔ یہ صفت تمام صفات کا نچوڑ، ہر اچھائی کا خلاصہ اور پورے دین کی اصل ہے۔ یہی وجہ ہے جب آپ کوئی ایسی آیت سنتے، جس میں وعید ہوتا تو آپ کانپنے لگتے، شانے ہلنے لگتے اور آنسو زار وقطار بہنے لگتے۔

---

[1]تفسير الحسن البصري, اثر نمبر: ۲۰۱۸
[2]احمد بن حنبل، كتاب الزهد، ص: ۲۶۹ [دار الكتب العلمية بيروت، ط: ۱۴۰۳ھ]

خالد بن حسان کہتے ہیں: ایک بار حسن روزے کی حالت میں شام کے وقت ہمارے ہاں تھے۔ میں اُن کے لیے افطاری لے کے آیا، توآپ کے سامنے یہ آیت آئی:

گ گ ں ں ہ ڻ ڎ ڎ ۂ ۂ [المزمل: ۱۲/۱۳]

یقین جانو ہمارے پاس بڑی سخت بیڑیاں ہیں، اور دہکتی ہوئی آگ ہیں، اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے، اور دکھ دینے والا عذاب ہے۔

آپ نے کہا: کھانا اٹھالو۔ جب دوسرا شام آیا، پھر ہم نے افطاری پیش کی۔ پھر یہ آیت سامنے آئی، آپ نے دوبارہ کہا: کھانا اٹھالیں۔ تیسرے روز پھر یہی واقعہ پیش آیا۔ یہ دیکھ کر آپ کے صاحبزادے حضرت ثابت بنانی[1]، حضرت یزید بن ضبعی[2] اور یحییٰ بکاء[3] کے پاس گئے اور آپ کا حال بیان کیا۔ وہ تشریف لائے اور آپ کی منت سماجت کی، حتیٰ کہ آپ نے اُن کے اصرار سے مجبور ہو کر شربتِ ستو کا ایک گھونٹ پی لیا[4]

قیس قبیلے کا ایک آدمی جس کی کنیت عبداللہ ہے کہتا ہے: ہم ایک رات حضرت حسن بصری کے پاس رہے۔ رات کو آپ اٹھے اور نماز پڑھتے پڑھتے ایک ہی آیت:

---

1 حضرت ثابت البنانی: آپ کا پورا نام ثابت بن اسلم بنانی ہے۔ آپ ثقہ اور عبادت گزار تھے۔ ۱۲۰ہجری کے چند سال بعد وفات پائی۔ ابن حجر، تقریب التهذيب، ج: ۱، ص: ۱۱۵

2 حضرت یزید ضبعی: آپ کا پورا نام حضرت یزید بن حمید ضبعیہے۔ بصری ہیں۔ آپ روایتِ حدیث میں انتہائی معتمد ہیں۔ ۱۳۸۰ہجری کو آپ وفات پا گئے۔

3 یحییٰ بکاء: آپ کا پورا نام یحییٰ بن مسلم حُدانی ہے۔ روایتِ حدیث میں آپ ضعیف گردانے جاتے ہیں۔ آپ نے ۱۳۰ہجری کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

4 دیکھیے اثر نمبر: ۲۰۰۴

ﭗ ﭘ ﭙ ﭚ ﭛ ﭜ[ابراہیم،آیت: ۳۴]

اگر تم اللہ تعالی کی نعمتیں گننا چاہو تو نہیں گن سکتے،

کی ورد کرتے رہے۔جب صبح ہوئی تو ہم نے پوچھا:آپ پوری رات اس ایک آیت سے آگے نہ بڑھ سکے۔آپ نے فرمایا: میں اس آیت میں غور وفکر کرتا رہا، جونہی میں نظر دوڑاتا یا آنکھ اٹھاتا، تو کوئی نہ کوئی نعمت نظر آتی، اور جن نعمتوں کا مجھے علم نہیں وہ تو کہیں زیادہ ہیں[1]۔

حضرت حسن بصری بہت زیادہ رونے والے اور اللہ تعالی کے حضور گڑگڑانے والے تھے۔اپنی پوری زندگی میں صرف دو یا تین مرتبہ ہنسے۔آپ فرمایا کرتے: زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کردیتا ہے[2]۔ مطروراق کہتے ہیں کہ ہم امام حسن بصری کی عیادت کے لیے گئے، تو گھر میں کوئی چیز نہ تھی۔ نہ بستر، نہ چٹائی، نہ تولائی، صرف ایک غبار آلود چارپائی تھی جس پر آپ لیٹے تھے[3]۔زہد ورقاق کی کتابیں زہد اور اعمالِ زہد کے بارے میں آپ کے اقوال سے بھری پڑی ہیں[4]۔

---

[1] التذكار في أفضل الأذكار، ص: ۱۸۷

[2] ابن ابی شیبہ، المصنف، ج: ۹، ص: ۱۳۱، رقم: ۶۷۲۲۴، اور ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۷۱

[3] ذہبی، تاريخ الإسلام، ج: ۴، ص: ۱۰۴

[4] ۵۔ امام حسن بصری سے امام احمد بن حنبل کی کتاب الزہد میں ۱۰۰ سے زیادہ اقوال منقول ہیں۔اسی طرح حضرت عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزہد میں بھی آپ سے زہد کے متعلق سو ۱۰۰ سے زیادہ اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں زہد سے متعلق آپ سے بیسیوں اقوال روایت کیے گئے ہیں۔

زہد میں ضرب المثل: زہد میں آپ ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لوگ کہتے تھے :فلاں بڑا زاہد ہے، لیکن حضرت حسن سے پھر بھی درجے میں کم ہے۔ آپ کی اسی صفت سے

آپ کے بہت سے شاگرد جیسے حضرت ایوب سختیانی[1]، حضرت مالک بن دینار[2]، حضرت ابوحازم[3]، حضرت مسلمہ بن دینار، حضرت سابق بریری[4] رحمہم اللہاور دیگر شاگرد متاثر ہوئے۔

حضرت ہشام بن حسان کہتے ہیں: میں اور حضرت مالک بن دینار امام حسن بصری کے پاس گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو آپ کے پاس ایک آدمی دیکھا جو سورۂ طور کی تلاوت کر رہا تھا، حتیٰ کہ وہ اس آیت :

ۓ ۓ ﮃ ﮄ ﮅ ﮆ ﮇ ﮈ ﮉ [الطور:٦/٧]

تمھارے پروردگار کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے، کوئی نہیں ہے جو اسے روک سکے،

---

[1] فقہ کے چوٹی کے علما میں سے ہیں۔ آپ نے ۱۳۱ہجری کو وفات پائی۔ تقریب، ج: ا، ص: ۸۹

[2] مالک ابن دینار بصری: آپ مشہور و معروف زاہد ہیں۔ ۱۳۰ہجری کو وفات پائی۔ تقریب، ج: ۲، ص: ۲۲۴

[3] ابوحازم مسلمہ بن دینار: آپ مشہور قاضی اور عبادت گزار تھے۔ منصور کی خلافت کے زمانہ میں وفات پا گئے۔ تقریب، ج: ا، ص: ۳۱۶

[4] سابق بریری: پورا نام ابوسعید سابق بن عبداللہ بریری ہے۔ آپ شاعر اور زاہد تھے۔

پر پہنچا، توامام حسن رونے لگے اور آپ کے ساتھی بھی رو دیے۔اس دوران حضرت مالک بن دینار پر کچھ ایسا اضطراب و بے چینی طاری ہو گئی کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔

بناوٹی زہد سے نفرت: آپ کا زہد بناوٹ وریا سے کوسوں دور تھا۔آپ ظاہری نفس کشوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور ریاکار زاہدوں سے نفرت کرتے تھے۔ایک بار آپ نے حضرت فرقد سَبَخِی[1] کے اوپر اون کی چادر دیکھی ،تو فرمایا: 'شاید تم چاہتے ہو کہ اپنی اس چادر سے لوگوں پر فضیلت حاصل کرو ، لیکن مجھے تو یہ معلوم ہے کہ اکثر جہنمی [ریا کے لیے جھوٹی] چادر پہننے والے ہوں گے'[2]۔آپ یہ بھی فرماتے: 'کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ تواضع کپڑوں میں سمجھتے ہیں، حالانکہ اُن کے دل تکبر و غرور سے بھرے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ انھی میں سے جبہ والا اپنے جبے پر ریشمی چادر والے زیادہ نازاں ہے'[3]۔

آپ نے فرمایا: 'اے ابن آدم! تو عابدوں کا لباس زیب تن کرتا ہے اور کام فاسقوں کے کرتا ہے۔ مریدوں کی طرح جھکتا ہے، لیکن دھوکے بازوں کی نظریں ڈالتا ہے۔ تیرا ناس ہو، یہ تو مخلصوں کی عادتیں نہیں۔ بلاشبہ تم قیامت کے دن ایسی ہستی کے سامنے پیش ہوگے جو:[4]

ﭶ ﭷ ﭸ ﭹ ﭺ [غافر،آیت:۱۹]

---

[1]فرقد سبخی: آپ کا پورا نام فرقد بن یعقوب سَبَخِی [سین اور با کے فتحہ کے ساتھ] ہے۔آپ سچے اور عبادت گزار آدمی تھے۔تقریب، ج: ۲، ص: ۱۰۸

[2] ابن سعد،طبقات، ج: ۷، ص: ۱۲۳،ابن جوزی، الحسن: ص: ۶۰

[3]البیان و التبیین، ج: ۳، ص: ۱۵۳، عیون الأخبار، ج: ۳، ص: ۱۳۷

[4] ابن الجوزی، الحسن، ص: ۶۲

آنکھوں کی خیانت اور سینے کے اندر چھپے ہوئے رازوں سے باخبر ہے'۔

تواضع وانکساری: حضرتحسن بصری باوجود عالی مرتبہ ہونے کے بہت متواضع اور خاکسار تھے۔اپنے معاصرین، شاگردوں حتیٰ کہ خادموں سے بھی عاجزی سے پیش آتے۔ جب آپ کا خادم تک آپ کو پکارتا تو آپ لبیک [حاضر ہوں] کہتے[1]۔

عثمان شحام کہتے ہیں، میں نے امام حسن سے کہا: 'اے ابوسعید!' آپ نے فوراً کہہ دیا: لبیک! میں نے کہا: 'آپ مجھ سے بھی لبیک کہتے ہیں؟' آپ نے کہا: 'اپنے خادم سے بھی یہی کہتا ہوں'[2]۔حضرت عکرمہ جب بصرہ آتے، تو امام حسن بصری آپ کے اعزاز واکرام میں تفسیر اور فتوی دینا روک دیتے[3]۔

جب آپ سے میراث کے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ کہتے: سہام یعنی حصے تو ہم بیان کر دیں گے، جہاں تک حساب کا تعلق ہے، تو وہ یزید رَشک[4] کے ذمے ہے۔

شاگردوں کی حوصلہ افزائی: اپنے شاگردوں کی تعریف بھی کرتے، جیسا کہ میمون ابوعبداللہ نے روایت کیا ہے: ہم امام حسن بصری کے ہاں تھے۔آپ کے پاس حضرت ایوب بھی تھے۔آپ نے اُن سے کسی مسئلے بارے سوال کیا۔ پھر وہ کھڑے ہوئے۔ حضرت حسن

---

[1] عیون الأخبار، ج: ۳، ص: ۳۲ [دارالکتاب العربی، بیروت]

[2] العِقْدُ الفَرید، ج: ۲، ص: ۴۳۶ [دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۳ ہجری]

[3] اثر نمبر: ۵۴۶

[4] یزید رشک: آپ کا پورا نام یزید بن ابی یزید ضبعی [ابوازہر] بصری ہے۔آپ روایت حدیث میں ثقہ تھے اور عبادت گزار آدمی تھے۔ ۱۳۰ ہجری کو وفات پائی۔التقریب، ج: ۲، ص: ۳۷۲، کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے ریاضی دان تھے۔الفائق، ج: ۲ص: ۶۰ [عیسی البابی، ط: ۱]

بصری بھی اُن کے پیچھے ہو لیے۔جب حضرت ایوب اتنی دور چلے گئے کہ ان کو آپ کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی تو آپ نے فرمایا: یہ نوجوانوں کا سردار ہے [1]۔یعنی مدح بھی ایسے وقت میں کی جب وہ دور چلے گئے۔اُن کی موجودگی میں نہیں کی کہ آنحضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

اتباعِ حق: آپ کبھی حق سے تجاوز نہ کرتے۔جب بھی حق آپ کے سامنے ظاہر ہوتا آپ اس کی اتباع کرتے،اور اپنے قول سے اپنے معاصر حتی کہ اپنے شاگرد کے قول کی طرف بھی رجوع کر لیتے [2]۔جیسا معلوم ہے کہ پہلے پہل آپ مصاحف کے بیچنے کے قائل نہ تھے۔پھر آپ پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اس سے قرآن کریم کے نسخے بڑھتے جائیں گے، تو آپ نے اجازت دے دی [3]۔اسی طرح قرآن مجید پر نقطے لگانے کو بھی آپ منع کرتے تھے [4]، پھر اس کی رخصت دی اور اس بارے میں ایک سائل کے جواب میں کہا: 'کیا آپ کو حضرت عمر کے اس خط کا علم نہیں، جس میں تھا کہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرو، خوابوں کی بہتر تعبیر نکالا کرو اور عربی سیکھنے کی کوشش کرو' [5]۔

---

[1] ابن سعد، الطبقات ،ج: ۷، ص: ۲۴۷

[2] اثر نمبر: ۱۶۴

[3] ابوداود، کتاب المصاحف، ص: ۱۳۲[المطبعۃ الرحمانیۃ مصر، ط: ۱، ۱۳۵۵]

[4] کتاب المصاحف، ص: ۱۴۰، ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی، المحکم في النقط، ص: ۱۱/۱۲
[دمشق، تحقیق د۔ عزت حسن، ۱۳۷۹]

[5] کتاب المصاحف، ص: ۱۴۲

اخلاص: امام حسن بصری اخلاص کے اونچے مرتبے پر فائز تھے۔ ریا اور دکھاوا آپ کو چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔ وہ فرماتے ہیں: 'مجھے معلوم ہو جائے میں نفاق سے بَری ہوں، یہ مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ زمین و آسمان میرے لیے سونے سے بھر جائیں [1]۔ عبدالواحد کہتے ہیں: میں حضرت حسن بصری سے ملا، تو میں نے کہا: 'اے ابوسعید! مجھے ریا کے بارے میں بتائیں کیا یہ شرک ہے؟' آپ نے کہا: 'جی ہاں! 'کیا آپ نے یہ آیت نہیں پڑھی: [2]

□ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ [الکہف:١١٠]

لہٰذا جس کسی کو اپنے مالک سے جاملنے کی امید ہو، اُسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے مالک کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھیرائے۔

اخلاص و ریا کی حقیقت کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے کہا: 'اخلاص یہ ہے کہ آپ اپنی نیکیوں کو چھپانا چاہیں اور اپنی بُرائیوں کو نہ چھپانا چاہیں۔ پھر اگر اللہ تعالی آپ کی نیکیوں کو سامنے لاتا ہے تو آپ کہیں: 'مولا! یہ تیرا ہی احسان ہے، اس میں میرے عمل کو کوئی دخل نہیں اور آپ کو اللہ کا یہ فرمان یاد آجائے:

□ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ [کہف:١١٠][1]

لہٰذا جس کسی کو اپنے مالک سے جاملنے کی امید ہو، اُسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے مالک کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھیرائے'۔

---

[1] الفائق، ج:٢، ص: ٣٦٧

[2] دیکھیے اثر نمبر: ١٤٤

ایک دن آپ بات کر رہے تھے کہ آپ نے ارد گرد بیٹھے سب لوگوں کو رُلا دیا، پھر آپ نے کہا: صرف عورتوں کے شور کی طرح ایک شور ہے، نیکی کا کوئی ارادہ نہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دھوکے کی طرح ایک دھوکا ہے کہ وہ رات کے وقت اپنے باپ [حضرت یعقوب علیہ السلام] کے پاس [جھوٹا] روتے ہوئے آئے [1]۔

آہ و بکا: آپ بہت آہ وزاری والے تھے۔اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کے وعدوعید پر آپ کا پختہ وبھرپور ایمان اور کلامِ الٰہی کے معنی ومفہوم کا دقیق فہم اور گہرا تدبر تھا۔جب کسی وعید والی آیت پر گزرتے تو رو پڑتے۔ جب حدیث اسطوانہ [2] بیان کرتے تو آنسو نکل پڑتے۔پھر فرماتے: 'اے بندگانِ خدا! ایک لکڑی رسول اللہ کے فراق ومحبت میں روتی ہے، تم تو زیادہ اس بات کے حقدار ہو کہ انکی ملاقات کا شوق کرو' [3]۔

اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا: اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ اپنی کتاب میں اُس کے خوف سے رونے والوں کی تعریف کی ہے۔جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے، پھر اس کے آنسو بہہ نکلتے ہیں، ایسے شخص کو آپ انے اُن سات آدمیوں میں شمار کیا ہے، جس کو قیامت کے دن اللہ اپنے سائے میں رکھیں گے، جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا [4]۔

---

[1] عيون الأخبار، ج: ۲، ص: ۲۹۶

[2] اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب المناقب میں نقل کیا ہے۔

[3] سير أعلام النبلاء، ج: ۴، ص: ۵۷۰

[4] فتح الباري، ج: ۲، ص: ۱۴۳، حدیث نمبر: ۶۶۰

زیادہ ہنسنے سے پرہیز: حضرت حسن بصری بہت تھوڑا ہنستے تھے۔ حتی کہ عید کے دن بھی وہ لوگوں کی ہنسی کو ناپسند کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ کے بارے میں روایت ہے :ایک دن آپ نے بصرہ کی عیدگاہ میں عید کے دن بعض لوگوں کو ہنستے دیکھا، تو فرمایا: 'بے شک اللہ تعالی نے روزے کو بندوں کے لیے [نیکی کے] دوڑ کے مقابلے کا میدان بنایا ہے؛ تاکہ اس میں وہ اس کی اطاعت کی طرف دوڑیں۔ تو کچھ لوگوں نے دوڑ لگائی اس لیے وہ کامیاب ہوگئے اور باقی لوگ پیچھے رہ گئے، تو وہ نامراد ہوگئے۔ اور خدا کی قسم! اگر حقیقت سے پردہ اٹھادیا جائے تو نیکوکار اپنی نیکی سے اور بدکار اپنی برائی سے اس قدر رُک جائیں کہ نہ کپڑے بدل سکیں اور نہ بالوں کو سنوار سکیں[1]۔

پانچویں فصل

گھر کے اندر و باہر معاملات

شاگردوں کے ساتھ حسن سلوک: امام حسن بصری اپنے طالبعلم بچوں کے لیے ایک شفیق ورحمدل باپ ومُربی تھے۔ اپنی قیمتی زندگی شاگردوں کے لیے وقف کی، حضور علیہ السلام کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے :

[1] مبرد، الکامل، ج:۱، ص:۱۳۰

خیرکم من تعلَّم القرآنَ و علمه[1]تم میں سے بہتر وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

اور اس بات کا شوق وحرص کہ مخلص داعی، ماہر مفسرین ومحدثین اور قضا وافتا کے لیے مردانِ کار تیار ہوں؛اس لیے صبح سویرے سے لے کر دوپہر تک مسند درس پر جلوہ افروز ہوتے اور طلبہ کو تفسیر، حدیث، فقہ اور زہد پڑھاتے۔آپ کے ایک شاگرد جریر بن حازم درس میں آپ کے اہتمام کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ہم حسن بصری کے پاس تھے۔آدھے دن سے کچھ زیادہ نکل گیا، توآپ کے بیٹے نے کہا: شیخ سے بوجھ کچھ ہلکا کرو! تم لوگوں نے توانھیں مشقت میں ڈال دیا ہے؛ کیونکہ انھوں نے ابھی تک کچھ کھایا ہے نہ کچھ پیا ہے۔آپ نے اپنے بیٹے کو ڈانٹتے ہوئے کہا: 'ان سے باز رہیے۔ خدا کی قسم! کوئی چیز ان طلبہ سے زیادہ میری آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والا نہیں۔ایک مسلمان تھا جو اپنے بھائی سے ملنے جاتا پھر وہ دونوں باتیں کرتے، ذکر کرتے اور اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کرتے، یہاں تک کہ وہ اسے دوپہر کی نیند سے روک لیتا[2]۔

حضرت ثابت بُنَانی کہا کرتے تھے:اگر تم میرے ساتھ وہ معاملہ نہ کرتے، جو تم نے حسن بصری سے کیا،تومیں آپ کو شاندار حدیثیں بیان کرتا۔ پھر فرمایا: ان لوگوں نے حسن بصری کو آنکھ لگنے اور نیند کرنے تک سے روکا ہے[3]۔

---

[1]البخاري مع فتح البخاري،ج:۹،ص: ۷۴، حدیث نمبر: ۵۰۲۷

[2]الطبقات،ج: ۷،ص: ۱۷۰

[3]ایضاً،ج: ۷،ص: ۲۳۳

شاگردوں کی عیادت: ربیع بن عبداللہ کہتے ہیں: میں حسن بصری کے ساتھ حضرت قتادہ کی عیادت کے لیے گیا۔ آپ ان کے سرہانے بیٹھ گئے۔ پھر اُن کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا: 'اے اللہ ! اس کے دل کو شفا دے اور اسے بیماری سے صحت یاب فرما'[1]۔

سوال کرنے کی ترغیب: حضرت حسن بصری اپنے شاگردوں کو ترغیب دیا کرتے کہ وہ جن مسائل کا علم نہیں رکھتے، ان کے بارے میں سوال کیا کریں اور اپنے شیوخ سے پوچھنے میں باک نہ کریں۔ آپ کا ارشاد ہے: "جس نے طلب علم کو حیا کی وجہ چھوڑا وہ جہالت کا لباس اوڑھ لیتا ہے، کیونکہ جو طلب علم میں شرماتا ہے اس کا علم کمزور پڑ جاتا ہے"[2] آپ کا یہ بھی فرمان ہے: میں نے علم کو حیا اور ستر کے درمیان پایا[3]۔

شاگردوں کا خیال: آپ نے صرف مسجد میں پڑھانے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ہر وقت اپنے گھر کے دروازے بھی طلبۂ علم اور استفادہ کرنے والوں کے لیے کھلے رکھے۔ آپ کے دریائے علوم سے سیراب ہونے والے ایک شخص آپ کے دروازے پر طلبۂ علوم کے ہجوم و بھیڑ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

---

[1] بخاری، الأدب المفرد، ج: ١، ص: ٦٣٣، رقم: ٥٣٧

[2] عيون الأخبار، ج: ٢، ص: ١٢٣

[3] عيون الأخبار، ج: ٢، ص: ١٢٣

ہم آپ کے پاس آئے تو ایک پرانی سیڑھی پر جمع ہوئے، تو آپ نے کہا: اے جوانو! اچھی طرح سے جمع ہوں۔ مجھے عمارت کا کوئی خوف نہیں لیکن تمھارا خیال ہے'[1] [کہیں گر نہ پڑو]۔

نوعمری کی تعلیم کی ترغیب: آپ نوجوانوں کی تعلیم کے بہت شوقین تھے۔ لوگوں سے مطالبہ کرتے کہ وہ اپنے بچوں کو طلب علم کے لیے آگے بڑھائیں۔ آپ فرماتے: ہمارے پاس اپنے نوعمروں کو لاؤ، کیونکہ نسبتاً ان کے دل زیادہ خالی ہوتے ہیں اور یہ سنی ہوئی بات کو زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوتے ہیں۔ جس کے لیے اللہ چاہے کہ اس کے سلسلۂ تعلیم کو مکمل کریں تو وہ مکمل کرے گا[2]۔

اس وضاحت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کس حد تک نوجوانوں کی اصلاح و تربیت اور اسلام کے لشکروں اور داعیوں کی تیاری کا اہتمام کرتے تھے۔ آپ کا یہ قول بھی ہے: 'بچپن میں علم حدیث کا سیکھنا پتھر کی لکیر کی طرح ہوتا ہے'[3]۔

عنقریب ان شاء اللہ آپ کے تلامذہ میں سے بڑی شخصیات کے ذکر میں واضح ہو جائے گا کہ کس حد تک آپ طلبۂ علم کی تربیت و پختہ کاری میں حصہ لیتے اور کس حد تک لوگوں کی ایک

---

[1] ابن اثیر، النهاية، ج: ۲، ص: ۴۸۷ [المكتبة الاسلامية لرياض الشيخ]

[2] رامہرمزی، المحدِّث الفاصِل بين الراوي والواعي، ص: ۱۹۲، اثر نمبر: ۶۳ [دار الفکر، بیروت، ط: ۱، ۱۳۹۱ھ]

[3] ابن عبد البر، جامع بيان العلم، ج: ۱، ص: ۸۲

بڑی تعداد نے آپ کے حلقہ ہاے درس سے استفادہ کیا۔ کتنی عظیم شخصیات آپ کے فضلا تھے، جنھوں نے اسلام کے لیے مختلف کارہاے نمایاں سرانجام دیے۔

معاصرین کے ساتھ سلوک:

آپ کھلے دل ودماغ والے، نرم خو اور کامل مروت والے تھے۔ اپنے ساتھیوں سے محبت کرتے اور ان کی زیارت سے خوش ہوتے۔ کہا کرتے: زیادہ سے زیادہ مسلمان دوست بنایا کرو؛ کیونکہ وہ اللہ کے حضور سفارش کریں گے[1]۔آپ اُن کے ساتھ کھانا پسند کرتے اور جب کبھی سفر میں اُن کے ساتھ ہوتے تو دوپہر کے یارات کے کھانے کے وقت اعلان کرتے: 'اپنا اپنا توشہ دان نکالو، کیونکہ اس میں بڑی برکت ہے، یہ تمھارے اخلاق سنوارنے کے لیے بہت بہتر ہے اور تمھارے دلوں کو بہت پاکیزہ بناتا ہے[2]۔

ہم نے صحابہ کو ایسے ہی پایا: حکایت ہے کہ ایک دن آپ گھر تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دوستوں نے آپ کی چارپائی کے نیچے سے ایک تیلا چھپ کے سے نکالا ہے، جس میں حلوا اور دیگر اچھی خوراکیں تھیں۔ وہ اس پر ٹوٹ کر اُسے کھا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا اور ہنس کر فرمانے لگے: 'اسی طرح ہم نے انھیں پایا'۔ آپ کی مراد اکابر صحابہ اور وہ بدریین تھے جن سے آپ ملے[3]۔

---

[1]ا۔ اثر نمبر: ۱۲۳۴

[2]فیروزآبادی، بصائر ذوي التمییز، ج: ۲، ص: ۴۱۸ [القاہرہ، ۱۳۸۵ھ]

[3]اثر نمبر: ۴۷۲

حضرت محمد بن واسع اور حضرت مالک بن دینار آپ کے ہاں آئے تو آپ کو موجود نہیں پایا۔ حضرت محمد نے کچھ کھانے کی چیز دیکھ لی تو اس کو کھانے لگے، لیکن حضرت مالک نے یہ کہ کر نہیں کھایا کہ میں تو نہیں کھاؤں گا جب تک مالک مکان اجازت نہ دیں۔اسی دوران امام حسن بصری آ گئے تو محمد کے فعل سے خوش ہوئے اور مالک سے کہنے لگے: ایسا ہی ہم اصحاب رسول کے ساتھ کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ یہ ننھا مالک آیا [اور کہتا ہے کہ میں مالک کی اجازت کے بغیر نہیں کھاؤں گا] [1]۔

معاشرے کے ساتھ طرزِ عمل

حضرت حسن بصری معاشرے کی ضروریات کو بخوبی نبھاتے۔آپ مریضوں کی عیادت کرتے، ولیموں میں جاتے۔محتاجوں کی مدد کرتے، جو لوگ سفارش کے مستحق ہوتے ان کے حق میں سفارش کرتے۔جب حُجاج کرام اپنے علاقوں کی طرف واپس لوٹتے تو آپ اُن کا استقبال کرتے۔

حجاج کی عیادت: حجاج کے مرض موت میں آپ اُس کی عیادت کے لیے گئے۔حجاج نے آپ کے سامنے اپنی تکلیف کی شکایت کی۔تو آپ نے فرمایا: 'میں نے تو تمھیں روکا تھا کہ نیک لوگوں سے پھنگا مت لو، لیکن تم اپنی ضد پر اڑے رہے'۔حجاج نے کہا: 'اے حسن! میں تم

1مستشار عبد الحلیل جندی، الإمام أحمد بن حنبل، ص: ۱۲۶[دار المعارف]

سے یہ نہیں کہتا میرے صحت یاب ہونے کی دعا کرو، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ میری روح جلدی قبض ہونے کی دُعا کریں۔ یہ سن کر آپ بہت روئے[1]۔

ایک طرف آپ امام حسن بصری کی کمالِ مروت کو دیکھیں کہ حجاج جیسے شخص کی عیادت کے لیے جاتے ہیں، باوجودیکہ اُس نے آپ کو کس قدر اذیتیں پہنچائی تھیں۔ دوسری طرف یہ دیکھیں کہ اظہارِ حق اور امر بالمعروف کا جو فریضہ تھا وہ بھی آپ نے ادا کر دیا۔

عبد اللہ بن اہتم کی عیادت: عبداللہ بن اہتم بصرہ کے ایک مالدار ترین آدمی تھے۔ جب وہ مرض موت میں تھے تو آپ اُن کی بیمار پرسی کے لیے گئے۔ وہ ایک صندوق کی طرف بار بار نظریں اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا: 'اے ابوسعید! اس صندوق میں پڑے ایک لاکھ درہم کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ نہ تو میں نے ان کا زکات ادا کیا اور نہ اس سے کسی رشتے دار کو کچھ دیا'۔ آپ نے کہا: 'ارے کمبخت! تم کس لیے اسے جمع کرتے رہے؟' اُس نے جواب دیا: 'حوادث زمانہ کے خوف سے، بادشاہِ وقت کے ظلم سے اور گھرانے کے زیادہ ہونے سے'۔ اس کے بعد وہ مر گئے۔ حضرت حسن بصری نے ان کے جنازے میں شرکت کی۔

جب اُس کی تدفین سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے: 'اے لوگو! ذرا اس مسکین کو تو دیکھو! اس کے پاس شیطان آیا اور حوادث زمانہ، بادشاہ کے ظلم و جبر اور افرادِ خاندان کی کثرت سے

---

[1] ابن خلکان، وفیات الأعیان، ج: ا، ص: ۳۴۷ [مطبعۃ السعادۃ مصر، ط: ا، سنۃ ۱۳۶۷ھ]

ڈرایا، کہ اللہ تعالی نے اسے جو رزق عطا کیا ہے اور جو خوب خوب نوازشیں کی ہیں ، وہ کم پڑ جائے گا۔ اب دیکھو! یہ ان سب چیزوں کو چھوڑ کر کیسے لٹا پٹا اس دُنیا سے چلا گیا'۔

پھر ایک وارث کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمانے لگے : 'اے وارث ! تم دھوکے میں نہ پڑو جیسا کل تمھارا ساتھی دھوکے میں پڑ گیا۔ یہ مال تمھیں حلال ذریعے سے ملا، اب یہ تم پر وبال نہ بننے پائے۔ تمھیں صاف و پاک مال ایک ایسے شخص کی طرف سے ملا جو اس کے جمع کرنے میں لگا رہا اور کسی کو بھی نہ دیا۔ غلط طریقے سے اسے جمع کیا اور اس کا حق روکے رکھا۔ اس کے لیے سمندروں کی ظلمتوں اور بے آب و گیا صحراؤں کو بھی پار کیا۔ لیکن تم نے اس کے حصول میں ہاتھ تک میلا نہ کیا، نہ تمھاری پیشانی پسینہ آلود ہوئی۔ بے شک قیامت کا دن بڑی حسرتوں والا ہے اور کل کے دن سب سے بڑے افسوس کی بات یہی ہے کہ آپ اپنا مال کسی دوسرے بندے کے ترازو میں دیکھیں۔ ہائے افسوس ! یہ کیسی بڑی لغزش ہے جس کا ازالہ نہیں ہو سکتا، اور کیسا توبہ ہے جس کو حاصل نہیں جا سکتا[1]۔

مریض کے لیے دل سوزی اور دعا: ایک دفعہ آپ ابو نضرہ منذر بن مالک کو پوچھنے گئے۔ اُس نے کہا: 'اے ابو سعید ! ذرا میرے قریب ہو' ۔ جب آپ قریب ہوئے تو اُس نے آپ کے گردن پر ہاتھ رکھا اور آپ کے رخسار کو بوسا دیا۔ یہ منظر دیکھ کر آپ نے فرمایا: 'اے ابو نضرہ ! اگر قیامت کی ہولناکی کا خوف نہ ہوتا تو آپ کے بھائیوں میں سے بہت سوں کو اس سے خوشی ہوتی کہ وہ یہاں کا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چلے جائیں'۔ اس دوران لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ چند سورتوں کی تلاوت کریں۔ آپ نے سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے،

---

[1] العقدالفرید، ج: ۳، ص: ۱۴۸/۱۴۹

اللہ کی حمد و ثنا کی اور درود شریف پڑھا پھر کہا: 'اے اللہ ! ہمارا بھائی تکلیف میں ہے اور تو توسب سے بڑا مہربان ہے'[اس کی تکلیف کو دور کر]۔آپ کی دعا سن کر ابونضرہ رودیے۔حضرت حسن بصری اور تمام گھروالے بھی اپنے بھائی کی تکلیف پر رونے لگے۔ کہاجاتاہے کہ امام حسن بصری کو اس سے زیادہ روتے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ پھر ابونضرہ نے آپ سے تمناظاہر کی کہ آپ ہی میرا نماز جنازہ پڑھائیں[1]۔

آپ آخر عمر تک جنازوں میں شرکت کرتے۔آپ گدھے پر سوار ہو کرابو رجاء عطارُدِی[2] کے جنازے پر گئے اور اُن پر نماز جنازہ پڑھائی[3]۔

منکر پر حکیمانہ تنبیہ: ایک بار ایک شادی پر مدعو کیے گئے، تو چاندی کے ایک برتن میں آپ کو حلوہ پیش کیاگیا۔آپ نے اُس برتن سے حلوہ لے کر ایک روٹی پر رکھ دیا اور پھر اُس سے کچھ کھایا۔یہ دیکھ کر ایک شخص نے کہا: 'یہ خاموشی میں منع کرنا ہے'[4] کیونکہ آپ نے ایک لطیف اشارے سے چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع کیا۔

عام لوگوں کی مدد کے لیے نکل پڑنا

---

[1] الحلیہ، ج: ۳، ص: ۹۸۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابونعیم، حلیۃالأولیاء، ج: ۳، ص: ۹۸

[2] آپ کاپورا نام عمران بن ملحان عطارُدی ہے۔آپ روایت حدیث میں معتمد تھے۔۱۰۵ہجری میں وفات پائی۔تقریب، ج: ۲، ص: ۷۵

[3] ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۳۹

[4] مختصر منهاجالقاصدين: ۱۲۶۲

ایک آدمی آپ کے پاس آئے اور مدد کے لیے درخواست گزار ہوئے۔ آپ اس کے ساتھ نکل پڑے اس آدمی نے کہا: 'یہی نے ابن سیرین اور فرقد سَبَخِیسے بھی کہا، لیکن انھوں نے کہا کہ ایک جنازے میں شرکت کے بعد آپ کے ساتھ جائیں گے'۔امام حسن بصری نے فرمایا: اگر وہ لوگ اسی وقت آپ کے ساتھ چل پڑتے تو بہت بہتر ہوتا[1]۔

غلام کی آزادی کے لیے مدد: ایک مُکاتَب غلام آپ کی صحبت میں بیٹھا۔ اس نے آپ سے مدد کی درخواست کی۔ حضرت حسن نے اپنے صحبت نشینوں سے بات کی اور کہا: 'اپنے بھائی کی مدد کرو'۔ انھوں نے مدد کی۔ اس نے اپنا بدل کتابت ادا کیا اور کچھ پیسے باقی بھی بچے۔ اس بارے اس نے امام حسن بصری سے پوچھا تو آپ نے کہا: 'کیا تمھیں اس کی ضرورت ہے؟' اُس نے کہا: 'جی ہاں! آپ نے حکم دیا کہ تمھی اس کو استعمال کرلو'[2]۔

لوگوں میں صلح صفائی کی کوشش: بنی مجاشع کے ایک آدمی کہتے ہیں: حسن بصری ہمارے کسی خون کو معارف کرانے کے سلسلے میں سفارش کرنے گئے۔ متعلقہ شخص سے بات کی تو وہ مان گیا اور کہنے لگا کہ میں نے اللہ اور آپ لوگوں کی خاطر معاف کیا۔ حضرت حسن نے کہا: 'اسی طرح نہ کہو، بلکہ یوں کہو کہ پہلے اللہ کے لیے اور بعد میں آپ لوگوں کی خاطر اور اللہ تمھیں اچھا بدلہ دے'[3]۔

---

[1] الطبقات، ج:۷، ص:۱۶۹

[2] تفسیر الحسن البصري، اثر نمبر: ۴۴۲

[3] البیان والتبیین، ج:۱، ص:۲۶۱

ان واقعات سے پتا چلتاہے کہ آپ معاشرے کی ضروریات کو بطریقۂ احسن نبھاتے، جیسے یہ بھی معلوم ہوتاہے کہ معاشرے میں آپ کو بڑااثر رسوخ حاصل تھااور آپ جب کبھی کوئی برائی دیکھتے تو خاموش نہ رہتے، بلکہ صاف طور پر اس سے منع کرتے۔

امرااور حکام سے برتاو:

نیک اور عادل حکمرانوں خصوصاً خلیفۂ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بہت عزت کرتے تھے۔ان کے تحفے تحائف قبول کرتے اور ان کی خیر خواہی چاہتے۔ خلیفۂ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی آپ کااحترام کرتے تھے۔آپ کی نصیحت سنتے اور قضاوافتاکے بارے میں آپ کی آراکو بڑی اہمیت دیتے۔ لیکن جابر وفاسق حکمرانوں کی مذمت کرتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ حق وانصاف پر سختی سے کاربند تھے اور باطل وظلم کو بالکل ناپسند کرتے۔

حکمرانوں کی حالت: آپ سے پوچھا گیاکہ اے ابوسعید! آپ حکمرانوں کو کیسا پاتے ہیں؟ فرمانے لگے: 'میں ان سے ملتاہوں تو دیکھتاہوں کہ وہ ہر اونچی جگہ پر ایک یادگار بناکر فضول حرکتیں کرتے ہیں اور بڑی عالیشان کوٹھیاں بناتے ہیں، گویاہمیشہ اس دنیامیں رہیں گے اور جب کسی کو پکڑ کرتے ہیں، توپکے ظالم وجابر بن کر پکڑ کرتے ہیں'[1]۔

ایک حاکم کو نصیحت: آپ ایک حاکم کے پاس گئے۔اس نے حد کو قائم کرنے میں شریعت میں مقررہ کوڑوں سے تجاوز کیاتھا۔اس سلسلے میں آپ نے اس سے بات کی جب دیکھا کہ وہ

---

[1] اِبوحیان توحیدی، البصا ئر، ص: ۵۵/۵۴[مطبعۃ لجنتہ التالیف والترجمۃ، ط: ۱۳۷۳ھ، تحقیق: اِحمد امین والسید احمد سقر]

نصیحت قبول کرنے پر آمادہ نہیں تو آپ نے کہا: 'دیکھو بھائی ! مقررہ حد سے زیادہ کوڑے جو تم لگاتے ہو، وہ تم اپنے آپ پر ہی برساتے ہو۔ اب تمھاری مرضی ! کم مارو یا زیادہ'۔ ایسی حالت میں اکثر آپ یہ آیت تلاوت فرماتے :

ئۈ ئۇ ئۆ ئۆ[1][البقرة:۱۷۵]

وہ کون سی چیز ہے جس نے ان کو جہنم کی آگ پر اس قدر صبر دیا ہے۔

ایک حکمران کی غلط تاویل پر گرفت: ایک دن بصرہ کے والی نضر بن عمرو نے آپ کو بلا بھیجا۔ جب آپ آئے تو وہ کہنے لگا: اے ابو سعید ! اللہ تعالیٰ نے دنیا اس کے اندر خوبصورت لباس اور زیب وزینت کی چیزیں اپنے بندوں کے لیے ہی پیدا کیں۔ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :پ پ پ پ ٺ ٺ ٺ ٺ (۴)[اعراف:۳۱]

کھاؤ، پیو اور اسراف مت کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

۴۔ یہ بھی ارشاد ہے :

ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ڈ ڈ ڤ ڤ ڤ ڤڤ ڦ ڦ ڦ ڄ ڄ ڄ ڄ ڃ ڃ ڃ ڃ[2][اعراف: ۳۲]

کہو کہ آخر کون ہے جس نے زینت کے اس ساز وسامان کو حرام قرار دیا ہو جو اللہ نے بندوں کے لیے پیدا کیا اور اسی طرح پاکیزہ رزق کی چیزوں کو؟ کہو کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں، اُن کو یہ نعمتیں جو دنیا میں ملی ہوئی ہے قیامت کے دن خالص انھی کے لیے ہوں گے۔

---

[1] الجاحظ، كتابُ الحيوان، ج: ۵، ص: ۱۰۰[مصطفیٰ البابی مصر، ط: ۱، سنۃ ۱۳۶۳ھ۔]
[2] [اعراف: ۳۲]

حضرت حسن بصری نے جواب میں کہا: 'اے بندے ! اللہ سے ڈر، اور ان خواہشاتِ نفسانی سے دور رہ جو تمھارے اندر پک رہے ہیں ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ کسی کو بھی دنیا وآخرت کی بھلائی صرف خواہش نفسانی اور آرزو کی بنیاد پر نہیں دی گئی۔ یہ دو الگ جگہیں ہیں۔جو یہاں عمل کرے گا وہاں اس کا بدلہ پائے گا اور اس دنیا میں بھی اُسے وہ مل کر رہے گا جو اس کی تقدیر میں ہے اور جس نے بیکاری کی زندگی اختیار کی، اس نے ان سب جگہوں میں تاوان ہی کیا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو اپنے لیے چُنا اور اُن کو پیغمبر اور رحمت بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے اُسے رسول بنایا اور اس پر ایک نگران کتاب نازل کی، دین میں اس کے لیے حدود قائم کیں۔اور ان حدود کے لیے ایک مدت مقرر کر دی، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ئو ئۇ ئۇ ئۆ ئۆ ئۈ ئۈ ئې[احزاب:۲۱]

یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔

اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اُن کے فرمان پر عمل کریں۔اُن کی سیرت کو اپنائیں ان کے طریقوں پر چلیں اور اُن کی سنت کی پیروی کریں۔سو جس حد تک ہم عمل کر سکیں تو وہ خدا کی فضل ورحمت کا نتیجہ ہے، اور اگر کوتاہی ہوئی تو ہمیں چاہیے کہ اسی سے مدد و مغفرت کے طلبگار ہوں۔یہی ہماری خلاصی کا ذریعہ ہے۔

جہاں تک خواہشوں اور آرزوؤں کی بات ہے، تو اس میں کوئی بھلائی نہیں اور نہ ان کے چاہنے والے بھلے ہیں'۔ نضر نے جب یہ تقریر سنی تو کہنے لگا: 'اے ابو سعید ! قسم خدا کی کہ ہمارس اس حالت میں بھی ہم اپنے رب سے محبت کرتے ہیں'۔ توامام حسن بصری نے

جواب میں کہا: 'یہی بات چند لوگوں نے رسول اکرم اکے زمانے میں کی تھی، تو اللہ تعالی نے یہ آیتیں نازل کیں:

ﭳ ﭴ ﭵ ﭶ ﭷ ﭸ ﭹ ﭺ[آل عمران:۳۱]

اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ بھی تم سے محبت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی اتباع کو محبت خداوندی کی علامت ٹھیرایا ہے، اور اس شخص کو جھٹلایا ہے جو اس کے خلاف کرتا ہے۔ اس لیے اے بندۂ خدا ! دل میں اللہ سے ڈر۔ خدا کی قسم ! تم سے پہلے اسی عہدے پر میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ وہ تخت پر براجمان ہوتے اور عالیشان سواریاں اُن کے لیے گھٹنے ٹیک دیتیں اور تکبر ودکھادے کی خاطر وہ اپنی دامنوں کو زمین پر کھینچتے۔ وہ پختہ مکانات تعمیر کراتے اور اپنے پیچھے بڑی بڑی نشانیاں چھوڑتے۔ کپڑوں اور ملبوسات میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے۔ ان کو اُن کی بادشاہت سے نکالا گیا اور انھوں نے جو دنیاوی مال ومتاع جمع کیا تھا وہ اُن سے چھینا گیا۔ وہ اپنے رب کی طرف چلے گئے اور اپنے اعمال کے مطابق اُن کو ٹھکانہ ملا۔ پس قیامت کے دن اُن کے لیے ہلاکت ہے اور ہائے افسوس ! اُن کے لیے اُس دن تباہی ہے، جس دن آدمی اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بچوں سے بھاگے گا، ان میں سے ہر ایک کی ایسی حالت ہوگی جو اس کو دوسرے سے بیگانہ کردے گی[1]۔

امرا کے دروازوں پر جھکنے سے پرہیز

---

[1] ابن الجوزی، الحسن، ص: ۷۵/۷۴

امام حسن بصری نے اپنے علم کو امرا کے سامنے جھکنے سے بچایا۔آپ نے کبھی شاہی محلات کے دروازوں کی طرف نظر نہیں اٹھائی، نہ ہی کسی بادشاہ کی چوکھٹ کو پار کیا، نہ کسی حاکم کی پیشانی کو بوسادیا، بلکہ امرا اور حکام ہی آپ کی پیشانی چومتے۔ قرا و علما کا بادشاہوں اور عہدے داروں کی طرف جانا اور اُن کے در پر پڑا رہنا آپ کو انتہائی ناگوار تھا۔آپ ان اہل علم سے نفرت کرتے جو ان کے دروازں کے پاس بھٹکتے پھرتے اور ان کے حق میں بد دُعا کرتے۔ابن ہُبیرہ کے دروازے پر جب آپ نے ایک جماعت دیکھی تو آپ نے کہا: 'تم لوگ کیوں یہاں بیٹھے ہو؟ کیا ان گندے لوگوں کے پاس جانا چاہتے ہو؟ خبردار! نیک لوگ ان جیسے لوگوں کے پاس نہیں بیٹھا کرتے۔ جاؤ یہاں سے منتشر ہو جاؤ! خدا تم لوگوں کو مار دے، تم اپنے پاؤں سے کیسے یہاں چل کے آتے ہو؟ تم لوگوں نے اپنے کپڑے اتار پھینکے ہیں اور اپنے بال کاٹ دیے ہیں! تم نے قرا اور علما کو بدنام کر دیا، اللہ تمھیں رسوا کرے۔

بخدا! اگر تم لوگ ان کے مال و دولت سے منہ موڑ لو تو تمھارے پاس جو عظیم دولت ہے، وہ اس کی طرف راغب ہو جائیں۔ لیکن تم کو تو ان کی چیزوں کی لت پڑ گئی؛ اس لیے انھوں نے تمھاری دولت سے منہ موڑ لیا۔اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے کوسوں دور لے جائے'[1]۔

حضرت حسن بصری امرا کے پاس صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے جاتے۔امرا اور حکام بھی آپ کی مجلس میں آتے؛ تاکہ آپ کے مواعظ سنے۔ کئی بار حجاج کسی آپ کی

[1] حلية الأولياء، ج: ۲، ص: ۱۵۱ [المكتبة السلفية]

مجلس میں آیا، لیکن آپ اپنی جگہ سے نہیں اٹھے، بلکہ اس کے لیے ذرا گنجائش بنا لیتے۔ وہ آپ کے پاس ہی بیٹھتا۔ آپ جس موضوع پر بولتے اس کو بالکل نہ بدلتے [1]۔

انقلابات کے بارے میں موقف

آپ نے ان تمام انقلابات میں شرکت سے گریز کیا جو جنگ صفین کے بعد پیش آئے۔ اپنے شاگردوں اور دوستوں کو بھی یہی تلقین کرتے کہ گھروں میں بیٹھے رہیں اور شرکت نہ کریں۔

حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب کبھی کوئی لڑائی ہوتی، تو حضرت مطرف بن عبداللہ [2] اس میں شامل ہونے سے روکتے اور خود دور چلے جاتے، جبکہ حضرت حسن بصری روکتے، لیکن اپنی جگہ ہوتے۔ حضرت مطرفیہ دیکھ کر کہتے: حسن بصری کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دوسروں کو سیلاب کے آنے سے ڈرائے، لیکن خود اس کے کنارے کھڑا ہو [3]۔

---

[1] ۲۔شذرات الذھب، ج:۱، ص: ۱۴۲

[2] آپ کا پورا نام حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر ہے۔آپ پر حدیث کی روایت میں اعتماد کیا جاتا تھا۔آپ ایک نہایت عبادت گزار اور عالم آدمی تھے۔۹۵ہجری میں وفات پائی۔تقریب، ج: ۲، ص: ۲۵۳

[3] ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۴۲

علامہ جاحظ لکھتے ہیں: امام حسن اور امام ابن سیرین دونوں نے قبیلۂ ازد اور تمیم کے درمیان طویل لڑائی میں بالکل شرکت نہیں کی[1]۔

حجاج کے خلاف بغاوت میں آپ کا موقف: سلیمان بن علی ربعی کہتے ہیں کہ جب ابن اشعث نے حجاج کے خلاف بغاوت کی تو عقبہ بن عبدالغافر، ابوجوزاء اور عبداللہ بن غالب اپنے چند ساتھیوں سمیت حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: 'اے ابوسعید! آپ کا اس سرکش وجابر حجاج سے لڑائی کے بارے میں کیا رائے ہے، جس نے خونِ ناحق بہایا، مالِ حرام لیا اور یہ یہ بُرائیاں کیں؟' آپ نے کہا: 'میرا تو خیال یہ ہے کہ تم اس سے مت لڑو، کیونکہ اگر وہ خدا تعالی کی طرف سے ایک عذاب ہے، تو تم اس کو اپنی تلواروں سے نہیں ٹال سکتے، اور اگر وہ آزمائش ہے تو پھر صبر کرو، جب تک اللہ تعالی اپنا فیصلہ اتار نہ لیں اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں[2]۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ لوگ یہاں سے نکل پڑے اور کہنے لگے: 'ہم تو اسی مفکر ومدبر ابن اشعث کی مانیں گے'۔ یہ عرب لوگ تھے جو ابن اشعث کے ساتھ ہوئے۔ بعد میں یہ سب لوگ لڑائی میں کام آئے[3]۔

بغاوت میں شرکت سے احتراز

ابن الاشعث نے حضرت حسن بصری کو بھی حجاج کے خلاف لڑنے کے لیے مجبور کیا اور آپ سے یہ کہا: 'اگر آپ کو اس سے خوشی ہو کہ ارد گرد کے سارے لوگ قتل ہو جائیں، جیسا کہ

---

1 جاحظ، البرصان، ص: ۸ [دارالاعتصام بیروت، سنة ۱۳۹۲ھ۔]

2 ۴۔ سورۃ اعراف، آیت: ۸۷

3 ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۶۳/۱۶۴

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے ارد گرد سب قتل ہو گئے، تو پھر مت نکل '، آپ پر زور کر کے اپنے ساتھ نکالا[1]۔ آپ بے دلی سے ساتھ ہو لیے[2]۔ لیکن موقع پاتے ہی اُن سے غائب ہو کر پیچھے رہ گئے۔

ابن عون کہتے ہیں: میں نے آپ کو دو پلوں کے درمیان دیکھا کہ آپ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے ہیں۔ جب وہ لوگ آپ سے بے خبر ہوئے، توآپ نے دریامیں چھلانگ لگایا اور بمشکل تیرتے ان سے پیچھا چھڑایا۔ بہت ممکن تھا کہ اس دن آپ دریا میں ڈوب جاتے[3]۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے بہت ساری بغاوتوں اور انقلابات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، جن میں ہزاروں بے گناہوں کا خون بہایا گیا اور صرف مال وزر اور حب جاہ کے لیے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار وافتراق پیدا ہوتے ہوئے دیکھا تھا؛ اس لیے آپ نے ہمیشہ ان میں شرکت سے گریز کیا[4]۔

---

[1] ایضًا

[2] ایضًا

[3] ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۶۳/۱۶۴

[4] حدیث میں ہے: عنقریب تم پر ایسے حکمران آئیں گے جن کی بعض باتوں کو آپ معروف جانیں گے اور بعض کو آپ منکر جانیں گے۔ سو جس نے برائی کو اپنی زبان سے بُرا کہا وہ بَری ہو گیا اور جس نے دل سے بُرا کہا وہ بھی بری ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: 'اے اللہ کے رسول ! ہم انھیں قتل نہ کریں؟' آپ نے فرمایا: 'نہیں، جب تک وہ نماز پڑھیں'۔ صحيح مسلم، حدیث نمبر: ۱۸۵۴، سنن أبي داود، ج: ۵، ص: ۱۱۹، حدیث نمبر: ۴۷۶۰ اور ۴۷۶۱، سنن البيهقي، ج: ۸، ص: ۱۵۸

دوسرا باب: **علمی مقام ومرتبہ**

فصل اول

لغت، نحو اور بلاغت میں مقام

علوم لغت میں مہارت:

حضرت حسن بصری لغت کے امام تھے۔اس کے اصول و قواعد پر مضبوط گرفت رکھتے تھے۔ مفردات وتراکیب سے بھرپور واقفیت تھی، خصوصیاتِ زبان کو بخوبی سمجھتے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے عربی زبان وادب اور قرآن وسنت کی درس گاہ میں پرورش پائی۔ ام

المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہاکے گھر میں آپ کی تربیت ہوئی [1]۔اور عرب کے چنیدہ لوگوں کے سامنے آپ نے زانوے تلمذ تہہ کیا، جن کاماخذ ودلیل لغت میں اصحاب رسول ﷺ تھے۔

ایک قاری جب زہد ورقاق، سیرت وتاریخ، قرآن وحدیث کے انجانے کلمات اور لغت وادب کی کتابوں میں امام حسن بصری کے ہزاروں اقوال دیکھتاہے، تو محو حیرت ہو جاتا ہے کہ آپ نے سینکڑوں ایسے انجان کلمات کو استعمال کیا، جنھیں لغت کی کتابوں کی طرف رجوع کیے بغیر ہر ایک نہیں سمجھ سکتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اقوال ومواعظ میں اتنے بھاری مقدار میں اجنبی کلمات کااستعمال لغت پر آپ کی مضبوط گرفت کاپتا دیتاہے۔اس کے ساتھ ساتھ ان کلمات کے استعمال سے ان کی اجنبیت اور پوشیدگی بھی ختم ہو گئی ہے اور یہ بقاے دوام کی حیثیت اختیار کر گئیں۔

ائمہ فن کااعتراف

لغت میں آپ کی امامت کی گواہی لغت وقراءت کے مشہور امام ابوعمرو بن علاء نے بھی دی ہے[1]۔اسی طرح لغت میں آپ کے بلند رتبے کااعتراف روبہ بن عجاج [2] نے بھی کیاہے، جو اپنے زمانے میں غیر مانوس اور اجنبی کلمات کاشاعر ماناجاتاہے۔

---

[1] علما فرماتے ہیں کہ آپ کو یہ فصاحت ام سلمہ رضی اللہ عنھاکی برکت سے نصیب ہوئی۔ابن سعد، الطبقات،ج:۷،ص:۱۵۷

علوم بلاغت کے بڑے بڑے شناوروں نے امام حسن بصری کے اقوال سے استشہاد کیا ہے۔ جیسے عبداللہ بن ابی اسحاق اور جاحظ وغیرہ نے۔

عیسیٰ بن عمر کہتے ہیں: ہم حسن بصری کے ساتھ جارہے تھے اور ابن ابی اسحاق بھی ہمارے ساتھ تھے۔اس لمحے حسن بصری نے فرمایا:

حادِثوا هذهالنُفوسَ,فإنهاطُلَعَة,و لاتَدَعُو هَافَتَنز عبكمإلىٰشرِّ غايةٍ.

اپنی نفوس کو صاف کرلیا کرو، کیونکہ یہ اپنی خواہشات کی طرف بہت زیادہ میلان کرتے ہیں۔انھیں آزاد مت چھوڑو، ورنہ یہ تم کو بُرے انجام سے ہمکنار کردیں گے[3]۔

لفظ صاعقہ کی تشریح: جاحظ اپنی کتاب کے ایک باب من قتلت الصواعق والریاح یعنی جن کو آسمانی بجلی اور طوفان نے مار دیا، میں لکھتے ہیں:

"حسن بصری لفظ صاعقہ کو صاقعہ کہتے تھے اور بتاتے کہ صواعق تو وہ عذابات ہیں، جو پہلی امتوں پر نازل ہوئے۔ یہ آج کل کی جو بجلیاں ہیں، یہ ان کے نزدیک صواقع تھے۔ میں نہیں

---

[1] ا۔ قراء ات سبعہ کے سات مشہور ائمہ میں سے ایک ہیں۔ ۱۵۴ہجری کو وفات پائی۔ ذہبی، معرفة القُرَّاء الكِبَار، ج:ا، ص: ۸۳ [دارالتالیف مصر، ط:ا]

[2] ۲۔ روبہ بن العجاج تمیمی: لغت میں امامت کے درجے پر فائز تھے۔ ۱۴۵کو وفات پائی۔سیر أعلام النبلاء، ج:٦، ص: ۱۶۲

[3] ابوسعید حسن بن عبداللہ سیرافی: أخبار النحويين البصريين، ص: ۹[دارالاعتصام القاہرہ، تحقیق: د۔ محمد ابراہیم البناء]

جانتا کہ اس معنی کی بنیاد کیاہے، لیکن جو انھوں نے کہا وہ اسے خوب جانتے ہیں اور انھیں حق حاصل ہے کہ لغت میں کوئی بات کہہ دیں"[1]۔

لغت اور غیر مانوس الفاظ کی کتابوں میں آپ کے اقوال کو بہت سے لوگوں نے دلیل کے طور پر پیش کیاہے، جیسے امام ابن قتیبہ[2]، علامہ زمخشری[3]،علامہ جوہری[4]،امام راغب اصفہانی[5]،علامہ ابن اثیر جزری[6]،ابن منظور[7] اور ان کے علاوہ دیگر ماہرین لغت نے۔

ابوعالیہ پر گرفت: حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں: میں، حسن بصری،ابوعالیہ ریاحی اور نصر بن عاصم جحدری زبانی تلاوت کیا کرتے۔ ایک دن ایک شخص نے ابوالعالیہ ریاحی سے سوال کیا:

ﭽﭾﭿﮀ[الماعون: ٥]

---

1 جاحظ، البرصان والعرجان والعميان والحولان،ص:٢٥٦

2 ابن قتیبہ نے اپنی کتاب غريب الحديث میں امام حسن بصری کے سو سے زائد آثار واقوال سے استشہاد کیاہے۔

3 زمخشری نے اپنی کتاب الفائق میں آپ کے ایک سو پچاس سے زائد آثار سے اشتہاد کیاہے۔

4 جوہری نے اپنی کتاب الصِحَاح میں بہت سے مواقع پر آپ کے آثار سے استشہاد کیاہے۔

5 امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب المفردات في غريب القرآن میں آپکے آثار سے استشہاد کیاہے۔

6 ابن الاثیر نے اپنی کتاب النهاية في غريب الحديث میں آپ کے ایک سو پچاس سے زیادہ اقوال کاسہارالے کر دلیل کے طور پر پیش کیے ہیں۔

7 ابن منظور نے لسان العرب میں آپ کے اقوال کاسہارالیاہے۔

اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ ابوالعالیہ نے جواب دیا: 'یہ وہ شخص ہے جس کو یہ پتانہ ہو کہ اُس نے جفت رکعتوں پر سلام پھیرا یا طاق رکعتوں پر'۔

حسن بصری نے فرمایا: 'ایسا نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نمازوں کی اوقات سے غافل رہتے ہیں، حتیٰ کہ ان کی نماز چھوٹ جاتی ہے'[1]۔

اسی طرح آپ نے فاور عن کے درمیان فرق ملحوظ رکھا؛ کیونکہ اگر وہ معنی مراد لیا جائے، جو ابوالعالیہ نے بیان کیا تو پھر قرآن کی عبارت یوں ہونی چاہیے تھی:

الَّذِيْنَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ وہ لوگ جو نمازوں میں غفلت کرتے ہیں۔

تفسیر میں یہ باریکی لغت پر کامل دسترس کے مرہونِ منت تھی کہ اس طرح آپ حروف وکلمات کے معنوں کو گہرائی میں جاکر سمجھتے اور ان نکتوں تک پہنچ جاتے، جن سے آپ کے معاصرین قاصر تھے۔ علامہ زرکشیامام حسن بصری اور حضرت ابوالعالیہکے درمیان اس بحث کو نقل کرنے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: 'بلا شبہ ہر معنی خیز کلمہ کی قرآنی بلاغت سے ماہر لوگ واقف ہوتے ہیں'[2]۔

عربی سیکھنے کی ترغیب

---

[1] ا۔تفسیر عبدالرزاق، ص: ۱۷۴[مخطوط]، تفسیر مجاهد، ص: ۱۸۷[مطابع الدوحۃ الحدیثۃ، ط: ۱۳۹۶ھ]تفسیر الحسن البصري میں یہ ۲۳۸۴ نمبر اثر ہے۔

[2] البرهانفيعلومالقرآن، ج:۱، ص: ۲۹۴[دارالمعرفۃ بیروت، ط: ا۔ ۱۳۹۱ھ]حضرت ابن عباس سے بھی اس آیت کے ذیل میں 'فی' اور 'من' کے درمیان اسی طرح کافرق نقل کیا گیا ہے۔

امام حسن بصری لوگوں کو عربی سیکھنے کی ترغیب دیا کرتے۔اُن سے عربی سیکھنے والے چندلوگوں کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب دیا: وہ بہت اچھا کررہے ہیں کہ اپنے نبی اکی زبان سیکھ رہے ہیں[1]۔

یحیٰی بن عتیق کہتے ہیں: میں نے حضرت حسن بصری سے پوچھا: 'آپ کااس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے، جو عربی اس لیے سیکھتا ہے کہ گفتگو اچھی طرح کرسکے اور درست طریقے سے عبارت پڑھ سکے؟'جواب دیا کہ بہت اچھا ہے میرے بھائی! آپ بھی سیکھ لیں؛ کیونکہ ایک آدمی قرآن کی آیت پڑھتا ہے، لیکن اس کے معنی سے ناواقف ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے[2]۔

زبان میں غلطی کرنے پر تنبیہ

آپ ان لوگوں کی مذمت کرتے جو لغت میں غلطی کرتے ہیں اور اُن کو تنبیہ کرتے۔ایک بار حضرت بتی[3] نے امام حسن بصری سے کہا:

يا أبا سعيد! ماتقول في رجل رُعِفَ في الصلاة؟

اے ابوسعید! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس کی نکسیر دورانِ نماز پھوٹے۔

---

[1] قرطبی، التذكار فيأفضل الأذكار، ص: ۱۲۴[دارالبیان دمشق، تحقیق: عبدالقادرارناووط، ابراہیم ارناووط]

[2] ابن الانباری، إيضاح الوقف والابتداء، ج:ا، ص:۲۷[مجمع اللغة العربية دمشق، ۱۳۹۱ھ۔]

[3] البِتّی: آپ کانام عثمان بن مسلم البتی ہے۔ روایت حدیث میں آپ سچے تھے۔۱۴۳ہجری کو وفات پائی۔ تقریب، ج:۲، ص:۱۴

حضرت حسن نے فرمایا: ' ذرا دیکھو تو ! یہ وہ شخص ہے جو لوگوں کو عربی سکھاتا ہے اور خود حالت یہ ہے کہ رَعَف کی جگہ رُعِفَ کہہ رہا ہے'۔ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے اُس سے کہا: مارُعِفَ نہیں، شاید آپ مارَعَفَکہنا چاہتے ہیں[1]۔

تفسیر میں لغت عربی کی طرف رجوع

ڈاکٹر عمر یوسف نے اپنی کتاب میں : 'امام حسن بصری کا اپنی تفسیر میں لغتِ عرب کی طرف رجوع 'کے عنوان سے بعض مثالیں بیان کی ہیں، وہ لکھتے ہیں :

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ﮬﮭﮮﮯ[یوسف،آیت : ۲]

ہم نے قرآن کو عربی میں نازل کیا تاکہ تم اسے سمجھو۔

دوسری جگہ فرمان ہے:

ﮒﮓﮔﮕ،ﮖﮗﮘﮙﮚ،ﮛﮜﮝ[الشعراء]

اس قرآن کو روح امین [جبرائیل علیہ السلام] نے اتارا، تمھارے دل پر تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو جائے واضح عربی زبان میں۔

---

[1] الفائق، ج: ۲، ص: ۴۲۱/۴۲۲، چنانچہ فائق میں ہے: اس لیے کہ 'رعف رکے فتحہ کے ساتھ اور کبھی کبھی عین کے ضمے سے بھی پڑھا جاتا ہے، لیکن لغت کے اعتبار سے یہ ضعیف ہے اور را کے ضمہ اور عین کے فتحہ کے ساتھ عوام میں مشہور ہے۔

بہت سارے علما کی شہادت سے یہ ثابت ہے کہ حضرت امام حسن بصری لغت کے بلند پایہ عالم اور اس پر بڑی قدرت رکھتے تھے، حتیٰ کہ حضرت ابو عمرو علاء[1] جیسی ہستی نے کہا: 'میں نے حسن بَصری اور حجاج بن یوسف سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں پایا'۔ اُن سے پوچھا گیا کہ پھر ان دونوں میں کون زیادہ فصیح تھا؟ جواب دیا: 'حسن بصری'[2]۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو یہ کہہ دیتا کہ قرآن حضرت حسن بصری کی زبان میں نازل ہوا ہے؛ کیونکہ وہ بڑے فصیح ہیں[3]۔ ابنِ عون[4] نے فرمایا: میں فصاحت میں حسن بصری کے لہجے کو روبہ بن عجاج کے لہجے سے تشبیہ دیتا[5]۔

تفسیر میں لغت کی طرف رجوع کی چند مثالیں

عربیت کا یہ گہرا فہم تفسیر قرآن میں آپ کے بہت کام آیا۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

سورتِ بقرہ کی آیت:

ﭨﮥﮦﭤﮨﮩﮬﮭﮮ [البقرة:٦١]

---

[1] آپ کا پورا نام ابو عمرو بن العلاء بن عمار مازنی نحوی بصری ہے۔ آپ قراے سبعہ کے سرخیل مانے جاتے ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت انس، ابو رجاء اور ابن سیرین جیسے حضرات ہیں اور مشہور شاگرد حماد بن زید اور شعبہ ہیں۔ ابن معین جیسے افراد نے آپ کو روایت حدیث میں ثقہ فرمایا ہے۔ ۱۵۴ہجری کو آپ نے داعی اجل پر لبیک کہا۔ خلاصة الخزرجي، ص: ۴۵٦

[2] ابن الجوزی، الحسن البصري

[3] ابن الجوزی، غاية النهاية فی طبقات القراء، ج: ۱، ص: ۲۳۵

[4] ابن عون: آپ کا پورا نام عبداللہ بن عون بن ارطبان مزنی ہے۔ آپ ابو عون خراز کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ۱۵۱ہجری کو وفات پائی۔ خلاصة الخزرجي، ص: ۲۰۹

[5] ابن سعد، طبقات، ج: ۷، ص: ۱٦٦

میں 'فومھا' کی تفسیر آپ نے حَبّ [بیج] سے کی[1]۔

ﮇ ﮈ ﮉ ﮊ ﮋ ﮌﮍ[بقرۃ:۲۲۶]

وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ایلا کرتے ہیں،

اس آیت میں ﮈ کی تفسیر آپ نے یحلفو نیعنی 'وہ قسم کھاتے ہیں' سے کی[2]۔

ﯓ ﯔ ﯕ ﯖ ﯗ[انعام،آیت:۱۰۰]

ان مشرکین نے اس (اللہ) کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں،

آپ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: خر قوا راء کی تخفیف کے ساتھ ایک عربی لفظ ہے۔جب ایک آدمی بھرے مجلس میں جھوٹ بولتا،تو اس کے بارے میں کہاجاتا: خَرَق وَرَبِّ الکعبۃ،یعنی رب کعبہ کی قسم کہ اُس نے جھوٹ بولا[3]۔

ﯛ ﯜ ﯝ ﯞ [الاسراء:۱۰۲]

اور اے فرعون! میں تجھے ہلاک شدہ خیال کرتا ہوں۔

اس آیت کی تفسیر میں مثبوراًکا معنی مُہلَکاًہلاک شدہ سے کیا ہے[4]۔

امام حسن بصری کی تفسیر اور علم نحو

---

1 تفسير ابن أبي حاتم،ج:۱،ص:۴۲

2 محمد سید طنطاوی،التفسير الوسيط

3 تفسير القرطبي،ج:۷،ص:۵۳

4 ا۔ شوکانی,فتح القدیر ،ج:۳،ص:۲۶۳

جہاں تک نحوی پہلو کا تعلق ہے تو وہ بھی آپ کی تفسیر میں بالکل نکھر کر سامنے آگیاہے۔ تفسیر میں اس علم کی بڑی اہمیت ہے۔اسی وجہ سے توعلامہ سیوطی الاتقان میں لکھتے ہیں: 'علم نحو کے فوائد میں سے ایک معنی کا پہچاننا بھی ہے؛ کیونکہ اِعراب ہی معانی میں تمیز پیدا کرتے اور بات کرنے والے کی مراد سے واقف کراتے ہیں[1]۔

تفسیر میں علم نحو کا استعمال

مثال کے طور پر جب آپ: ئۇ ئۈ ئۆ ئۆ [البقرة:١٧٥]

کی تفسیر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں:

'ما' تعجب کے لیے ہے۔امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ یہی جمہور کا بھی مذہب ہے[2]۔

ئە ئو ئو ئۇ ئۇ ئۆ ئۆ ئۈ[آل عمران: ٨٣]

حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں،ان سب نے اللہ ہی کے سامنے گردن جھکار کھی ہے (کچھ نے) خوشی سے (کچھ نے) ناچار ہو کر۔

کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں: ئۆ ئۈ دونوں مصدر ہیں، جو حال کے مقام میں واقع ہیں[3]۔

---

[1] ۲۔سیوطی, الإتقان، النوع الحادی والاربعون فی معرفۃ عرابہ، ج: ۲، ص: ۳۰۹-۳۱۹، زرکشی,البرھان،ج:۱،ص:۳۰۱/۳۰۸

[2] تفسير القُرطُبي،ج:۲،ص:۲۳٦

[3] تفسير القرطبي،ج:۴،ص:۱۲۸

ٹ ڈ ڈ ڤ[الاعراف: ۱۹۸] اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف بلائیں گے۔

کی وضاحت کے وقت ارشاد فرماتے ہیں کہ ڈمیں جو ہُم ضمیر ہے، یہ کفار کی طرف لوٹتی ہے ۔[1]

ھ ہ ھ ھ[التوبۃ: ۷۷]
نتیجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر نفاق ان کے دلوں میں جما دیا ہے،
کے بارے میں فرماتے ہیں: ھ میں ہو ضمیر کا مرجع بخل ہے [2]۔
ژ ک ک ک ک گ [ابراہیم: ۴۶]
چاہیے ان کی چالیں ایسی ہی کیوں نہ ہو جس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں،
کے بارے میں ارشاد ہے: اِن نافیہ ہے، لِتَزُولَ کا لام جحُود کے لیے ہے اور کَانَ تامّہ ہے [3]۔

علم نحو میں آپ کی امامت وجلالتِ شان

امام حسن بصری نحو میں بھی امام اور حجت تھے۔ بڑے بڑے نحویوں نے آپ کی شاگردی کی۔ آپ فرمایا کرتے: اللہ تم لوگوں کو توفیق دے، علم کو اَدیان کے جاننے کے لیے سیکھو، طب کو اَبدان کے لیے اور نحو کو زبان کے لیے [4]۔ ایک آدمی نے آپ سے پوچھا: 'کیا وجہ ہے

---

1 تفسير ابن أبي صياف، ج: ۴، ص: ۷۴۴

2 الكشاف، ج: ۲، ص: ۲۰۴/۲۰۳

3 تفسير الآلوسي، ج: ۱۳، ص: ۱۳۵۱

4 ابن الجوزی، الحسن، ص: ۳۴

آپ زبان میں بالکل غلطی نہیں کرتے ؟ 'آپ نے جواب دیا: ' میرے بھتیجے ! میں غلطی کے زمانے سے آگے نکل چکا ہوں '[1]۔

آپ فرزدق، کمیت، ذوالرمہ اور ان کی جماعت کے دیگر شاعروں کی غلطیاں پکڑتے اور ان کو مولدین کے طبقے سے سمجھتے [2]۔یہ لغت ونحو میں آپ کی جلالتِ شان اور لغوی اور نحوی ذخیرے پر بھرپور اعتماد و بھروسے کی دلیل ہے۔

نحوی غلطیوں پر گرفت

نحوی غلطی کو آپ کسی صورت برداشت نہیں کرتے تھے۔جب ایک بار حضرت بتی نے آپ کو پکارا اور کہا: ' یا ابوسعید ! ' تو آپ غصہ ہو کر کہنے لگے: 'کیا چند ٹکوں کے کمانے نے آپ کو اس سے روکا کہ آپ [اباسعید کے بجائے [ابوسعید کہتے ہیں '[3]۔

ایک آدمی نے امام حسن بصری کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا: ' یا ابوسعید ! ' آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر اس نے پکارا: ' یا ابی سعید ! ' آپ نے جواب میں فرمایا: تیسرا اعراب جب کہہ دو تو پھر داخل ہو[4]۔

---

1 ابن ابی شیبہ، المصنف، ج: ا، ص: ۴۵۸، اثر نمبر ۹۹۶۹، اور امام ابن جوزی کی الحسن، ص: ۳۴

2 ۳۔ عبدالقادر بغدادی، خزانۃ الأدب، ج: ا، ص: ٦ [مکتبۃ الخانجی، القاہرہ، سنۃ ۱۹۷۹، تحقیق : عبدالسلام محمد ہارون]

3 ۔ ابن الجوزی، الحسن: ص ۳۴

4 یاقوت الحموی: معجم الأدباء، ج: ا، ص: ۷۹ [عیسی البابی الحلبی مصر، الطبعۃ الاخیرۃ]

آپ فرماتے تھے: جو قرآن میں غلطی کرتا ہے وہ اللہ تعالی کو جھٹلاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

ﮓ ﮔ ﮕ ﮖ ﮗ ﮘ ﮙ ﮚ ﮛﮜ ﮝ ﮞ ﮟ ﮠ ﮡ ﮢ[فصلت:۴۲]

حالیکہ غلطی باطل سے بڑھ کرہے[1]۔آپ سے سوال کیاگیا: 'ہمارا ایک امام ہے جو قرآن پڑھنے میں غلطی کرتا ہے'۔آپ نے جواب دیا: 'اس کو ہٹادو'[2]۔

ان کے علاوہ بہت سارے شواہد ہیں جن سے عربی زبان وادب کو غلطیوں سے بچانے کے لیے آپ کے اہتمام وتوجہ کا پتا چلتاہے۔ ہم صرف ان مندرجہ بالا واقعات ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

علمِ بلاغت میں مقام ومرتبہ

ناموراور عظیم فصحاوبلغانے اس پر اتفاق کیاہے کہ آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے فصیح وبلیغ شخص تھے۔ تفسیر، مواعظ اور رسائل میں آپ کی مرویات اس کا بہتر ثبوت ہیں۔حضرت روبہ بن عجاج اور حضرت ابوعمرو بن علاء کا یہ خیال ہے کہ انھوں نے حسن

---

1 ابن الجوزی، الحسن، ص: ۳۷

2 تفسیر القرطبی، ج:۱، ص: ۲۳، التذکار فی فضل الاذکار، ص: ۱۲۴

بصری اور حجاج سے بڑھ کسی کو فصیح نہیں پایا[1]۔ ان سے پوچھا گیا،ان دونوں میں پھر کون زیادہ بڑھا ہوا ہے ؟انھوں نے کہا: 'حسن بصری '[2]۔

حضرت ایوب سختیانی کہتے ہیں: 'حسن بصری بات کرتے ایسے معلوم ہوتے ہیں ، جیسے موتی بکھیر رہے ہیں۔ لیکن اُن کے بعد چند لوگوں نے ایسی باتیں شروع کیں جیسے الٹیاں کر رہے ہیں[3]۔

ایک دفع حضرت یزید بن ابان رقّاشی اور امام حسن بصری نے دو دیہاتیوں کے سامنے چند باتیں کیں۔ان میں سے ایک بدھونے اپنے دوست سے کہا: 'آپ کا ان دونوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟' اس نے جواب دیا: پہلا بندہ ایک بہترین داستان گو، جبکہ دوسرے ایک ماہر عربی دان ہیں[4]۔

شعری ذوق

اپنی بلند پایہ بلاغت اور شاندار طرز بیان کی وجہ سے آپ کو ضرورت ہی نہ تھی کہ شعر کہیں، اس سے استشہاد کریں یا اس کے ذریعے مثال دیں۔ کتابوں میں آپ کے اشعار بہت کم نظر آتے ہیں۔ چند ایک اشعار جو منقول ہیں ان کا ذکر ہم کرتے ہیں:

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے عبدالملک کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا:

---

1 الجاحظ، البيان و التبيين، ج: ۲، ص: ۲۱۹

2 ابن الجوزی، الحسن البصري

3 سير أعلام النبلاء، ج: ۴، ص: ۵۷۷

4 العقد الفريد، ج: ۳، ص: ۳۰۳

وعُوِّضتَ أجراً من فَقِيدفقيدُك لا يأتي وأجرُك يَذهبُ[1]

مرحوم کی وفات پر اللہ آپ کو اجر دے گا، لیکن [اگر آپ بے صبری سے کام لیں اور شکوہ شکایت کریں گے] تو مرحوم کو واپس آنا نہیں اور آپ کا اجر بھی ختم ہو جائے گا۔

عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کو اس شعر کے علاوہ دوسرے شعر کو بیان کرتے نہیں سنا:

لَيسَ مَن ماتَ فاستَراحَ بِميِّتٍ　　　إنّما المَيِّت مَيّتُ الأحيَاء[2]

جو شخص مر کر آرام پا گیا وہ مردہ نہیں، مردہ تو وہ ہے جو زندہ ہو کر بھی [بُرے اعمال اور غفلت کی وجہ سے] مردہ ہے۔

صالح مری فرماتے ہیں: میں حسن بصری کے پاس ایک دن گیا تو اُن کو یہ شعر پڑھتے پایا:

لَيسَ مَن مَاتَ فَاستَرَاحَ بميّت　　　إنما الميِّت ميّت الأحياء

إنَّمَا المَيّتُ مَن تَراه كَئِيباً　　　كاسفاً بالُهقليلُالرَّجاء[3]

صبح کے وقت جب آپ اپنی تسبیحات سے فارغ ہوتے تو فرماتے:

وماالدنيا باقٍ لحيولا حيٌّ على الدنيا بباقٍ

دُنیا کسی زندہ سر کے لیے باقی نہیں رہے گی اور نہ ہی کوئی زندہ سر دنیا میں باقی رہے گا [سب فنا ہو جائیں گے]۔

شام کے وقت آپ رو رو کر یہ شعر پڑھتے:

---

[1] البيان والتبيين، ج: ا، ص: ۲۰۵

[2] عبدالرزاق، المصنف، ج: ۳، ص: ۲۲۰، ابن ابی شیبۃ، المصنف، ج: ۸، ص: ۵۱۷، رقم: ۶۰۹۸

[3] ابن الجوزی، الحسن، ص: ۱۷

يَسُرّ الفتىٰ ماكان قَدّمَ مِن تُقيإذا عَرَف الداءالذي هوَقاتِله[1]

آدمی کو ان نیکیوں سے خوشی ہوتی ہے جو اُس نے پہلے کی ہوئی ہے، جب وہ اس مرض [موت] کو جانے کہ وہ اس کی جان نکالنے والا ہے۔

حمید کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصری کے پاس ایک دن آئے تو دیکھا کہ رو رہے ہیں اور یہ اشعار سنا رہے ہیں:

دَعُو هلا تلومو هدعو هفَقَد عَلِم الذي لم تَعْلَموه

رأى عَلَمَ الهديٰفَسَماإلَيهوَطَالبَ مطلباً لم تَطلُبوه

أجاب دُعاءهلما دَعاهوقام بِأمر هوَأضَعْتُموه

بنفسي ذاك مِنْ فَطِن لَبِيبتَذَوَّقَ مَطعَمًا لم تَطعَمُوه

(ا) اسے چھوڑ دو، اسے ملامت مت کیجیو، کیونکہ یہ وہ بات جانتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

(۲) اس نے ہدایت کی نشانی دیکھی تو اس کی طرف آگے بڑھا اور ایک ایسی راہ کا مطالبہ کیا جس کو تم نے طلب نہیں کیا۔

(۳) اس نے اُس کی پکار کو سنا جب اُس نے پکارا، اور اس کے کام میں لگ گیا، جبکہ تم نے اسے ضائع کر دیا۔

---

[1] وکیع بن جراح،کتاب الزهد، ج:۳، ص:۸۲۴[مکتبۃُ الدار، ط: ا، ۱۴۰۴ ھ، تحقیق: عبدالقادرالفریوائی]، ابن الجوزی، الحسن، ص:۱۹

(۴) مجھے قسم ہے اس ہوشیار و دانا آدمی کی، جس نے ایک ایسا ذائقہ چکھا جو تم نہیں چکھ سکے۔

آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو سنا کہ روتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

'اے میرے مولا! میں کیسے آپ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کر سکتا ہوں، جس کے بدلے آپ ایک نئی نعمت اور نیا احسان فرماتے ہیں۔ کیا ہی گھاٹے کا سودا کیا اس شخص نے جس نے آپ کے در کو چھوڑا اور اپنے اور آپ کے درمیان حجاب حائل کیا۔ پھر آپ یہ اشعار کہنے لگے:

إذا أنا لَم أشكُرْكجُهدِيوَطاقَتيولمأصِفمِنقَلبيلكَالوُدَّأجْمعا

فلاسَلِمَتْ نَفْسِي من السُقْم ساعةً ولاأبْصرَتْ عيني منَ الشمسِ مَطْلَعاً

(۱) جب میں اپنی پوری طاقت و توانائی سے آپ کا شکر ادا نہ کروں اور دل سے آپ کی پوری محبت کو بیان نہ کروں۔

(۲) تو پھر چاہیے یہ کہ میں بیماری سے ایک لمحہ بھی سالم نہ رہوں اور نہ میری آنکھیں چڑھتے سورج کو دیکھ پائیں۔

پھر استغفار کیا اور رو رو کر کہنے لگے: جس دل میں خدا کی محبت ہو، وہ چاہے گا کہ اپنے آپ کو [عبادت میں] تھکائے اور تھکاوٹ کو [راحت پر] ترجیح دے گا۔ ہائے افسوس! وہ آدمی جنت پا ہی نہیں سکتا جو آرام کو ترجیح دے۔ اللہ کے یہاں جو چیزیں ہیں، جو اُن کی خواہش رکھے گا،

اگر وہ سچا ہے تو وہ اپنی جان کی بھی بازی لگائے گا، خواہشات سے پرے ہٹے گا، کیونکہ یہ ناکارہ لوگوں کا اسلحہ ہے[1]۔

مُعتمِر، ایاس بن دغفل سے روایت کرتے ہیں: انھوں نے امام حسن بصری کو دیکھا کہ ایک آدمی کو رخصت کر رہے ہیں، جبکہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور یہ شعر پڑھ رہے ہیں:

وما الدهرُ إلا هكذاَفَاصْطبِرْله رَزِيئةُمَالأوفراقُحَبيبِ[2]

غم ہائے زمانہ تو ایسے ہی ہیں۔ کبھی مال کی مصیبت پڑتی ہے، کبھی دوست کی جدائی؛ اس لیے صبر کر [کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں]۔

یہی چند اشعار ہیں جو آپ سے منقول ہیں اور ان سب کا مضمون زہد پر مشتمل ہے۔ جہاں تک مدح، ہجو، غزل، مرثیہ اور دیگر اشعار کا تعلق ہے تو وہ آپ نے کبھی نہیں کہے۔ آپ اس آیت:

ۋ ۇ ۆ ۈ ۅ ۅ ۉ [شعراء: ۲۲۵] کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں؟

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "بخدا ہم نے ان کی وہ وادیاں دیکھ لی ہیں، جن میں یہ سر گردان پھرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی کسی پر سب وشتم کی وادی میں ہوتے ہیں اور کبھی کسی کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے میں"[3]۔

---

[1] ابن الجوزی، الحسن، ص: ۱۸/۱۷

[2] عيون الأخبار، ج: ۳، ص: ۳۲

[3] اثر نمبر: ۶۰۰

فصل ثانی

قرآت، علوم اور تفسیر میں مقام

قرآن میں غور و فکر

امام حسن بصری بڑی دقت و باریک بینی سے قرآن پڑھنے کا اہتمام کرتے تھے۔ فرماتے: اللہ تعالی نے جو بھی آیت اتاری ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کا شانِ نزول معلوم کروں اور اس کی مراد سے واقف ہو جاؤں[1]۔

محمد بن جحادہ ازدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری کی والدہ محترمہ سے پوچھا: 'آپ ان کو کس حالت میں دیکھتی ہیں؟' انھوں نے جواب دیا: 'میں دیکھتی ہوں کہ یہ قرآن کھولے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو زار و قطار بہتے ہیں، جبکہ ہونٹ حرکت نہیں کرتے '[2]۔ یہ اس وجہ سے کہ آپ قرآن کے معانی اور مطالب پر اپنی پوری توجہ مرکوز رکھتے۔ آپ فرمایا کرتے: 'قرآن کا علم ایک ایسا ذکر ہے جس کو صرف مردانِ کار ہی جانتے ہیں'[3]۔

آپ یہ بھی فرماتے: "قسم خدا کی! جو بھی بندہ اس قرآن پر ایمان لائے اس کو ضرور غم کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ تھکے گا، گھلے گا، پگھلے گا اور مشقت میں مبتلا ہوگا"[4]۔ آپ فرماتے:

'بخدا اے ابن آدم! اگر تو قرآن پڑھتا، پھر اس کا یقین کرتا، تو دنیا میں تیرا غم بڑھتا، خوف خداوندی میں اضافہ ہوتا اور تجھے زیادہ رونا آتا'[1]۔

---

[1] ابن الجوزی، تفسیر زادالمسیر، ج: ۱، ص: ۴ [المکتب الاسلامی، ط: ۱، ۱۴۸۴ھ۔]
نیز تفسیر القرطبي، ج: ۱، ص: ۲۶ [دار حیاء التراث العربی بیروت، سنۃ ۱۳۶۷ھ۔]

[2] شہاب الدین، المرشد الوجیز، ص: ۲۰۷ [دار صادر بیروت ۱۳۹۸]

[3] زرکشی، البرهان في علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۷

[4] حلیۃ الأولیاء، ج: ۲، ص: ۱۳۳

آپ فرماتے: 'جو بھی قرآن کے ساتھ ہمنشینی کرتا ہے، اس سے جب اٹھتا ہے تو یا تو نیکی میں اضافہ اس کو حاصل ہوتا ہے یا گناہوں میں کمی حاصل ہوتی ہے'[2]۔

قرآن پر عمل کی ترغیب

آپ ہمیشہ لوگوں کو ترغیب دیتے کہ وہ قرآن پر عمل کریں۔آپ فرماتے: 'قرآن کا سب سے بڑا حقدار وہ شخص ہے، جو اس پر عمل کرے، چاہے اُسے زیادہ نہ پڑھے'[3]۔

فرمایا کرتے: "تم نے قرآن کو منزلوں میں تقسیم کر دیا اور رات کو سواری کا اونٹ بنا دیا، جس سے تم ان منازل کو طے کرتے ہوں۔ تم سے جو پہلے لوگ تھے وہ اسے خدا کی طرف سے پیغام سمجھتے تھے، رات بھر اس میں غور و فکر کرتے اور دن میں اس پر عمل کرتے"[4]۔

ان آثار سے پتا چلتا ہے کہ آپ کس قدر قرآن میں تدبر کرتے اور اُس کے معارف و مطالبات سے کتنے بخوبی واقف تھے۔

امام حسن بصری اور علم قراءت

امام حسن بصری قراء کے دوسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی طبقے کے ائمہ میں سے آپ ایک امام بھی ہیں۔آپ نے علی حطان بن عبداللہ رقاشی[1] سے اور ابوعالیہ رفیع بن مہران[2] سے قراءت کی تعلیم حاصل کی۔

---

1 حِلیَة الأولیاء، ج: ۲، ص: ۱۳۴/۱۳۳

2 مَروِيَّات الحسن البصري، ج: ۲، ص: ۲۸۰

3 الـمُرشِدُ الوَجیز، ص: ۱۹۴

4 مقدمتان في علوم القرآن، ص: ۲۶۰ [مکتبۃ الخانجی القاہرۃ، ط: ا، ۱۳۹۲ھ]

آپ کے شاگردوں میں حضرت ابوعمرو بن علاء تمیمی مازنی بصری ہیں، جو قراءت کے سات اماموں میں سے ایک تھے، اور لغت عربی میں بھی حجت تھے۔ اس کے علاوہ سلام طویل، عاصم جحدری، عیسی بن عمر ثقفی، عمرو بن مقبل وغیرہ رحمھم اللہ، جو قراءت کی بلند پایہ شخصیات ہیں، آپ کے شاگرد تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حسن بصری قراءت کے اس عالی شان درس گاہ کے سرابراہ تھے جس کے بارے میں عبداللہ بری کہتے ہیں: 'اسی طرح بصرہ کی عالیشان درس گاہ تھی، جو مصر میں بھی تین بڑے اساتذہ: امام حسن بصری، امام ابوعمرو بن علاء اور حضرت یعقوب حضرمی کے تین شاگردوں نے قائم کی'[3]۔ امام حسن بصری

---

[1] علمانے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ ۷۰ہجری کے بعد وفات پائی۔ تقریب، ج: ا، ص: ۵، حضرت حطان نے حضرت ابوموسیٰ اشعریسے، جو فتح خیبر کے موقع پر آپ اکی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، قرآن پڑھا، پھر حفظ کیا اور علم سے روشناس ہوئے۔ آپ بہت خوش آواز تھے۔ [الذہبی، معرفةالقراء الکبار، ج: ا، ص ۳۹, ۴۰] حضرت ابوموسیٰ اشعری کے لیے آپ ﷺ نے مغفرت مانگی تھی۔ صحيح البخاري، ج: ۸، ص: ۳۵، صحیحمسلم: ۲۴۹۸، جب آپ ﷺ نے آپ کی تلاوت سنی تو فرمایا: آپ کو مزامیر داودی سے ایک مزمار دیا گیا ہے۔ ایضاً، ج: ا، ص: ۶۵

[2] رفیع بن مہران: آپ حدیث کے روایت کرنے میں ثقہ تھے اور کثرت سے ارسال کیا کرتے تھے۔ ۹۰ہجری میں وفات پائی۔ تقریب، ج: ا، ص: ۲۵۲، آپ کبار تابعین میں سے تھے اور قرآن کی تعلیم ابوزید سے حاصل کی۔ غاية النهاية، ج: ا، ص: ۲۳۵

[3] عبداللہ بری: القرآن و علومهفيمصر، ص: ۲۴۵ [دارالمعارف مصر، ۱۹۷۰]

کا شمار قراءت کے ان چار بڑے [1] اماموں میں سے ہے جن کی طرف شاذ قراءتوں کی نسبت کی جاتی ہے۔

آپ سے اجماعی اور شاذ دونوں طرح کی قراءتیں مروی ہیں۔ میں نے مزید فائدے کے پیشِ نظر دوسری جلد میں آپ کے تفسیری اقوال میں اکثر قراآت کو جو آپ کی طرف منسوب ہیں، چاہے وہ اجماعی ہیں یا شاذ، ایک الگ رسالے میں جمع کیا ہے [2]۔

ان کو اصل کتاب میں اس لیے ذکر نہیں کیا کہ ان میں سے اکثریت شاذ قراءتوں کی ہے، اور علما کا اس پر اتفاق ہے کہ شاذ قراءتیں بالکل جائز نہیں، چاہے نماز میں پڑھی جائیں یا نماز کے باہر۔ البتہ اس کے سیکھنے سکھانے کی اجازت ہے۔ اسی طرح تدوین بھی جائز ہے۔ لغت، اعراب اور معنی کے اعتبار سے اس کی تفسیر بھی جائز ہے؛ کیونکہ بعض اوقات اس سے کسی آیت کے معنی کی وضاحت ہوتی ہے۔

تفسیری صلاحیتیں

حسن بصری ان تمام صلاحیتوں سے خوب مالامال تھے جو کسی مفسر کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ آپ قرآن کا مطالعہ پوری دقت و باریک بینی سے کرتے۔ اس کے الفاظ و معانی میں گہرا

---

[1] ان میں سے دوسرے محمد بن عبدالرحمٰن بنمُحیصِنمکی ہیں، جنھوں نے ۱۲۳ہجری کو وفات پائی۔ تیسرے سلیمان بن مہرانابو محمداعمشکوفی[۱۴۸ہجری] ہیں۔ چوتھے ابو محمدیحییبنمبارک بصری یزیدی [م ۲۰۲ہجری] ہیں۔

[2] کمیٹی نے قلّت فائدہ کی وجہ سے اس رسالے کو شائع نہیں کیا۔

غور وخوض کرتے۔ تفسیر کے سمجھنے پر بڑی توجہ فرماتے۔اسی طرح آیات کا شان نزول[1] مکی مدنی ہونا، متواتر اور شاذ قراآت، وقف وابتدا، ناسخ و منسوخ کا علم اور مخالفین کے شبہات کا رد بڑی خوبی سے جانتے تھے۔ اس کے ساتھ وہ سنت نبوی، آثارِ صحابہ وتابعین سے باخبر تھے۔ قرآن وسنت سے مسائل کے استنباط کا بھی پختہ ملکہ رکھتے تھے۔

زبان وادب کے مفردات وتراکیب اور اس کے اسرار بلاغت اور خصوصیات پر گہری نظر تھی۔ اللہ نے آپ پر یہ احسان بھی کیا کہ آپ کو صحیح عقیدے،اخلاصِ نیت ، تواضع ، اچھے اخلاق، نیک عمل اور نقل میں احتیاط جیسے اعلیٰ صفات سے نوازا تھا۔آپ نے اپنے علم کو کبھی بھی بادشاہِ وقت یا امرا کے پاس دنیا اور اس کی زیب وزینت کے حصول کے لیے جانے سے آلودہ نہیں کیا۔مزید برآں آپ میں آسان فہم اور شاندار اسلوب میں قرآنی معارف کی تعلیم و تبلیغ کی تڑپ تھی اور معاشرے کو کتاب اللہ میں موجود احکام پر عمل کرنے اور واقعات و حکایات سے عبرت حاصل کرنے کا سوزِ دروں تھا۔

قرآن کو جلدی پڑھنے کی ممانعت

---

[1] شذرات الذهب،ج: ا، ص: ۱۳۷، یہاں پر عربی عبارت میں اُنزلت میں ضمیر سورت کی طرف راجع ہے؛اس لیے کہ یہ امام ابو بکر الہُذلیکے قول کا خلاصہ ہے۔وہ فرماتے ہیں: سَفّاح نے مجھے کہا کہ آپ کے حسن بصری نے اس عظیم مرتبے کو کیسے حاصل کیا؟میں نے کہا کہ جب وہ بارہ سال کے تھے، توانھوں نے قرآن کو جمع کیا اور ایک سورت کو چھوڑ کر دوسری سورت کو اس وقت تک شروع نہیں کرتے تھے، جب تک پہلی سورت کی تاویل اور شان نزول سے واقف نہ ہو جائیں۔

آپ فرمایا کرتے: 'اے ابن آدم! تیرا دل کیسے نرم ہوگا، جبکہ قرآن پڑھتے وقت تمھاری نظریں سورت کے آخر پر لگی رہتی ہیں[کہ کب اس کو ختم کردوں]'۔ آپ لوگوں کو ترغیب دیا کرتے کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔ جلد بازی کے ساتھ پڑھنے سے منع فرماتے۔

فرماتے: 'جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنی ذات کو معلوم کرے، وہ اپنے آپ کو کتاب اللہ پر پیش کرے'[1]۔ فرماتے: 'اللہ اس بندے پر رحم کرے جس نے اپنے آپ کو کتاب اللہ پر پیش کرلیا، پھر اگر اس کا معاملہ اس کے موافق ہوا تو وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور اگر مخالف ہو تو معافی مانگے اور جلد از جلد خدا کی طرف رجوع کرے[2]۔

اس دقیق و باریک مطالعے اور اسرارِ قرآنی میں گہرے تدبر نے آپ کے لیے تفسیر کی راہیں روشن کردیں۔ اور قرآن کو سمجھنے کے لیے دروازے کھول دیے، حتیٰ کہ آپ نے قرآن کی بڑی شاندار تفسیر کی اور اسے لوگوں کو لکھوایا، تو انھوں نے اسے لکھا[3]۔

امام حسن بصری کی تفسیر

داودی کہتے ہیں: حسن بصری کی ایک تفسیر ہے جو اُن سے ایک جماعت نے روایت کی [4]۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں: تفسیر میں سب سے بہتر کلام حسن بصری، سعید بن جبیر، مجاہد اور علقمہ کا ہے۔ ان کے بعد عکرمہ اور قتادہ ہیں[1]۔

---

[1] ا)ابن المبارک،کتاب الزھد، ص: ۱۳[مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت] نیز دیکھیے: ابن الجوزی، الحسن، ص: ۴۳

[2]) ابن الجوزی، الحسن: ص: ۴۳

[3] جامع بيان العلم، ج: ا، ص: ۴۷

[4] طبقات المفسرين، ج: ا، ص: ۵۱، ابن الندیم، الفهرست, ص: ۳۶، ۲۰۲/۲۰۳، نیز بروکلمان، الأدب العربي, ج: ا، ص: ۵۷

علامہ ابوحیان فرماتے ہیں: 'تابعین میں سے جن لوگوں نے تفسیر میں کلام کیااُن میں حسن بصری، مجاہد، سعید بن جبیر، علقمہ، ضحاک بن مزاحم اور ابوصالح شامل ہیں'[2]۔ابن عطیہ فرماتے ہیں: 'تابعین میں جولوگ نامور ہوئے، وہ حسن بصری، مجاہد، سعید بن جبیر اور علقمہ ہیں[3]۔علامہ زرکشی لکھتے ہیں: 'تابعین میں نامور مفسرین حسن بصری، مجاہد، سعید بن جبیر ہیں۔ ان کے بعد عکرمہ اور ضحاک کا نمبر ہے'[4]۔

علوم قرآن میں امام حسن بصری ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر ہم مختصراً آپ سے منقول چند جواہر پارے پیش کرتے ہیں:

جمع قرآن

'جمعِ قرآن' بارے فرماتے ہیں: "حضرت عمر سے قرآن مجید کی ایک آیت [کے شانِ نزول]کے بارے میں پوچھا گیا۔ پوچھنے والے نے کہا: 'یہ آیت فلاں کے پاس لکھی ہوئی پڑی تھی جو جنگ یمامہ میں شہید ہوا"۔ آپ سن کر فرمانے لگے: 'اِنّاللہ!' اور فوراً حکم دیا کہ قرآن کو جمع کیا جائے[5]۔اس لیے وہی پہلی ہستی ہے جنھوں نے قرآن کو مصاحف میں جمع کیا۔

---

[1] التسهيلفيعلومالتنزيل، ص:١٠

[2]تفسير البحر المحيط، ج:١، ص:١٣[مطابع النصر الحديثة]

[3]تفسير القرطبي، ج:١ص:٣٦

[4] البرهانفيعلومالقرآن، ج:٢، ص:١٥٨

[5] الإتقان، ج:١ص ٢٠٤/٢٠٥(الهيئة المصرية العامة)

وہ چار آدمی جنھوں نے لوگوں کا معاملہ درست کیا، آپ اُن کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضرت عثمان نے یہ کارنامہ کیا کہ تمام لوگوں کو ایک مصحف پر، جس میں پورا قرآن جمع کیا گیا، متفق کرلیا۔ ورنہ اس سے پہلے وہ اس کی تلاوت اپنے اپنے لہجوں میں کرتے، تو چند لوگ دوسروں سے کہتے: ہماری قراءت آپ کی قراءت سے افضل ہے، حتیٰ کہ بعض تو دوسروں کی تکفیر تک پہنچ جاتے۔ اگر انھوں نے یہ کارنامہ سرانجام نہ دیا ہوتا، تو لوگ قیامت تک قرآن میں جھگڑتے رہتے [1] ,[2]

مکی اور مدنی سورت کی پہچان کا طریقہ: مکی ومدنی آیتوں وسورتوں کے بارے میں آپ فرماتے ہیں: قرآن کی جن سورتوں میں یا اَیہا الناسُ کے الفاظ ہیں وہ مکی ہیں اور جن میں یَااَیّہاالّذینآمَنُوا کے الفاظ ہیں وہ مدنی ہیں[3]۔

آیات قرآنی کا عموم: اس قاعدے: العِبْرَة لعُمُومِ الألفَاظِ لَا لِخُصُوصِ السبَب[قرآن کی تشریح و تطبیق میں الفاظ کے عموم کا اعتبار ہے نہ کہ سبب کی خصوصیت کا] کے بارے میں فرماتے ہیں: 'واللہ ! یہ آیات صرف ان لوگوں [صحابہ اور اس زمانے کے دیگر لوگوں] کے بارے میں نازل نہیں ہوئیں۔ یہ تو قیامت تک کے لیے ہیں، ان کو کوئی منسوخ نہیں کرسکتا'[4]۔

---

[1] ابن الجوزی، الحسن، ص: ۵۰

[2] یہ واقعہ ۲۵ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ الإتقان، ج: ۱، ص: ۲۰۹

[3] البرھانفیعلوم القرآن، ج: ۱، ص: ۱۹۱

[4] دیکھیے اثر نمبر: ۱۴۰۷ اور اثر نمبر: ۸۶۹

قرآن پر نقطے لگانے کے بارے میں موقف

پہلے پہل آپ قرآن مجید پر نقطے لگانے کے مخالف تھے، لیکن جب آپ نے اس کے فوائد دیکھے تو جواز کا فتویٰ دے دیا[1]۔

محمد بن سیف کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے مصحف کے بارے میں پوچھا کہ اس پر نقطے لگانا کیسے ہیں ؟آپ نے فرمایا: کیا تمھیں حضرت عمر کے مکتوب کے بارے میں علم نہیں ، جس میں آپ نے فرمایا تھا: 'دین کو سمجھنے کی کوشش کرو، خوابوں کی اچھی تعبیریں نکالا کرو اور عربی کو بہتر طریقے سے سیکھو[2]۔اسی طرح آپ مصاحف کی خرید وفروخت کی بھی قائل نہ تھے، لیکن بعد میں اس کے جواز کا فتویٰ دے دیا[3]۔

خوش آوازی سے قرآن پڑھنے کو بھی آپ مکروہ سمجھتے[4] اور یہی نظریہ گانے کے انداز میں آواز گھما گھما کر قرآن پڑھنے کے بارے میں بھی تھا[5]۔'اوراد'[6] کے بارے میں بھی فرماتے کہ یہ مکروہ ہیں۔آپ کی عادت تھی، قرآن کو اول سے لے کر آخر تک پورا پڑھتے[1]۔

---

1 ابو عمرو الدانی، المحکم في النقط، ص: ۱۱[دمشق ۱۳۷۹]

2 کنز العُمّال، ج: ۲، ص: ۵۷۶، رقم: ۴۷۶۳

3 ابو داود, المصاحف، ص: ۱۷۷

4 ابن القیم، زادالمعاد، ج: ۱، ص: ۱۳۴[المطبعۃ المصریہ]

5 التذکار فيأفضل الأذکار، ص: ۱۴۵

6 'اوراد' ورد کی جمع ہے اور ورد اس کو کہتے ہیں کہ قرآن مجموعہ بنائے بغیر مختلف اجزا میں تقسیم کیا جائے اور لمبی سورت کو چھوٹی سورت کے ساتھ ملایا جائے پھر اسی طرح اور سورتوں کو ملایا جائے، یہاں تک کہ ایک جز بن جاتا ہے۔ الفائق، ج: ۴، ص: ۵۶

سورتوں کی ابتدا: سورتوں کی ابتداوآغاز کے بارے میں فرماتے: 'مجھے معلوم نہیں کہ اس کامطلب کیا ہے؟ہاں سلف میں چندلوگ ایسے تھے جوفرماتے تھے کہ سورتوں کے نام ہی ان کاابتدااورآغاز ہے'[2]۔

کتابت مصاحف کے ادارے کی نگرانی

تفسیر میں اس بلند مقام پر فائز ہونے کی وجہ تھی کہ حجاج نے آپ کواس ادارے کانگران بنایاتھا، جو مصاحف کی کتابت اورحفظ کے لیے بنایاگیاتھا، جیسے روایت ہے کہ حجاج عراق آیا۔اُس سے زیادہ مصاحف پر نظررکھنے والا کوئی نہ تھا۔لوگ اپنے مصاحف میں اپنی طرف سے کچھ کچھ لکھتے تھے، وہ لکھتے:الشيْخُ والشَيْخُوخَةُ إذَا زَنَيَا فارْجُمُو هماألبَتَّةَ، اور یہ کہلَيسَ علَيكُم جُناح اَن تَبتَغُوا فَضلاً من رَّبِّكُمفِي مَواسِمِ الحَجِّاوراس کےعلاوہ دیگر چیزیں لکھتے۔ یہ دیکھ کر حجاج نے بصرہ کے حُفّاظ اور خطّاطوں کو بلا بھیجا۔جب وہ سب جمع ہوکرآئے توان میں سے پانچ بڑی شخصیات:امام حسن بصری، حضرت ابوعالیہ، حضرت نصر بن عاصم جحدری،ابن اصمع اور حضرت مالک بن دینار اندر گئے۔

حجاج نے مصحف عثمانی جوآل عثمان کے پاس تھا،کے لانے کاحکم بھی دیا۔ پھران پانچوں سے کہا: 'مصاحف لکھو، اُنھیں یاد کرو اور جس بات پر تمھارے درمیان اختلاف ہو،اس میں

---

[1] الفائق،ج:۴، ص:۵٦،النهاية،ج:۳، ص:۱۷۳

[2] دیکھیے اثر نمبر: ۵۴۵

اس بوڑھے یعنی حسن بصری کی طرف رجوع کرو'[1]۔ دوسری بار حجاج نے انھی لوگوں کو قرآن کے حروف گننے کے لیے جمع کیا تھا[2]۔

تفسیر میں حسن بصری کا انداز

وہی آپ کا طرز تھا جو آپ کے معاصرین میں سے عکرمہ، مجاہد، ابوالعالیہ اور سعید بن جبیر رحمھم اللہ کا تھا کہ سب سے پہلے قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کی جائے [3]، پھر حدیث سے [4]، پھر اقوالِ صحابہ سے اور بعد ازاں بڑے تابعین کے اقوال سے۔ڈاکٹر عمر یوسف نے ان چاروں کی تفسیر کا انداز 'تفسیرِ قرآن میں حسن بصری کا انداز' کے عنوان سے بیان کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

کتب تفسیر کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ اگرچہ تفسیر میں مفسرین کا انداز ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے، لیکن پھر یہ دکھائی دیتا ہے کہ ہر مفسر کا اپنا ایک انداز ہے جو دوسرے مفسر سے قدرے مختلف ہوتا ہے۔ حسن بصری نے بھی تفسیر میں ایک ایسا انداز بنایا ہے جس کی اپنی خصوصیات ہیں۔اگرچہ بعض خصوصیات دوسروں کے ساتھ ایک جیسی

---

1 ابوبکر باقلانی، نُکَت الانتصار لنقل القرآن، ص:۳۹۶، تحقیق : د۔محمد زغلول سلام [منشاۃ المعارف، اسکندریہ]

2 البرھان فیعلومالقرآن، ج:۱، ص:۲۴۹

3 دیکھیے اثر نمبر: ۹۳/۷۴۴/۷۰۷/۷۴۵

4 دیکھیے اثر نمبر: ۶۵۵/۵۹۲

ہیں، مثلاً عبداللہ بن عباس اور قتادہ کی طرح ہیں۔امام حسن بصری کی تفسیر کو مطالعہ کرنے والا دیکھتاہے کہ آپ نے اپنی تفسیر میں چند چیزوں پر اعتماد کیاہے، جن میں سے اہم ترین درج ذیل ہیں:

قرآن کی تفسیر قرآن سے

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید کے ایک بڑے حصے کی تفسیر قرآن خود کرتا ہے؛ کیونکہ خدائے وحدہ لاشریک سے زیادہ کون اپنے معنی و مراد سے واقف و باخبر ہے؟ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: 'اگر کوئی پوچھے تفسیر کے طریقوں میں سب سے اچھا طریقہ کون سا ہے؟ توجواب یہ ہے کہ سب سے صحیح طریقہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرنا ہے۔ سو جب کہیں اجمال ہو، تو اس کی تفسیر دوسری جگہ میں ہوئی ہے۔ اور جب کہیں اختصار ہو ،تو اس کی تفصیل دوسرے مقام پر بیان ہوئی ہوتی ہے [1]۔

علامہ جلال الدین سیوطی الاتقان میں لکھتے ہیں: 'علمافرماتے ہیں کہ جو کتاب اللہ کی تفسیر کا ارادہ کرے تو وہ اولاً قران ہی میں اُسے ڈھونڈے گا [2]۔امام حسن بصری نے بھی بہت سارے مقامات میں اس اصل سے کام لیاہے۔اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ﭼ ﭽ ﭽ ﭼ[بقرة:۴۰]

اور تم مجھ سے کیاہوا عہد پورا کرو تاکہ میں بھی تم سے کیاہوا عہد پورا کروں،'

---

[1] ابن تیمیہ، مقدمة فيأصول التفسير، ص: ۹۳

[2] السیوطی، الإتقان، ج: ۲، ص: ۱۷۵، اور زرکشی, البرهانفيعلومالقرآن، ج: ۴، ص: ۲۰۰

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس وعدے سے مراد اللہ تعالی کا یہ قول ہے:

ڤ ڤ ڨ ڨ ڦ ڦ ڨ ڨ ڃ ڃ[بقرة: ٦٣][1]

اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم سے (تورات پر عمل کرنے کا) عہد لیا تھا، اور کوہِ طور کو تمھارے اوپر اٹھا کھڑا کیا تھا۔

ی ی □ □ □ □ □□ □ □ □ □ [2]

پھر آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے (توبہ کے) کچھ الفاظ سیکھ لیے (جن کے ذریعے انھوں نے توبہ مانگی) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ بے شک وہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کلمات سے مراد یہ دعا ہے:

ٱ ٻ ٻ ٻ ٻ پ پ پ پ ڀ ڀ[3]

اے ہمارے پرودگار! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر گزرے ہیں اور اگر آپ نے ہمیں معارف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم نامراد لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔

اس آیت:

ڃ ڃ ڃ ڃ ڍ ڍ ڌ[1]

---

[1] تفسير الثعلبي،ج:ا،ص:٥٧،تفسير ابن كثير،ج:ا،ص:٨٣

[2] البقرة:٣٧

[3] [اعراف:٢٣] ٢)تفسير الطبري،ج:ا،ص:٥٤٣،تفسير ابن أبي حاتم،ج:ا،ص:٢٩

پھر اس کے بعد بھی ہم نے تم کو معاف کر دیا، تاکہ تم شکر ادا کرو۔

میں شکر کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد اس نعمت کا ذکر ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

ڭ ڭ ڱ ڱ [الضحٰی،آیت:۱۱]

اور جو تمھارے پرودگار کی نعمت ہے اس کا تذکرہ کرتے رہنا۔

فرمانِ الٰہی:

ئا ئا ئە ئە ئو ئو ئۇ ئۇ ئۆئۆ

میں حرام اشیا کی تفصیل میں کہتے ہیں: اس سے مراد قولِ باری تعالیٰ ہے:

ۋ ې ې ۈ ۈ ۉ ۉ ېئا ئا ئە ئە ئو ئو [الانعام:۴۶][2]

اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا،اور گاے اور بکری کے اجزا میں سے ان کی چربیاں ہم نے حرام کی تھیں۔

قرآن کی تفسیر حدیث سے

جیسے آپ نے تفسیر القرآن بالقرآن سے کام لیا،اسی طرح تفسیر القرآن بالحدیث بھی آپ کا شیوہ رہا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ سنت مطہرہ قرآن کی شارح ہے اور اس کے اجمال کی تفصیل

---

[1] [البقرة: ۵۲] (۴)تفسير الثعلبي، ج: ۱، ص: ٦۵

[2] تفسير الطبري، ج: ۱۴، ص: ۱۹۰

ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! مجھے کتاب دی گئی اوراس جیسی دوسری چیز [حدیث]، خوب سنو! عنقریب ایک پیٹ بھرا شخص جو آرام سے اپنے تکیے پر ٹیک لگائے ہوگا کہے گا: صرف اسی قرآن پر عمل کرو، جس چیز کو اس میں حلال بتایا گیا ہو اس کو حلال جانو اور جو چیز کو حرام بتایا ہو اس کو حرام جانو۔ اچھی طرح سُن لو کہ تم لوگوں کے لیے پالتو گدھے کا گوشت حرام ہے۔ درندوں میں سے ہر نوکیلے دانت والا درندہ بھی اور معاہد کالقطہ بھی، ہاں جب اُس سے اس کا مالک مستغنی ہو جائے۔ اور جو بندہ کسی قوم کے ہاں اترے تو انھیں چاہیے کہ اُس کی ضیافت کریں۔ اگر وہ نہ کرنا چاہیں تو اس کے لیے جائز ہے کہ اُن کے پیچھے لگ کر اپنے حصے کی میزبانی وصول کرے[1]۔

امام شافعی فرماتے ہیں: "رسول اللہ ا نے جو بھی فیصلہ فرمایا اُسے قرآن سے سمجھ کر فرمایا"۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اگر تجھے قرآن کی تفسیر قرآن میں نہ ملے تو پھر سنت کی طرف رجوع کرو؛ کیونکہ یہ قرآن کی وضاحت وتشریح کرتی ہے[2]۔

تفسیر القرآن بالحدیث کی چند مثالیں:

امام حسن بصری کی تفسیر میں تامل کے بعد پتا چلتا ہے کہ آپ نے بڑی حد تک قرآن کی تفسیر میں حدیث وسنت پر اعتماد کیا ہے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

صلاتِ وسطی کیا ہے: ٱ ٻ ٻ ٻ پ پ پ[سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۸]

---

[1] ابوداود، باب في لزوم السنة، ج: ۴، ص: ۲۰۰، حدیث نمبر: ۴۶۰۴

[2] مقدمة في أصول التفسير، ص: ۹۳/۹۴

'تمام نمازوں کا پورا پورا خیال رکھو، اور (خاص طور پر) بیچ کی نماز کا اور اللہ کے سامنے باادب فرمانبردار بن کر کھڑے ہوا کرو'۔

صلاۃ وسطیٰ کی تشریح میں فرماتے ہیں: 'صلاۃِ وُسطیٰ' سے مراد نماز عصر ہے اور اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے حدیث مروی ہے کہ آپ نے صلوۃ وُسطیٰ نماز عصر سے مراد ہی لیا ہے[1]۔

قیامت کی بعض نشانیاں:

پ پ ڀ ڀ ٺٺ[انعام: ۱۵۸]

[ایمان لانے کے لیے اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ۔۔۔] یا تمھارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آجائیں"۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں بعض نشانیوں سے مراد ہے: "سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال کا آنا، دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔۔اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے حدیث مروی ہے: چھ چیزوں کے آنے سے پہلے پہلے اعمال میں آگے بڑھو"۔۔۔الخ[2]۔

یقین کی تفسیر: ڍ ڍ ڌ ڌ ڎ [الحجر: ۹۹]

اور اپنے پرودگار کی عبادت کرتے رہو، یہاں تک کہ آپ پر وہ چیز آجائے جس کا آنا یقینی ہے،

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یقین سے مراد موت ہے جیسا کہ حضرت عثمان بن مظعون کے قصے میں آپ نے فرمایا:

---

1 تفسير الطبري، ج: ۵، ص: ۱۸۰

2 تفسير الطبري، ج: ۱۲، ص: ۲۶۵

أما هوفقد أتاه اليقينُ،وإنيلأرجو اله الخيرَ[1]

'اس بندے کو تو موت آ گئی، لیکن میں اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے بھلائی کا امیدوار ہوں'۔

زیادۃ سے مراد: ارشادِ باری تعالیٰ:

ﭑ ﭒ ﭓ ﭔﭕ[یونس:۲۶]

جن لوگوں نے بہتر کام کیے ہیں، بہترین حالت انھی کے لیے ہے اور اُس سے بڑھ کر کچھ اور بھی۔

میں 'زیادۃ' کا مطلب بیان کرتے ہیں: اس سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔ اور اس کے بارے میں حدیث وارد ہے کہ آپ انے زیادۃ کی تفسیر دیدارِ الٰہی سے کی[2]۔

اقوالِ صحابہ اور تابعین پر اعتماد

قرآن کی تفسیر میں آپ نے صرف قرآن وسنت پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنی تفسیر میں اس کے ساتھ ساتھ اقوال صحابہ وتابعین کو بھی شامل کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا،اس لیے اُن کے اقوال کا ماخذ آپ ﷺ ہی کے ارشادات کا فہم ہے، جبکہ اکابر تابعین صحابہ کرام کے شاگرد تھے۔ امام حسن بصری کی تفسیر کا مطالعہ کرنے والا کئی جگہ پر دیکھے گا کہ انھوں نے اقوالِ صحابہ سے استشہاد کیا ہے۔اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

---

[1] فتح الباري،ج:۸،ص:۳۸۳/۳۸۴،کتاب التفسیر، رقم الباب:۶۵
[2] تفسير الطبري،ج:۱۱،ص:۱۰۶،ابن كثير

ے[بقرة:٦١] کی تفسیر میں حضرت ابن عباس کا قول نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد 'ثوم' یعنی لہسن[1] ہے۔

آیتِ قصاص:

ڈ ژ ژ ڑ ڑ ک ک کک[البقرة:١٧٨]

اے ایمان والو! جو لوگ (جان بوجھ کر ناحق) قتل کر دیے جائیں، ان کے بارے میں تم پر قصاص (کا حکم) فرض کر دیا گیا ہے،

کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو قتل کیا، حضرت علی نے اس کے بارے میں کہا: 'بیوی کے اولیا کو اختیار ہے، یا تو اس کو قتل کر لیں یا آدھی دِیت وصول کریں[2]۔

ٱ ب ب ٻ ٻ پ پ پپ[مائدہ:٩٦]

تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے، تا کہ وہ تمھارے لیے اور قافلوں کے لیے فائدے اٹھانے کا ذریعہ بنے،

کی تفسیر میں کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطّاب مُحرِم [وہ شخص جس نے احرام باندھا ہو] کے لیے شکار کا گوشت کھانا جائز سمجھتے تھے، جبکہ حضرت علی اسے ناجائز سمجھتے[3]۔

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم، ج:١، ص:٤٢، تفسير ابن كثير، ج:١، ص:١٠١

[2] تفسير الطبري، ج:٣، ص:٣٦٢، اور اس رسالے میں صفحہ نمبر ١٠١ ملاحظہ ہو۔

[3] تفسير الطبري، ج:١١، ص:٧٦

ڤ ڤ ڤ ڦ ڦ ڦ ڦ ڦ ڄ ڄ ڃ ڃ ڃ ڃ[مائدۃ:۱۰۵]

"ایمان والو! تم اپنی فکر کرو۔ اگر تم صحیح راستے پر ہوگے تو جو لوگ گمراہ ہیں وہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے"۔

میں حضرت ابن مسعود کا قول بیان کرتے ہیں: 'یہ ہمارے دور کی بات نہیں، تم وعظ ونصیحت اس وقت تک کرو جس وقت تک لوگ تمھاری بات کو قبول کرتے ہیں، ہاں جب وہ تمھاری بات بالکل رد کر دیا کریں تو پھر اپنی فکر کرو' [دوسروں کی فکر چھوڑ دو][1]۔

اکابر تابعین سے استشہاد کی مثالیں

اکابر تابعین کے اقوال سے استشہاد کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ۓ ڭ ڭ ڭ[البقرہ:۱۹۶]اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا پورا ادا کرو،

میں حضرت مسروق[2] کا قول نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: 'ہمیں چار چیزوں کی اقامت کا حکم دیا گیا ہے: نماز، زکوۃ، عمرہ اور حج، اس لیے عمرہ کا مرتبہ حج کے ساتھ ایسا ہے جیسا کہ زکات کا نماز کے ساتھ ہے[3]۔

ٹ ٹ ڈ ڈ ڤ ڤ ڤ ڦ ڦ ڦ[نساء:۸]

---

[1] تفسیر الطبری، ج:۱۱، ص:۱۳۸، نیز ہیثمی، مجمع الزوائد، ج:۷، ص:۱۹، اور امام ہیثمینے فرمایا ہے: اس روایت کو طبرانی نے نقل کیا ہے اور رجال اس کے صحیح ہیں، لیکن حسن کا سماع ابن مسعود سے ثابت نہیں۔

[2] حضرت مسروق: آپ کا پورا نام مسروق بن اجدع بن مالک ہَمدانی ہے۔ آپ ثقہ فقیہ اور عابد تھے۔

[3] تفسیر الطبري، ج:۴، ص:۱۱

میں حضرت حطان [1] سے روایت کرتے ہیں: حضرت ابو موسیٰ نے حکم دیا کہ میراث کی تقسیم کے وقت جب رشتے دار، یتیم، مسکین اور اڑوس پڑوس کے غریب لوگ آجائیں تو اُن کو بھی حصہ دیا جائے [2]۔

جن آیات میں ظاہری طور پر تعارض ہو حسن بصری اُن کی ایسی تفسیر کرتے ہیں، جس سے وہ ظاہری تعارض بالکل ختم ہو جاتا ہے۔آپ سورتوں کے مکی ومدنی ہونے کو بھی بیان کرتے ہیں [3]۔اس کے ساتھ ساتھ مختلف قرآآت کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

دیگر خصوصیات تفسیر علاوہ ازیں باطل فرقوں اور گمراہ لوگوں کے عقائد پر بھی قرآنی آیات کی روشنی میں رد کرتے ہیں۔ جن آیات کا مفہوم نہیں سمجھ پاتے ان میں توقف کرتے ہیں۔ خصوصاً فواتح السور [الم، الر وغیرہ] میں [4]۔ غیر مانوس کلمات کی وضاحت کرتے ہیں [5]۔ جن آیات میں مومنین کی تعریف ہوتی ہے، ان کے ذیل میں آپ صحابہ کرام کے مناقب بیان کرتے ہیں۔بعض وہ آیتیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور عذابات پر مشتمل ہیں، ان کی تفسیر میں

---

[1] آپ کا پورا نام حطان بن عبداللہ رقاشی ہے۔آپ روایتِ حدیث میں ثقہ اور ثبت ہیں۔

[2] سورۃ نساء، آیت: ۸، تفسير الطبري، ج: ۸، ص: ۱۵

[3] ۳) دیکھیے اثر نمبر: ۱۱۰۷۱، ۶۵۹، ۷۲۲، ۱۹۸۵

[4] دیکھیے اثر نمبر: ۱۴۶/۵۴۵/۱۹۲۱/۱۹۱۷/۲۲۴۵

[5] اور اس دوسرے جز میں چالیس کلمات کی تشریح فرمائی ہے۔ اثر نمبر: ۱۳۲، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۱۱، ۹۵، ۸۵، ۷۳، ۲۳۴، ۱۷۱، ۱۶۴

اپنے معاشرے کو بیدار کرتے ہیں۔جب کسی آیت کاشانِ نزول ہو تواس کو ضرور ذکر کرتے ہیں[1]۔

اسباب نزول کے بیان کا اہتمام: ڈاکٹر عمر یوسف اسباب نزول کے بارے میں امام حسن بصری کااہتمام نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت حسن بصری اسبابِ نزول کے بیان کابہت التزام کرتے؛ کیونکہ اس سے آیاتِ قرآنیہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ حتیٰ کہ علامہ واحدی کو کہناپڑا: 'کسی آیت کی تفسیر معلوم ہو ہی نہیں سکتی جب تک اس سے متعلق قصہ اورشانِ نزول کاعلم نہ ہو'۔امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: 'سبب نزول کاجاننا آیت کے فہم میں مدد دیتاہے؛ کیونکہ سبب کو جاننے سے ہی مسبّب کا صحیح علم ہوتا ہے'[2]۔

حضرت حسن بصری کاشان نزول ذکر کرنے کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ﭢ ﭣ ﭤ ﭥ ﭦ ﭧ[البقرة:۱۸۷]

اللہ کو علم تھاکہ تم اپنے آپ سے خیانت کررہے تھے

کاشان نزول بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت عمر بن خطاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے[3]۔

---

[1] دیکھیے اثر نمبر: ۳/۵۸/۶۰/۶۰الف/۶۰ب/۷۲/۷۹

[2] الزرقانی,مناهل العرفان،ج:ا، ص: ۱۰۲[ط: عیسی البابی الحلبی وشرکائہ]

[3] تفسير ابن أبي حاتم،ج:ا،ص:۱۲۱،تفسير الآلوسي،ج:۲، ص: ۴

ﮃ ﮄ ﮅ ﮆ ﮇ ﮈ ﮉ ﮊ ﮋ ﮌ ﮍ[البقرة:۲۳۲]

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دے دی ہو، اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائے، تو (اے میکے والو) انھیں اس بات سے منع نہ کرو کہ وہ اپنے پہلے شوہروں سے نکاح کریں۔

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ حضرت معقل بن یسار کے بارے میں نازل ہوئی[1]۔

ﭬ ﭭ ﭮ ﭯ ﭰ ﭱ ﭲ ﭳ ﭴ[آل عمران:۳۱]

اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو،

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں چند لوگوں نے کہا: 'اے محمد! ہم اپنے رب سے محبت کرتے ہیں'۔ تو یہ آیت نازل ہوئی[2]۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ﭑ ﭒ ﭓ ﭔ ﭕ ﭖ ﭗ ﭘ ﭙ ﭚ ﭛ ﭜ[نساء:۳۴]

مرد عورتوں کے نگران ہیں، کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے

کے بارے میں فرماتے ہیں:

ایک آدمی نے بیوی کو تھپڑ مارا۔ وہ شکایت کے لیے آپ ا کے پاس آئی۔ آپ ا نے ارادہ کیا کہ شوہر سے اس کے لیے بدلہ لے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی علیہ السلام نے اُس کے شوہر کو

---

[1] تفسير الطبري، ج:۵، ص:۱۹

[2] تفسير الطبري، ج:۶، ص:۳۲۷ اور السیوطی، ج:۲، ص:۱۷

بلایا اور یہ آیت اُس کے سامنے تلاوت کی اور فرمایا: 'میں نے تو دوسرا ارادہ کیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ اور چاہا'[1]۔

ۂ ۂ ہ ہ ۂ ۂ ھ ہ ھ[المائدہ: ۴۴]

اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ لوگ کافر ہیں

کے بارے میں ارشاد گرامی ہے: 'یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن ہمارے حق میں بھی لازم ہے'[2]۔

جب ایک آیت یا ایک لفظ کے دو یا دو سے زیادہ معنیٰ ہوں، تو امام حسن بصری اس کی دو یا دو سے زیادہ تفسیریں کرتے ہیں۔ آیاتِ احکام کی تشریح میں فقہی مسائل کو بھی زیر بحث لاتے ہیں۔ بعض آیات اور سورتوں کے فضائل بھی ذکر کرتے ہیں[3]۔ اسی طرح بعض کلیات [4]اور عجیب و غریب نکات بھی بیان کرتے ہیں[5]۔

ناسخ و منسوخ کا علم اور امام حسن بصری:

---

[1] تفسير الطبري، ج:۸، ص:۲۹۱

[2] تفسير الطبري، ج:۱۰، ص:۳۵۷

[3] دیکھیے اثر نمبر: ۱۰۱۶، ۱۳۴۶، ۱۷۹۰، ۲۳۹۸

[4] (۲) دیکھیے ڈاکٹر عمر یوسف کے رسالہ کا اثر نمبر: ۱۳۴۶۔ (نوٹ) ڈاکٹر عمر یوسف کا رسالہ شروع قرآن سے لے کر سورۃ نحل کے آخر تک ہے، نیز دیکھیے میرے رسالے کے اثر نمبر: ۹۴/۲۵۲/۳۶۰/۷۹۳/۱۲۴۶

[5]

ناسخ ومنسوخ پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔اس موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر ہم چند آیات پیش کرتے ہیں، جن کا منسوخ ہونا یا نہ ہونا امام نے واضح کیا ہے؛تاکہ اس سے پتا چلے کہ آپ اس اہم علم کا کس قدر اہتمام کرتے تھے۔ناسخ ومنسوخ کا دائرہ تنگ کرنے میں امام حسن بصری کو اولیت کاشرف حاصل ہے۔کچھ لوگوں نے اس باب میں اس قدر توسع سے کام لیاکہ بہت سے قرآنی نصوص کو معطل کردیا۔انھوں نے قارئین کی نظر سے قرآن کریم کی خوبصورتی اور جمال کو چھپادیا۔قرآن کریم کے فہم کے لیے ناسخ ومنسوخ کی معرفت ایک بنیادی علم ہے ؛کیونکہ اس سے منسوخ کا علم ہوتاہے جس پر عمل نہیں کیاجاتا۔اس محکم (غیر منسوخ) کا بھی پتاچلتاہے جس پر عمل کرنا واجب ہوتاہے۔اس لیے مفسر کو ہر چیز سے پہلے اس کا علم حاصل کرنا چاہیے۔حضرت عبداللہ بن عباس نے :

ې ې ۍ ۍ ﯗ ﯘ ﯙ ﯚ ﯛ ﯜ ﯝ ﯞ[البقرہ:۲۶۹]

اور جسے دانائی عطا ہوگئی،اُسے وافر مقدار میں بھلائی مل گئی،

کی تشریح میں لکھا ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کا ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ، مقدم ومؤخر اور حلال وحرام کا جاننا ہے[1]۔

منسوخ آیات کو محکم قرار دینے میں آپ کی تشریحات

امام حسن بصری کے نزدیک منسوخ آیات بہت کم ہیں۔ذیل میں سورتوں کی ترتیب سے ہم ان چند آیات کا ذکر کرتے ہیں، جو دیگر کئی مفسرین کے نزدیک منسوخ ہیں، لیکن امام کے

---

[1] تفسیر الطبري،ج:۳،ص:۶۰

نزدیک غیر منسوخ ہیں ؛ تاکہ ناسخ ومنسوخ کی معرفت میں آپ کے مکمل ادراک کا پتا بھی چلے اور منسوخ آیات کی تعداد کو کم کرنے میں آپ کے اہتمام کا بھی۔

سورۃ اسراء: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ﮓ ﮔ ﮕ ﮖ ﮗ ﮘ ﮙ ﮚ ﮛ ﮜ[آیت١١٠]

اور تم اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے، بلکہ ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار کرو۔

حضرت حسن بصری نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے: 'تم علانیہ پڑھ کر ریا نہ کرو نہ ہی دوسروں سے اسے چھپاؤ' [1]۔

اس تفسیر کے مطابق آیت منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔ جن لوگوں نے اس کی تفسیر یہ کی کہ نبی علیہ السلام جہری قراءت کرتے تھے، مشرکین اس کو سنتے تو وہ قرآن اور صاحب قرآن علیہ السلام کو گالی گلوچ کرتے۔اس کی وجہ سے آپ انے اپنی آواز اتنی آہستہ کی کہ وہ نہ سنیں۔اس لیے آپ کو حکم دیا گیا کہ بیچ کی راہ اختیار کریں۔نہ تو زیادہ چھپ کے پڑھے اور نہ زیادہ زور سے [2]۔

اس تفسیر سے آیت منسوخ ہوگی اور ناسخ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہوگا:

---

1 دیکھیے اثر نمبر: ١٠٣، ١٠٤، ١٠٥، ١٠٦

2 الإيضاح لناسخ القرآن ومنسوخه، ص: ٣٤١[دارالمنار جدہ، ط: ا، ١٤٠٦ھ]

ۋ ۋ ۍ ې ۑ ۑ د د ئا ئاالأعراف،آیت: ۲۰۵

اور اپنے رب کا ذکر کرو، اپنے دل میں بھی، عاجزی اوخوف کے (جذبات کے) ساتھ اور زبان سے بھی، آواز بہت بلند کیے بغیر۔

یہ قول بھی ہے کہ اس آیت کے لیے ناسخ علت کا ختم ہونا ہے؛ کیونکہ علت مشرکین کی طرف سے محمد ا اور قرآن کو نقصان کا پہنچنا تھا اور مدینہ منورہ میں یہ علت ختم ہو گئی۔

سورۃ مریم: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ک ک گ گ گ گ گ گ گ گ[آیت:۷۱]

اور تم میں سے کوئی نہیں جس کا اس (دوزخ) پر گذر نہ ہو۔

امام حسن بصری کے نزدیک یہ آیت غیر منسوخ ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ منسوخ ہے اور ناسخ اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے:

ۋ ۋ ۍ ې ۑ ۑ د د ئا[انبیاء:۱۰۱][1]

البتہ جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے بھلائی پہلے سے لکھی جاچکی ہے، (یعنی نیک مومن) اس کو اس جہنم سے دور رکھا جائے گا۔

امام حسن بصری نے اس کی ایسی تفسیر کی جس سے نسخ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

سورت انبیاء: فرمانِ باری تعالی ہے:

---

[1] الإيضاح لمعرفة الناسخ والمنسوخ، ص: ۳۴۶/۳۴۵

ﮉ ﮊ ﮋ ﮌ ﮍ ﮎ ﮏ ﮐ ﮑ ﮒ ﮓ ﮔ[انبیاء:۹۸]

(اے شرک کرنے والو!) یقین رکھو کہ تم اور جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں، تمھیں اسی جہنم میں جااترنا ہے۔

امام حسن بصری کے ہاں یہ آیت محکم ہے اور مابعد والی آیت:

ﯜ ﯝ ﯞ ﯟ ﯠ ﯡ ﯢ ﯣ ﯤ[انبیاء:۱۰۱]

البتہ جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے بھلائی پہلے سے لکھی جاچکی ہے، (یعنی نیک مومن) اس کو اس جہنم سے دور رکھا جائے گا،

اس سے استثنا ہے۔

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ یہ آیت: ﯜ ﯝ ﯞ ﯟ ﯠ ﯡ کی وجہ سے منسوخ ہے۔

سورت حج: میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ﮉ ﮊ ﮋ ﮌ ﮍ الحج، آیت: ۷۸

اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو، جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ ہے اور اس کے لیے ناسخ یہ آیت ہے:

ﮨ ﮩ ﮪ ﮫ التغابن، آیت: ۱۶

اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جتنی تمھاری طاقت میں ہے۔

امام حسن بصری نے اس کی ایسی تفسیر کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محکم یعنی غیر منسوخ ہے۔ آپ فرماتے ہیں: آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں کما حقہ جہاد بغیر تلوار چلانے کے بھی کرتا ہے[1]۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کا لفظ عام ہے وہ چاہے وہ تلوار سے ہو یا زبان سے یا خواہشات نفسانی کی مخالفت سے، جتنا انسان کے بس میں ہو۔ اس لیے اس آیت کا مدلول ﮨ ﮩ ﮪ ﮫ والی آیت کے مدلول کے مخالف نہیں۔

سورت نور: اس آیت :ﭽ ﭾ ﭿ ﮀ ﮁ ﮂ ﮃ ﮄ[النور:3]

زانی مرد نکاح کرتا ہے تو زناکار یا مشرک عورت ہی سے نکاح کرتا ہے،

میں اکثر علما نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ لیکن امام حسن بصری اور امام نخعیکے نزدیک یہ منسوخ نہیں، بلکہ محکم ہے[2]۔

اسی طرح:

ﯓ ﯔ ﯕ ﯖ ﯗ ﯘ ﯙ ﯚ ﯛ ﯜ ﯝ ﯞ ﯟ[النور:۲۷]

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو، جب تک اجازت نہ لے لو اور اُن میں رہنے والوں کو سلام نہ کرو۔

---

[1] دیکھیے اثر نمبر:۳۵۱، الإيضاح لمعرفة الناسخ والمنسوخ، ص:۳۵۶

[2] دیکھیے اثر نمبر:۴۱۷، الإيضاح لمعرفة الناسخ والمنسوخ، ص:۳۵۹

کے بارے میں بعض علما کا کہنا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ لیکن امام حسن بصریفرماتے ہیں کہ یہ محکم ہے اور:

ﭬ ﭭ ﭮ ﭯ ﭰ ﭱ ﭲ ﭳ ﭴ ﭵ ﭶ ﭷ ﭸ ﭹﭺ [النور:۲۹]

تمھارے لیے اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم ایسے گھروں میں (اجازت کے بغیر) داخل ہو جن میں کوئی نہ رہتا ہو،

دراصل اس سے استثنا ہے، نہ کہ وہ ناسخ ہے[1]۔

ایسے ہی آیت:

ﮬ ﮭ ﮮ ﮯ ﮰ ﮱ ﯓ ﯔ ﯕ ﯖ ﯗ ﯘ ﯙ ﯚ ﯛ ﯜ ﯝ [النور:۵۸]

اے ایمان والو! جو غلام لونڈیاں تمھاری ملکیت میں ہیں، اور تم میں سے جو بچے ابھی بلوغ تک نہیں پہنچے اُن کو چاہیے کہ وہ تین اوقات میں (تمھارے پاس آنے کے لیے) تم سے اجازت لیا کریں۔۔۔

کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے، لیکن امام حسن بصری نے اس کی ایسی تفسیر کی ہے، جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ محکم ہے اور اجازت طلب کرنا لازم ہے[2]

بعض حضرات کے نزدیک آیت:

ﭽ ﮀ ﮁ ﮂ ﮃ ﮄ [النور:۶۱] کسی نابینا کے لیے اس میں کوئی گناہ نہیں،

---

[1] دیکھیے اثر نمبر: ۴۳۴، الإیضاح، ص: ۳۶۵

[2] دیکھیے اثر نمبر: ۴۶۴، الإیضاح، ص: ۳۶۶

منسوخ ہے اور ناسخ یہ آیت ہے:

گ گ گ ں ں[البقرة: ۱۸۸]اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ کبھی کبھار اجنبی آدمی کسی کے گھر میں داخل ہوتا اور اس کو بھوک لگی ہوتی، تو وہ وہاں سے کوئی چیز کھالیتا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ گھروں کو تالے نہیں لگائے جاتے تھے۔ لیکن جب تالے لگنا شروع ہوگئے، تو پھر داخل ہونا اور کھانا کھانا ممنوع قرار پایا۔

بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں: یہ آیت مسلمانوں کے ایک فعل کے لیے ناسخ ہے اور وہ یہ کہ کوئی کسی کے گھر کھانا نہیں کھاتا تھا۔ اس آیت:

ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ڤ ڦ ڦ ڦ[النساء: ۲۹]

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ

پر عمل کرتے ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

چ ڍ ڍ ڌ ڌ ڎ ڎ ڏ ڏ ژ ژ ڙ ۳) سورۃالنور، آیت: 61

کسی نابینا کے لیے اس میں کوئی گناہ نہیں،

کہ یہ حضرات اس ممانعت سے مستثنیٰ ہیں۔ کچھ علما کا کہنا یہ ہے: لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ اصلاً ان مسلمانوں کے فعل کے لیے ناسخ ہیں، جو ان معذور حضرات کے ساتھ کھانے میں تنگی محسوس کرتے تھے۔

امام حسن بَصری اور دوسرے بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ غیر منسوخ ہے اور دراصل یہ ان معذور لوگوں کے لیے، جو جہاد سے پیچھے رہ جاتے، بطور رخصت واجازت کے نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے بعد جو کھانے کا ذکر ہے یہ عطفِ رخصت علی رخصت ہے[1]۔

سورۃ فرقان: آیت :

ﯖ ﯗ ﯘ ﯙ ﯚ

اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں۔

میں اکثر علما کا کہنا یہ ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ لیکن امام حسن بصری نے اس کی تفسیر کے ضمن میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ محکم ہے[2]۔

سورۃ قصص: ارشاد باری تعالی ہے :

ﮉ ﮊ ﮋ ﮌ ﮍ سورۃ الفرقان، آیت: ۶۳

ہم تمھیں سلام کرتے ہیں، ہم نادان لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

---

[1] دیکھیے اثر نمبر: ۴۷۰، اس لیے کہ معذور افراد جہاد میں حاضری کے مکلّف نہیں ہے۔

[2] دیکھیے اثر نمبر: ۵۱۹/۵۲۰/۵۲۲/۵۲۳، الإیضاح، ص: ۳۷۱

اس بارے میں بعض علما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب کفار پر سلام کہنے سے منع فرمایا تو اس سے یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ بعض حضرات فرماتے ہیں: یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔

لیکن امام حسن بصری نے اس کی ایسی تفسیر کی جس سے پتا چلتا ہے کہ منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔آپ فرماتے ہیں: سلام سے اصطلاحی سلام یعنی السلام علیکم مراد نہیں بلکہ بیچ بچاو مراد ہے[1]۔

سورۃ احزاب: اس آیت:

چ ڍ ڍ ڌ ڌ ڎ ڎ ڈ ڈ ژ ژ ڑ ڑ ک ک ک ک گ گ گ
ګ ڳ ڳ ڴ

اے ایمان والو جب تم نے مومن عورتوں سے نکاح کیا ہو، پھر تم نے انھیں چھونے سے پہلے ہی طلاق دے دی ہو، تو ان کے ذمے تمھاری کوئی عدت واجب نہیں ہے جس کی گنتی تمھیں شمار کرنی ہو، لہٰذا انھیں کچھ تحفہ دے دو اور انھیں خوبصورتی سے رخصت کر دو۔

کے بارے میں کہا گیا ہے یہ منسوخ ہے۔ لیکن امام حسن بصری فرماتے ہیں: یہ منسوخ نہیں بلکہ اس عورت کے لیے ساز و سامان ہے[2]۔اسی طرح:

چ چ چ چ چ چالأحزاب، آیت: ۵۲

---

[1] (۵) دیکھیے اثر نمبر: ۶۹۴/۶۹۳، الإیضاح، ص: ۳۷۵

[2] دیکھیے اثر نمبر: ۸۸۸، الإیضاح، ص: ۳۸۴

اس کے بعد دوسری عورتیں تمھارے لیے حلال نہیں ہیں۔

بھی ہے کہ بعض کے نزدیک:

ﭑ ﭒ ﭓ ﭔ ﭕ ﭖ ﭗ ﭘ ﭙ[آیت 51]

ان بیویوں میں سے تم جس کی باری چاہو، ملتوی کردو، اور جس کو چاہو، اپنے پاس رکھو۔

سے **منسوخ** ہے، جبکہ امام حسن بصری فرماتے ہیں یہ **محکم** ہے[1]۔

سورت نساء: فرمان باری تعالیٰ ہے:

ﮈ ﮉ ﮊ ﮋ ﮌ ﮍ ﮎ ﮏ ﮐ ﮑ ﮒ ﮓ[2]

بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا جائے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ اس آیت:

ﮓ ﮔ ﮕ ﮖ ﮗ ﮘ ﮙ(النساء، آیت: ۹۳)

اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے، تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، سے منسوخ ہے، لیکن امام حسن بصری کی تفسیر کے مطابق یہ محکم ہے[3]۔

---

[1] دیکھیے اثر نمبر: ۹۰۰، الایضاح، ص: ۳۸۵

[2] الإيضاح، ص: ۳۹۸

[3] دیکھیے اثر نمبر: ۱۲۰۵

سورت فُصِّلَت: آیت

ﭽ ﭼ ﭼفصلت، آیت: ۴۰

جو چاہو وہ عمل کرو،

کے بارے میں علما فرماتے ہیں کہ یہ

ﯘ ﯙ ﯚ ﯛ ﯜ ﯝ[التکویر: ۳۰]

اور تم چاہو گے نہیں جب اللہ نہ چاہے

سے منسوخ ہے۔ لیکن امام حسن بصری کی تفسیر کے مطابق یہ منسوخ نہیں، بلکہ یہ اہلِ بدر کے بارے میں ہے [1]، جیسا یہ قول حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی مروی ہے۔ للذا اس تفسیر کے مطابق اس میں کوئی نسخ نہیں۔ جب آیت کفار کے بارے میں ہو، تب بھی یہ وعید ہے اور اس میں نسخ نہیں۔

سورتِ شوریٰ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ﭖ ﭗ ﭘ ﭙ ﭚ[شوریٰ، آیت: ۲۳]یں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا۔

اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آیت:

---

[1] (۵) دیکھیے اثر نمبر: ۱۲۸۵، الإیضاح، ص: ۴۰۱

ﯾ ﯿ □ □ □ □ □ □ □□ □ □ □ □ [سبا:۴۷][1]

کہو کہ میں نے تم سے اس بات پر کوئی اجرت مانگی ہے تو وہ تمھاری ہے میرا اجر تو اللہ کے سوا کسی کے ذمے نہیں، سے منسوخ ہے۔

امام حسن بصری فرماتے ہیں: یہ محکم ہے[2]۔

اسی طرح فرمانِ الٰہی:

ۀ ہ ہ ﮩ ﮨ ھ[الشوری:۳۹]اور جن پر کوئی زیادتی ہوتی ہے تو وہ اپنا دفاع کرتے ہیں

کے بارے میں بعض علما کا کہنا یہ ہے کہ یہ آیتِ قتال سے منسوخ ہے۔امام حسن بصری کی تفسیر کے مطابق یہ محکم ہے۔وہ فرماتے ہیں: ظالم سے بدلہ لینا اچھا ہے، چاہے وہ مسلمان ہو یا مشرک[3]۔

سورتِ احقاف: آیت:

ک ﮑ ﮒ ﮓ گ ﮕ گ[احقاف:۹]

مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ یہ معلوم ہے کہ تمھارے ساتھ کیا ہوگا،

اس کے بارے میں آپ سے دو اقوال مروی ہیں۔ایک یہ کہ یہ آیت:

---

[1] الإيضاح، ص: ۴۰۵

[2] ایضاً، اور دیکھیے اثر نمبر: ۱۲۹۶

[3] اثر نمبر: ۱۳۰۸، الإيضاح، ص: ۴۰۵

ٱ ٻ ٻ ٻ ٻ پ پ پ پ پ ڀ ڀ ٺ(۲)الفتح،آیت:۱/۲

(اے پیغمبر!) یقین جانو ہم نے تمہیں کھلی ہوئی فتح عطا کردی ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ تمھاری اگلی پچھلی تمام کوتاہیوں کو معاف کردے،

سے منسوخ ہے، جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ محکم ہے [1]۔

حضرت ابو محمد مکی عدم نسخ کے بارے میں امام حسن بصری کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "یہ حسن بصری کا قول ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنے اور دوسرے لوگوں کے حق میں آنے والے واقعات کے علم کی نفی کردی۔ کیا آپ اس ارشاد باری تعالیٰ کو نہیں دیکھتے:

ک ک ک ک گ گ گ[احقاف:۹]

میں کسی اور چیز کی نہیں، صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں، جو مجھے بھیجی جاتی ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں [صرف اس حکم کی اتباع کرتا ہوں جو مجھے وحی کے ذریعے دیا جاتا ہے] دوسری بات یہ کہ مذکورہ آیت :ِنّا فتحنا الخ ،خبر ہے اور خبر کبھی ناسخ نہیں ہوتا۔۔۔الخ [2]"۔

سورت محمد: ارشادِ باری تعالی ہے:

ڈ ڈ ژ ژ ژ ڑ ک ک ک ک[محمد:۴]

---

[1] اثر نمبر:۱۳۸۱/۱۳۸۲

[2] الإیضاح،ص: ۴۱۱/۴۱۲

یہاں تک کہ جب تم ان کی طاقت کچل چکے ہو، تو مضبوطی سے گرفتار کرلو، پھر چاہے احسان کرکے چھوڑ لو یا فدیہ لے کر۔

بعض کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے، جبکہ آپ کے نزدیک یہ محکم ہے[1]۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ انے غلاموں کے بارے میں تین چیزوں کا اختیار دے دیا: یاتو فدیہ لے کر ان کو چھڑادیا جائے، یا احسان کرکے مفت میں آزاد کیا جائے یا ان کو قتل کیا جائے۔ ٹھیک اسی طرح سربراہِ حکومت کو بھی ان تین امور میں اختیار ہے[2]۔

سورت ذاریات: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ﮒ ﮓ ﮔ ﮕ ﮖ[الذاریات: ۱۹]

اور ان کے مال ودولت میں سائلوں اور محروم لوگوں کا (باقاعدہ) حق ہوتا تھا۔

اس کے بارے میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت زکات سے منسوخ ہے۔ امام حسن بصری کی اختیار کردہ تفسیر سے پتا چلتا ہے یہ محکم ہے[3]؛ کیونکہ مال میں زکات کے علاوہ بھی فقیروں کا حق ہوتا ہے[4]۔

سورت مجادلہ: آیت:

ﭑ ﭒ ﭓ ﭔ ﭕ ﭖ ﭗ ﭘ ﭙ ﭚ ﭛ[المجادلہ: ۱۲]

---

1 دیکھیے اثر نمبر: ۱۴۱۳

2 الإيضاح، ص: ۴۱۴

3 دیکھیے اثر نمبر: ۱۵۳۰

4 الإيضاح لناسخ القرآن ومنسوخه، ص: ۴۱۹

اے ایمان والو! جب تم رسول سے تنہائی میں کوئی بات کرنا چاہو، تو اپنی اس تنہائی کی بات سے پہلے صدقہ دیا کرو۔

دیگر حضرات کی طرح حضرت حسن بصری کے نزدیک بھی آیت منسوخ ہے[1]۔

سورت حشر: فرمان الٰہی ہے:

ڈ ڈ ژ ژ ڑ ڑ ک ک ک ک گ گ گ گ گ گ گپ گپ[الحشر:۷]

اللہ اپنے رسول کو دوسری بستیوں سے جو مال بھی فے کے طور پر دلوادے تو وہ اللہ کا حق ہے، اور اس کے رسول کا، اور قرابت داروں کا، اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں کا۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد:

ب ب ٻ ٻ پ پ پ ٻ ٻ پ ٿ ٿ ٿ ذ(۴)[انفال:۴۱][2]

اور (مسلمانو!) یہ بات اپنے علم میں لے آؤ کہ تم جو کچھ مالِ غنیمت حاصل کرو، اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول اور اُن کے قرابت داروں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے،

کی وجہ سے منسوخ ہے۔ امام حسن بصری نے اس کی ایسی تفسیر کی، جس سے معلوم ہوتا ہے یہ محکم ہے[3]۔

---

[1] دیکھیے اثر نمبر: ۱۷۶۸/۱۷۶۹

[2] قتادۃ، کتاب الناسخ والمنسوخ، ص: ۴۸[مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ط: ۱۴۰۴ھ]

[3] اثر نمبر: ۱۷۷۸

آپ نے غنیمت اور مال فے کے درمیان فرق بیان کیا۔ اس لیے سورت انفال میں بیان کردہ اصناف کے لیے غنیمت میں پانچواں حصہ ہوگا اور باقی جنگ میں شرکت کرنے والوں کے لیے پورے کا پورا ہوگا، جبکہ 'مالِ فے' سورت حشر میں مذکورہ اصناف پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور صرف پانچواں حصہ انھیں نہیں دیا جائے گا[1]۔

سورتِ مُمتَحِنہ: اللہ تعالی فرماتے ہیں:

ﭺ ﭻ ﭼ ﭽ ﭾ ﭿ ﮀ ﮁ ﮂ ﮃ[ممتحنة:۸]

اللہ تمھیں اس بات سے منع نہیں کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہ کی۔۔۔،

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت:

ﮬ ﮭ ﮮ ﮯ[توبہ:۵]

ان مشرکین کو (جنھوں نے تمھارے ساتھ بدعہدی کی تھی) جہاں کہیں پاؤ، قتل کر ڈالو،

سے منسوخ ہے[2]، یا دیگر آیاتِ قتال سے۔ لیکن امام حسن بصری نے اس کی ایسی تفسیر کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محکم ہے[3]۔ اور یہی حضرت مجاہد کا قول بھی ہے[4]۔

اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے:

ﮦ ﮧ ﮨ ﮩ ﮪ ﮫ ﮬ ﮮ[ممتحنہ:۱۰]

---

[1] الإيضاح، ص: ۴۳۰/۴۲۹

[2] الإيضاح، ص: ۴۳۱، اور اثر نمبر: ۱۷۹۲

[3] الإيضاح، ص: ۴۳۱، اور اثر نمبر: ۱۷۹۲

[4] الإيضاح، ص: ۴۳۲

اے ایمان والو! جب تمھارے کے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو تم اُن کو جانچ لیا کرو۔

یہ آیت امام حسن بصری کے نزدیک منسوخ ہے[1]۔

سورتِ طلاق: اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ئا ئا ئە ئە ئو ئو الطلاق، آیت: ۴

اور جو عورتیں حاملہ ہوں، ان کی (عدت کی) میعاد یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں۔

اس کے بارے میں بعض علماکا خیال ہے وہ عورت جس کا شوہر وفات پا جائے، یہ آیت اس کے لیے حکم کا ناسخ ہے۔ تو وہ عورت جس کا شوہر وفات پائے اس کا حکم قرآن کے مطابق چار مہینے اور دس دن کی عدت گزارنا ہے[البقرۃ: ۴]۔

امام حسن بصری نے اس انداز سے اس کی تفسیر کی[2] جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ آیت بقرہ والی آیت کے لیے مُخَصِّص ہے۔ اس طرح کہ بقرہ والی آیت میں متوفی عنہا زوجہا سے مراد غیر حاملہ عورتیں تھیں۔ جس کی دلیل قروء کا لفظ ہے[جس کا معنی حیض ہے اور حیض غیر حاملہ عورت کو آتا ہے، [اس لیے قروء کا لفظ اس پر قرینہ ہے کہ اس سے مراد غیر حاملہ عورتیں ہیں[3]۔

سورت معارج: آیت:

---

[1] الإيضاح ، ص: ۴۳۲

[2] اثر نمبر: ۱۸۴۹

[3] الإيضاح، ص: ۴۴۱

ئۇ ئۇ ئۆ[المعارج: ۵]لہٰذا تم خوبصورتی کے ساتھ صبر سے کام لو،

کے بارے میں بعض حضرات فرماتے ہیں: یہ منسوخ ہے۔ لیکن امام حسن بصری کی تفسیر کے مطابق یہ محکم ہے [1]۔

اسی طرح:

گ گ گ گ گ[المعارج: ۲۴]اور جن کے مال و دولت میں ایک متعین حق ہے۔

کے بارے میں بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ آیتِ زکات سے منسوخ ہے، جبکہ امام حسن بصری کے نزدیک یہ محکم ہے اور اس سے مراد زکات ہے [2]۔

سورت مزمل: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ٱ ب ٻ ٻ پ پ[مزمل:۱/۲]

اے چادر میں لپٹنے والے، رات کا تھوڑا حصہ چھوڑ کر باقی رات میں عبادت کے لیے کھڑے ہو جایا کرو۔

یہ آیت:

ڤ ڤ ڦ ڦ چ[مزمل: ۲۰]اب تم اتنا قرآن پڑھ لیا کرو جتنا آسان ہو [3]

سورت اعلیٰ: آیت: ی □ □ □[الأعلیٰ: ۴]فلاح اس نے پائی جس نے پاکیزگی اختیار کی،

---

[1] اثر نمبر: ۱۹۳۱، الإیضاح، ص: ۴۴۱

[2] اثر نمبر: ۱۹۴۴

[3] اثر نمبر: ۱۹۸۰

کے بارے میں کہاگیاہے کہ یہ آیتِ زکات سے منسوخ ہو گئی ہے۔ حضرت حسن بصری کی تفسیر کے مطابق یہ محکم ہے [1]۔

سورتِ غاشیہ: فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

ﯢ ﯣ ﯤ[الغاشیہ: ۲۲]آپ کو ان پر زبردستی کرنے کے لیے مسلط نہیں کیاگیا کہاگیاہے کہ یہ منسوخ ہے [2]۔ حضرت حسن بصری نے اس کی ایسی تفسیر کی، جس سے معلوم ہوتاہے کہ یہ محکم ہے [3]۔ وہ اس طرح کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ان کے ایسے آقا اور مولا نہیں، جو ان کو اسلام لانے پر مجبور کریں۔ آپ کے ذمے صرف پیغامِ خداوندی کا پہنچانا ہے۔ باقی دل اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں، جسے چاہے ہدایت سے نوازیں [4]۔

سورت انشراح: آیت:

ﯙ ﯚ ﯛ [الانشراح: ۷]للٰذا جب تم فارغ ہو جاؤتو (عبادت میں) اپنے آپ کو تھکاؤ۔

بعض حضرات کے نزدیک یہ منسوخ ہے (۱)۔ حضرت حسن بصری (۲) کی تفسیر سے پتا چلتاہے کہ یہ محکم ہے (۳)۔

---

[1] اثر نمبر: ۲۲۳۷

[2] الإیضاح، ص: ۴۴۶

[3] اثر نمبر: ۲۲۴۹

[4] الإیضاح، ص: ۴۴۶

عرب کے احوال سے گہری واقفیت

ڈاکٹر عمر یوسف نے ذکر کیا ہے کہ آپ اپنی تفسیر میں اعراب کے حالات وواقعات اور عادات کے ذکر کرنے کا بھی اہتمام کرتے تھے، وہ لکھتے ہیں:

امام حسن بصری اُن علما میں سے تھے، جو عرب کے احوال اور عادات کو بخوبی سمجھتے تھے۔ ان کی دینی اور اجتماعی حالات کے فہم نے ان کو تفسیرِ قرآن میں بڑی ناموری عطا کی۔ اُن کی تفسیر کو پڑھتے ہوئے اس کے بہت سارے شواہد نظر آتے ہیں۔ مثلا:

ہ ھ ھ ے ے ۓ ۓبقرۃ:۱۷۸

اس کے بعد بھی کوئی زیادتی کرے تو وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے،

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: جاہلیت میں جب کوئی آدمی کسی کو قتل کر دیتا، تو وہ اپنی قوم کے پاس بھاگ جاتا۔ پھر اس کی قوم آتی اور فریق مخالف کو دیت دے کر قاتل کی طرف سے صلح کرتی۔ پھر بھاگنے والا قاتل خود کو مامون سمجھ کر باہر نکلتا، تو وہ [مقتول کے اولیا باوجود صلح کے] اُس کو قتل کر دیتے (۵)۔

ۆ ۆ ۈ ۈ ۇ ۋ ۋ[لبقرۃ،آیت:۱۸۹]

اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں اُن کی پشت کی طرف سے داخل ہو،

(۱)الإیضاح، ص:۴۴۶

(۲)اثر نمبر: ۲۳۱۵

(۴)الإيضاح، ص: ۴۴۶

(۵)تفسير الطبري، ج: ۳، ص: ۳۷۷

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: جاہلیت میں بہت سے لوگ ایسے تھے، جب وہ سفر کا ارادہ کرتے اور گھر سے منزل مقصود کے لیے نکلتے، پھر نکلنے کے بعد ان کا ارادہ ہوتا کہ ٹھیر جائیں اور اپنا سفر چھوڑ دیں، تو وہ دروازے سے گھر میں داخل نہ ہوتے، بلکہ پیچھے سے دیوار پھلانگ کر آتے (۱)

ﮬ ﮭ ﮮ ﮯ[آل عمران: ۹۷] اور جو اس میں داخل ہوتا ہے امن پا جاتا ہے۔

کے تیروں کے پاس آتے۔ ان میں سے ایک پر لکھا ہوتا: أُوْمُرْنِي[مجھے حکم دو] دوسرے پر لکھا ہوا: اِنْهَنِي[مجھے منع کرو] اور تیسرے کو ان دونوں کے درمیان چھوڑتے۔ اس پر کچھ بھی نہ لکھا ہوتا، پھر وہ ان تیروں کو گھماتے۔ اگر وہ تیر نکلتا جس پر اومرني لکھا ہوتا، تو وہ اس کام کو شروع کرتے اور اگر انهني والا نکلتا، تو کام سے رُک جاتے اور اگر وہ تیر نکلتا جس پر

(۱)تفسير ابن أبي حاتم، ج: ۱، ص: ۱۲۴

(۳)تفسير ابن أبي حاتم، ج: ۲، ص: ۵۱، اور ابن كثير، ج: ۱، ص: ۳۸۴

کچھ بھی نہ لکھا ہوتا تو وہ ان تیروں کو دوبارہ گھماتے (۱)۔

علوم سیرت میں تبحر

اس کے بعد ڈاکٹر عمر نے ذکر کیا ہے کہ آپ کس طرح اپنی تفسیر میں واقعاتِ سیرت سے استشہاد کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ حسن بصری کا علم سیرت نبی ﷺ اور غزوات کے متعلق بہت وسیع تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے اپنی تعلیم کے ابتدا ہی میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور جلیل القدر تابعین سے اس علم کا حصول کیا تھا۔

آپ کی تفسیر کا مطالعہ کرنے والا دیکھتا ہے کہ غزوات رسول ﷺ کے بارے میں بہت پر کیف اور دلکش انداز میں گفتگو فرماتے ہیں۔اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ ٹ[آل عمران: ۱۲۳]

اللہ نے تو (جنگِ) بدر کے موقع پر ایسی حالت میں تمھاری مدد کی تھی، جب تم بالکل بے سروسامان تھے۔

میں اَذِلّۃکی تفسیر میں فرمایا: 'اس سے مراد قلیل ہے؛ کیونکہ اس دن مسلمانوں کی تعداد ۳۱۰ کے لگ بھگ تھی' (۳)۔

ى ې ې د د ئا ئا ئە ئە[آل عمران، آیت: ۱۷۲]

وہ لوگ جنھوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار کا فرمانبرداری سے جواب دیا،

کے بارے میں فرماتے ہیں: ابوسفیان اور اُن کے ساتھیوں نے احد کے دن مسلمانوں کو سخت

(۱)تفسير الطبري، ج: ۹، ص: ۵۱۱، شوكاني، فتح القدير، ج: ۲، ص: ۱۱

(۳)تفسير ابن أبي حاتم، ج: ۲، ص: ٦۵، تفسير الطبري، ج: ۷، ص: ۱۷۲

نقصان پہنچایا اور واپس چلے گئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ابوسفیان واپس چلا گیا، لیکن اس کے دل میں اللہ تعالی نے رعب ڈال دیا۔ اب کون اُن کا پیچھا کرنے کے لیے آمادہ ہے؟ اس کے بعد آپ علیہ السلام حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علیاور چند دوسرے صحابہ رضی اللہ عنھم اُن کا پیچھا کرنے کے لیے اٹھے۔ ابوسفیان کو خبر ہوئی کہ نبی علیہ السلام ان کا پیچھا کر رہے ہیں۔ اس دوران ابوسفیان کی ملاقات تاجروں کے ایک قافلے سے ہوئی۔ اُس نے قافلے والوں سے کہا: آپ محمد ﷺ کو کسی طریقے سے لوٹا دیں اور میں اس کے بدلے آپ کو اتنی اتنی رقم دوں گا۔ اور ان کو یہ [جھوٹی] خبر دیں کہ میں نے اُن کے مقابلے میں کئی لشکر جمع کیے ہیں اور اُن پر واپس حملہ کرنے والا ہوں ۔ تاجر آ گئے اور انھوں نے وہ باتیں آنخضرت ﷺ کو بتلادی۔ آپ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

حَسبُنَا اللہ [ہمارے لیے اللہ کافی ہے] اور اللہ تعالی نے اس دوران یہ آیت نازل کی :

ې ﯛ ﮈ ﮉ ﯔ ﯔ ﯕ ﯕ[آل عمران، آیت: ۱۷۲](۲)

وہ لوگ جنھوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار کا فرمانبرداری سے جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول :

ۀ ہ ہ ہ ھ ہ ھ ھ ے[التوبۃ، آیت: ۲۵]

اور (خاص طور پر) حنین کے دن جب تمھاری تعداد کی کثرت نے تمھیں مگن کر دیا تھا، مگر وہ کثرتِ تعداد تمھارے کچھ کام نہ آئی،

کی تفسیر یں فرماتے ہیں: جب اہل مکہ اور اہل مدینہ دونوں جمع ہوگئے اور انھوں نے کہا کہ ہم حنین والوں سے لڑیں گے اور ہم اُن کے مقابلے میں جمع ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کو ان

(۲)تفسير ابن أبي حاتم، ج: ۲، ص: ۹۱، تفسير ابن كثير، ج: ۱، ص: ۴۳۰

کی یہ بات اچھی نہیں لگی، اور اپنی کثرت پر مغرور ہونا بھی آپ علیہ السلام نے ناپسند فرمایا۔ پھر دونوں فریقوں کا جب جنگ میں سامنا ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شکست دی، حتیٰ کہ ان میں ایک آدمی بھی دوسرے کے مدد کے لیے نہیں اٹھ سکتا تھا۔ اس لمحے آپ ﷺ عرب کے قبیلوں کو آواز دینے لگے: خدا کے بندوں! میری طرف آئو، پس خدا کی قسم! کوئی بھی آپ کی طرف نہیں آتا حتیٰ کہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔

پھر آپ ﷺ انصار کی طرف متوجہ ہوئے جبکہ وہ ایک کونے میں تھے۔ آپ نے اُن کو پکارا: 'اے خدا اور اس کے رسول کے مددگاروں! میری طرف آئو خدا کے بندو! میں خدا کا رسول ہوں'۔ تو وہ پیچھے مڑے اور کہنے لگے: 'اے رسولِ خدا! رب کعبہ کی قسم آپ کے پاس ہی آئیں گے'۔ وہ سر جھکا کر رو رہے تھے اور آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے شمشیر زنی کر رہے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دلادی (۱)۔

قرآن کی آیت:

ۅ ۅ ۆ ۆ ې[توبۃ: ۱۱۷]

اور انصار پر جنھوں نے ایسی مشکل گھڑی میں نبی کا ساتھ دیا۔

کی تفسیر میں غزوۂ تبوک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکلیف ، تنگی اور مشقت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: دس مسلمان ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے۔ جبکہ سازوسامان کی کمی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کبھار ایک پوری جماعت ایک ہی کھجور کو باری باری چوستے، یہاں تک کہ صرف کھجور کی گٹھلی باقی رہ جاتی۔ اُن کے پاس کچھ کرم خوردہ جو تھا۔ تو ہوتا یہ تھا کہ جب وہ اس جو کی روٹی کا لقمہ منہ میں رکھتے، تو ناک میں اس کی بدبو محسوس ہوتی (۳)۔

(ا)السیوطی،الدر المنثور، ج: ۳، ص: ۲۲۴

(ا)الفخر الرازی،التفسیر الکبیر، ج: ۱۶، ص: ۲۱۵

تیسری فصل

حدیث اور علوم حدیث میں مقام و مرتبہ

آپ راویانِ حدیث کے تیسرے طبقے کے سرخیل ہیں۔ آپ ثقہ، فاضل، فقیہ اور مشہور ہیں (۱)۔ کتبِ سِتّہ اور ان کے علاوہ دیگر اصحاب سنن ومسانید اور اصحاب مُصنَّفات ومَعَاجم نے آپ کی احادیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ ذیل میں چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں جن سے علوم حدیث میں آپ کے مہارت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے:

حیرت انگیز قوت حافظہ: آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ سعید بن بلال عَنزی طویل حدیث شفاعت جس کو وہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں، اس میں ہے: جب ہم حضرت انسکے پاس سے نکلے، تو حضرت حسن بصری پر ہمارا گزر ہوا، ہم نے ان پر سلام کیا۔ اور پھر اس جگہ [جہاں تک حضرت انس نے ہم سے حدیث شفاعت بیان کی تھی] تک ان کو مذکورہ حدیث بیان کی۔ آپ نے فرمایا: آگے بیان کرو! ہم نے کہا: انھوں نے اس سے زیادہ ہمیں بیان نہیں کیا۔ تو آپ نے فرمایا: انھوں [حضرت انس] نے مجھ سے بیس سال پہلے یہ حدیث بیان کی تھی، جس طرح تمھیں بیان کی اور اس دن آپ پہلو کے بل لیٹے تھے۔ پھر وہ آگے فرمانے لگے: [آگے حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے [میں چوتھی مرتبہ پھر انھی محامد سے باری تعالیٰ کا حمد بیان کروں گا اور پھر سجدے میں پڑ جاؤں گا تو کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیں، بات کریں آپ کی سنی جائے گی، مانگیں! آپ کو دیا جائے گا۔ سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ تو میں کہوں گا: اے میرے رب! میرے لیے اُن لوگوں [کی سفارش] کے بارے میں اجازت دیجیے، جنھوں نے لا الٰہ الّا اللہ کہا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میرے عزت وجلال اور میرے کبریا وعظمت کی قسم! میں اس جہنم سے ہر اس شخص کو نکال کر رہوں گا جس نے لا الٰہ الا اللّٰہ کہا ہے۔۔۔ الخ (۱)۔

(۱)تقریب التهذیب، ج:۱، ص: ۱۶۵

اس روایت سے آپ کے قوتِ حافظہ کا پتا چلتا ہے کہ آپ بیس سال پہلے سنی ہوئی روایت کو نہ بھولے۔اسی وجہ سے حضرت انس بن مالک فرماتے تھے : 'حسن بصری کو اپنا سنا ہوا یاد رہا اور ہم بھول گئے'۔ حضرت حسن بصری نے اصحابِ رسول ا کی ایک بڑی تعداد سے احادیث کا سماع کیا تھا۔آپ کے پاس جلیل القدر صحابی حضرت جابر بن زید کا صحیفہ تھا، جس سے آپ روایت کرتے تھے (۲)۔آپ نے حضرت سمرہ بن جندب سے دو سو سے زیادہ روایتیں بیان کی (۳)۔اسی طرح آپ نے حضرت عمران بن حصین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی روایات نقل کی۔

موزوں پر مسح: ابن منذر حضرت حسن بصری سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ آپ علیہ السلام موزوں پر مسح فرماتے تھے (۴)۔

مجوسیوں کا سمندری شکار: آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے ستر ایسے صحابہ کو دیکھا جو مجوسیوں کے سمندری شکار کو کھاتے تھے اور اُن کے دلوں میں اس سے کوئی کھٹک نہیں پیدا ہوتی تھی (۵)۔

صحابہ سے براہ راست سماعِ حدیث: عثمان الاعرج امام حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ کے سات صحابہ نے حدیثیں بیان کی، جن میں حضرت ابوہریرہ دوسی، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری، حضرت عبداللہ بن عمرو عاص ،

عبداللہ بن عمر خطاب، عمران بن حصین ، معقل بن یسار اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم شامل ہیں (۱)۔

(۱)تفسير البغوي مع ابن كثير، ج: ۵، ص: ۲۲۰، خطیب البغدادی، الكفاية، ص: ۳۵۴

(۲)سنن الترمذي، ج: ۳، ص: ۵۹۵، کتاب البیوع، باب ماجاء فی رض المشترک یرید بعضہم بیع نصیبہ

(۳)الطبرانی، المعجم الكبير، ج: ۷، ص: ۲۳۱، ج: ۱۸، ص: ۱۶۰، ج: ۲۲، ص: ۱۷۷

(۴) محمد بن اسماعیل صنعانی، سبل السلام شرح بلوغ المرام، ص: ۱۱۹[دارالکتاب العربی بیروت، ط: ا، ۱۴۰۵ ہجری]

(۵)موطاابن زياد، ہامش ص: ۱۹۹[الدار التونسیۃ، تونس[

حضرت حسن احادیث کی نشرواشاعت کاحتی الوسع اہتمام کرنے کی وجہ سے اپنے تلامذہ کو حدیثیں املا کراتے تھے (۲)۔

امام حسن بصری اور علوم حدیث

مناولہ: مناولہ کامطلب یہ ہے کہ محدث اپنی کتاب کسی کو دے اور اُس سے کہے: جو کچھ اس میں ہے، اُسے میری طرف سے لوگوں کو بیان کریں۔ پھر اُس کے لیے جائز ہوتا ہے کہ وہ یہ کہے: حدَّثَني فلانٌ عن فلانٍ، مجھے فلاں نے فلاں سے بیان کیا (۳)۔ حضرت حسن بصری کے نزدیک مناولہ میں کوئی حرج نہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ جو کتابیں ہم آپ سے پڑھتے ہیں، ہم [لوگوں کو بیان کرتے وقت] کیا کہیں؟ آپ نے جواب دیا: لوگوں سے کہو: حدَّثَنا الحسنُ کہ ہم سے حسن نے بیان کیا (۴)۔

ایک سوال کا جواب: عوف کہتے ہیں کہ ایک آدمی حسن بصری کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابوسعید! میرا مکان دور ہے۔ اور آپ کے پاس بار بار آنا میرے لیے مشکل ہے، اور میرے پاس آپ کی احادیث ہیں، اگر آپ ان کی قراءت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، تو انھیں آپ کے سامنے پڑھ لوں گا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا: 'مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ آپ نے میرے سامنے پڑھی اور میں نے آپ کو بتلادیا یہ میری حدیثیں ہیں یا میں نے آپ سے بیان کی ہیں '۔ اس نے سوال کیا کہ کیا میں لوگوں سے [بیان کرتے وقت] یہ کہہ سکتا ہوں: حدثني الحسن کہ مجھ سے حسن بصری نے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: جی ہاں! آپ ایسا کہہ سکتے ہیں (۱)۔

(۱) ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی، المنهيات، ص: ۲۳ [تحقیق: محمد عثمان الخشت، مکتبۃ القرآن، القاہرۃ]

(۲) البخاری، التاريخ الكبير، ج: ۱/۲، ص: ۳۸۰

(۳) المحدّث الفاصل، ص: ۴۳۵، الکفایۃ، ص: ۳۳۲

(۴) فتح البارى، ج: ۱، ص: ۱۵۰

قراءت علی المحدث: امام حسن بصری قراءت علی المحدّث کو جائز سمجھتے تھے (۲)۔ اور اس کو سماع کے رتبے میں خیال کرتے (۳)۔ آپ اس کو اجازت کا نام دیتے (۴)۔ آپ فرماتے:
أصحُّ السماع قراءتُكعلى العالم(۵)

آپ کا سب سے بہتر سماع استاذ کے سامنے [احادیث کا] پڑھنا ہے۔

حدثنااور اخبرنا میں تسویہ: آپ فرمایا کرتے کہ حدّثنا اور اَخبرَنا کے الفاظ ایک جیسے ہیں۔ یہ امام زہری کا بھی مسلک ہے اور امام بخاری نے بھی اسے ترجیح دی ہے(٦)۔

کتابتِ حدیث: آپ کتابتِ حدیث کو جائز قرار دیتے (٧)۔اور فرماتے: حدیث کو محفوظ رکھنے میں لکھنے جیسی کوئی چیز نہیں(٨)۔

(١)تاریخ يحییٰ بن معين، ج: ٢، ص: ١١٠

(٢)المحَدِّث الفاصل، ص: ٤٢٦

(٣)ایضاً، ص: ٤٢٧

(٤)البخاري مع فتح الباري، ج: ١، ص: ١٣٧، الإلماع، ص: ١٧

(٥)الإلماع، ص: ٨٠، اور فتح المغيث، ص: ٢١٩

(٦)فتح الباري، ج: ١، ص: ٢٢، الإلماع، ص: ١٢٣، جامع بیان العلم، ج: ٢، ص: ١٧٥

(٧)الإلماع، ص: ١٤٧، فتح المغيث، ص: ٢٣٧[العاصمة، القاہرة ١٣٨٨ھ]

(٨)المحدِّث الفاصل، ص: ٣٧٥، تقیید العلم للخطیب، ص: ١٠١

روایتِ حدیث بالمعنی: امام حسن بصری روایت بالمعنی کو جائز قرار دیتے تھے (١)۔آپ فرماتے: جب آپ نے حدیث نقل کرتے وقت معنی درست ادا کردیا تو یہ کافی ہے (٢)۔

روایت بالمعنی کی دلیل: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پچھلے لوگوں کے قصے اُن کی زبانوں کے علاوہ دوسری زبان [عربی] میں بیان کیے ہیں۔پھر مختلف جگہوں میں وہی

معنی برقرار رکھ کر ان کو دوبارہ مختلف الفاظ میں دہرایاہے۔ اور ان کی زبانوں سے انھیں عربی میں نقل کیاہے۔حالانکہ عربی زبان [الفاظ وجملوں] کی تقدیم وتاخیر اورحذف وزیادتی میں اُن زبانوں کے مخالف ہے (۳)۔اس لیے جب محدث عربی زبان ہیں امام حسن بصری جیسا نابغۂ روزگار ہواوراس کو معنی کے نہ بدلنے کایقین کامل ہو ، توپھر اس کے لیے روایت بالمعنی جائز ہے۔

روایت بالمعنی پر اشکال کا جواب: اس کی طرف حضرت حسن بصری نے اشارہ بھی کیاہے، جب قیس بن غیلان نے اُن پر تنقید کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بَصری سے کہاکہ ایک آدمی حدیث سنتاہے، پھراس کو بیان کرتاہے اور کوئی پرواہ نہیں کرتا، تواس کی حدیث میں کمی بیشی آجاتی ہے؟[کیا یہ جائز ہے؟] آپ نے فرمایا: 'کس کے بس میں یہ ہے '[کہ حدیث کے الفاظ کو بالکل من وعن یادرکھیں اوراسی طرح بیان کریں] (۴)۔

امام شافعی کا قول: امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک تابعی نے فرمایاہے: 'میں کئی اصحاب رسول علیہ السلام سے ملا ہوں، تو وہ[روایتِ حدیث میں] معنی میں متفق ہوتے، جبکہ اُن کے الفاظ میں اختلاف ہوتا۔ہیں نے بعض حضرات سے اس کاذکر کیا۔انھوں نے

(۱)المحدِّث الفاصل، ص: ۵۳۱، تحفة الأحوذي، ج: ۱۰، ص: ۴۹۰، البیہقی،معرفة السنن والآثار ص: ۴۴[لجنة إحياء اِمّہات کتب السنة]

(۲)المحدِّث الفاصل، ص: ۵۳۳

(۳)شرح علل الترمذي، ج: ۱، ص: ۱۴۹، المحدّث الفاصل، ص: ۵۳۱

(۴)تہذیب الکمال، ج:۱، ص:۲۵۹

جواب دیا کہ جب تک معنیٰ پر کوئی اثر نہ پڑے تو کوئی حرج نہیں' (۱)۔

دیگر اصحاب حدیث کے اقوال: حضرت واثلہ بن الاسقع کہتے ہیں: جب ہم آپ کو کسی حدیث کا معنیٰ بیان کر دیں تو یہ آپ کے لیے کافی ہے (۲)۔ حضرت ابن عون فرماتے ہیں: میں نے تین بندوں کو دیکھا، جو سماع حدیث میں سختی برتتے تھے (۳) اور تین ایسے آدمی تھے جو معنیٰ کے سلسلے میں نرمی سے کام لیتے تھے۔ جو حضرات تساہل کرتے تھے تو وہ امام حسن بصری، امام شعبی اور امام نخعی ہیں اور جو حضرات تشدُد سے کام لیتے تھے، تو وہ حضرت محمد بن سیرین، حضرت قاسم بن محمد اور حضرت رجاء بن حیوہ ہیں (۴)۔

ہشام بن حسان بیان کرتے ہیں: حسن ہمیں آج دن ایک حدیث بیان کرتے پھر جب کل اس کو دوبارہ بیان کرتے، تو اس میں کمی بیشی کرتے، البتہ [دونوں مرتبہ] معنیٰ ایک ہوتا (۵)۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر: ایک آدمی نے امام ابن سیرین کے سامنے ایک خواب بیان کیا کہ اُس نے ایک کبوتر دیکھا، جو ایک موتی کو نگلتا ہے۔ پھر وہی ان [کے منہ سے] بڑا ہو کے واپس نکلتا ہے۔ اور ایک کبوتر ایسا ہے جو موتی کو نگلتا ہے تو وہ اپنی سابقہ حالت سے چھوٹا ہو کے باہر نکلتا ہے۔ حضرت ابن سیرین نے اس خواب کی تعبیر نکالی کہ جو موتی بڑا ہو کر نکلتا ہے وہ حسن بصری کی مثال ہے۔ وہ حدیث کو سنتے ہیں پھر [بیان کرتے وقت] اس کو اپنے گفتار سے نکھار دیتے ہیں اور اپنے مواعظ بھی اس کے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ اور وہ موتی جو چھوٹا ہو کے نکلتا ہے، وہ محمد بن سیرین ہے کہ وہ حدیث سنتے ہیں لیکن [بیان کرتے وقت] اس میں کمیکرتے ہیں (۱)۔

(ا) الامام الشافعي، الرسالة، ص:۲۷۵[عیسی البابی مصر ، ط : ا، ۱۳۵۸ ھ۔] بیہقی,معرفة السنن والآثار، ص: ۴۳

(۲)سنن الدارمي، باب من رخص فی الحدیث اذااصاب المعنی، ج: ا، ص: ۹۳

(۳) یعنی اپنے اساتذہ سے سنے ہوئے حروف اور الفاظ کو تبدیل نہیں کرتے تھے۔

(۴)المحدِّث الفاصل، ص: ۵۳۵,تهذيب التهذيب، ج: ۲، ص: ۲۶۵

(۵)المحدِّث الفاصل، ص: ۵۳۳، ۵۴۱،عيون الأخبار، ج: ۲، ص: ۱۳۶

امام ابن سیرین فرماتے ہیں: میں دس آدمیوں سے حدیث سنا کرتا، ان کا معنی ایک ہوتا اور الفاظ مختلف ہوتے (۲)۔

نقدِ رجال: حضرت حسن بصری کا شمار اس فن کے شہسواروں میں ہے۔آپ ان اولین لوگوں میں سے ہیں جنھوں رُواتِ حدیث کے پرکھنے کا آغاز کیا۔ نقد حدیث کے ماہرین نے آپ کے نقد کو بطور سند پیش کیا ہے۔امام ترمذی فرماتے ہیں: 'بعض ناسمجھ لوگوں نے محدثین پر عیب زنی کی ہے کہ انھوں نے رجال پر کلام کیوں کیا ہے؟ حالیکہ ہم نے تابعین میں سے کئی حضرات کو پایا ہے کہ انھوں رجال پر کلام کیا ہے۔ ان میں امام حسن بصری اور حضرت طاوس ہیں، جنھوں نے معبد جُہَنی پر کلام کیا ہے' (۳)۔

تین لوگوں کی غیبت جائز ہے: حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی غیبت جائز ہے: وہ فاسق جو اپنے فسق کو ظاہر کرے،اس کا فسق لوگوں کو بیان

کرنا جائز ہے۔صاحبِ بدعت، اس کی بدعت کا ذکر کرنا جائز ہے۔ظالم سربراہِ حکومت، کہ اس کے ظلم کو آشکارا کرنا جائز ہے(۴)۔

(۱) الذہبی، تاریخ الإسلام، ج: ۴، ص: ۱۹۶/۱۹۵

(۲) الفسوی، المعرفة والتاریخ ،ج: ۲، ص: ۶۴

(۳) تحفة الأحوذي، ج: ا، ص: ۴۶۹

(۴) ابن الجوزی، الحسن، ص: ۴۹

چوتھی فصل

امام حسن بصری اور علم فقہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن بصری کے ساتھ خیر کاارادہ کیا کہ آپ کو دین کی سمجھ بوجھ عطا کی، قرآن وسنت سے مسائل کے استنباط کا راسخ ملکہ عنایت فرمایا، اور آپ کو فقہاے عراق کا امام بنادیا۔اپنے زمانے کے ائمہ فقہ نے آپ کی فقہی بصیرت اور ژرف نگاہی کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔

اہل بصرہ کے فقیہ: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ جب عبادلہ (یعنی حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم) وفات پاگئے، تو تمام شہروں میں علم فقہ موالی میں منحصر ہوگیا۔ لہٰذا اہل مکہ کے فقیہ حضرت عطاء

بن ابی رباح ہوئے۔اہل یمن کے فقیہ حضرت طاوس،اہل بصرہ کے فقیہ حضرت حسن بصری، اہل شام کے فقیہ حضرت مکحول، اہل خراسان کے فقیہ حضرت عطاء خراسانی ہوئے،مگر اللہ تعالی نے مدینہ کو ایک قریشی سے خصوصیت دی؛اس لیے بغیر کسی مد مقابل کے وہاں کے فقیہ حضرت سعید بن المسیب تھے (۱)۔

حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم: حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے بڑھ کر حلال وحرام کو زیادہ جاننے والا کسی کو نہیں دیکھااور میں نے جب بھی حسن بصری کے علم کادوسرے علماکے ساتھ تقابل کیاتوان کو بڑھاہوا پایا۔البتہ جب اُن کو کسی مسئلے میں اشکال پیش آتا تو وہ حضرت سعید بن المسیب سے پوچھتے (۲)۔

آپ جیسا کسی کو نہیں دیکھا: حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے حسن بصری سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا(۳)۔حمید اور یونس بن عبید کہتے ہیں: ہم نے فقہاکو دیکھا،لیکن حضرت حسن بصری سے

(۱)إعلام الموقعین،ج:۱،ص: ۲۲/۲۳[مطبعۃ السعادۃ مصر،ط:۱، ۱۳۷۴ھ]

(۲)تذکرۃ الحُفَّاظ،ج:۱،ص: ۵۵[دار إحیاء التراث العربی مصوّر عن النسخۃ الہندیۃ]

(۳)تہذیب التہذیب،ج:۲،ص: ۲۶۵

زیادہ جامع کسی کو نہیں دیکھا(۱)۔

حسن بصری جیسا دل نہیں: ہشام فرماتے ہیں: حضرت عطاء سے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھاگیا۔آپ نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم! کہاگیاکہ حسن بصری اس بارے میں ایسافرماتے

ہیں۔آپ نے جواب میں کہا: خدا کی قسم! میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان حضرت حسن بصری جیسا دل نہیں ہے (۲)۔

مسئلے کا جواب دینے میں توقف: اس وسعت علمی اور تیز حافظے کے باوجود آپ بہت سے سوالات کے جوابات دینے میں توقف فرماتے۔آپ کا خیال تھا کہ فقیہ عنقا پرندے کی طرح نادر ونایاب ہوتا ہے۔

اصل فقیہ: عمران منقری کہتے ہیں: میں نے حضرت حسن بصری سے کسی مسئلے میں اُن کے موقف کے بارے میں کہا: 'فقہااس طرح [آپ کے قول کی طرح] نہیں کہتے۔آپ نے یہ سن کر کہا: 'ارے کم بخت! تو نے کبھی فقیہ دیکھا بھی ہے؟ فقیہ تو وہ ہوتا ہے جو دُنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طالب ہو، دین کے معاملے میں اس کو بصیرت حاصل ہو اور ہمیشہ اپنے رب کی عبادت میں لگا رہے۔

کلبی کہتے ہیں: میں نے حسن بَصری کو مکہ میں دیکھا تو میں نے اُن سے کوئی مسئلہ پوچھا۔آپ نے جواب نہیں دیا۔میں نے کہا: اے جماعتِ فقہا! ہم آپ سے مسئلہ پوچھتے ہیں تو آپ جواب نہیں دیتے۔آپ نے فرمایا: 'اے تیرا ناس ہو! تو نے اپنی آنکھوں سے کہیں فقیہ دیکھا بھی ہے؟ اور جانتے بھی ہو کہ فقیہ کون ہوتا ہے؟ فقیہ تو وہ ہوتا ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو، آخرت کی طرف مائل ہو، عبادت میں لگا رہتا ہو اور دین میں بصیرت کا حامل ہو (۳)۔

مطر نے ایک دن حضرت حسن بصری سے ایک مسئلہ پوچھا۔جب آپ نے جواب دیا تو مطر نے کہا: فقہاآپ کی بات سے اختلاف کرتے ہیں، امام حسن بصری نے فرمایا: 'تجھے تیری ماں روئے ! تم نے کہیں فقیہ دیکھا بھی ہے؟ جانتے بھی ہو کہ فقیہ

(۱)ابن سعد،الطبقات، ج: ۲، ص: ۱۷۰

(۲)سنن الدارمي، ج: ا، ص: ۸۹

(۳)مقدِّمتان في علوم القرآن، ص: ۱۷٦

کیاچیز ہے؟ وہ خدا سے ڈرنے والا، زاہد ہوتا ہے۔ اپنے سے اوپر والے شخص کی پرواہ نہیں کرتا اور نیچے والے کامذاق نہیں اڑاتا اور اللہ تعالی کی طرف سے دیے ہوئے علم پر دنیا کا حقیر اسباب نہیں لیتا(۱)۔

فقہی آراء: حضرت حسن بصری کی فقہی آرا اور فتاویٰ اپنے دور کے ہر فقیہ سے زیادہ ہیں۔ فقہی ابواب کا کوئی بھی فصل آپ کے فقہی اقوال اور دقیق آرا سے خالی نہیں۔ ابو سلمہ تبوذکی کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے آٹھ ہزار مسائل یاد کیے (۲)۔ محمد بن احمد بن یحیٰ بن مفرج اندلسی نے امام حسن بصری کے فقہ کو سات جلدوں میں جمع کیا (۳) ۔آپ اُن کے تفسیری اقوال میں بھی اُن کے فقہی آرا کا مشاہدہ کر سکتے ہیں (۴)۔

ڈاکٹر عمر یوسف نے استخدام الحسن الفقهفيتفسيره [حسن بصری کا اپنی تفسیر میں فقہ سے کام لینا] کے عنوان سے اس کی بعض مثالیں بیان کی ہیں۔آپ لکھتے ہیں:

تفسیر حسن بصری میں آپ کا فقہی پہلو بھی نمایاں ہے؛ کیونکہ حضرت حسن بصری اپنے زمانے کے نامور فقہا میں سے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت قتادہ نے آپ کے بارے میں فرمایا: میں جس فقیہ کے پاس بھی بیٹھا، حضرت حسن بصری کو اُن سے بڑھ کر پایا(۵)۔ حضرت بکر بن عبداللہ مزنی (٦) فرماتے ہیں: 'جن کو ہمارے دیکھے ہوئے لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ کو دیکھنے سے خوشی ہوتی ہو اُن کو چاہیے کہ حسن بصری کو دیکھے' (۱)۔

(۱)ابن سعد،الطبقات،ج: ۷، ص: ۱۷۷

(۲)سير أعلام النبلاء،ج: ۴، ص: ۵۷۷،یعقوب فسوی سے روایت کیا ہے۔

(۳)الحمیدی،جذوة المقتبس في ذكر وُلاة الأندلس، ص: ۴۰[مطابع سبیل العرب، مصر]

(۴) دیکھیے اثر نمبر: ۳۵۲/۳۳۷/۳۳۵/۳۳۲/۳۲۵/۳۲۲/۳۲۱/۳۲۰

(۵)سير أعلام النبلاء،ج: ۴، ص: ۵۷۳

(٦)آپ کا پورا نام بکر بن عبداللہ مُزنی ابو عبداللہ بصری ہے۔ روایت حدیث میں آپ معتمد اور جلیل القدر مانے جاتے ہیں۔ محدثین نے آپ کو تیسرے طبقے میں شمار کیا ہے۔آپ نے ۱۰٦ہجری کو داعیٔ اجل پر لبیک کہا،تقریب،ج: ا، ص: ۱۰٦

حضرت ایوب سختیانی (۲) فرماتے ہیں: 'اگر آپ حسن بصری کی زیارت کر لیتے،توآپ ضرور کہتے کہ میں کسی فقیہ کے پاس [اس سے پہلے] بیٹھا ہی نہیں' (۳)۔

امام حسن بصری کی تفسیر میں فقہی مسائل

امام حسن بصری کی تفسیر کو پڑھنے والا بہت سے مسائل فقہیہ اس میں دیکھتا ہے، اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

آیت قصاص کی تشریح:

ڈ ژ ژ ڑ ڑ ک ک کالبقرۃ:۱۷۸

اے ایمان والو! جو لوگ (جان بوجھ کر ناحق) قتل کردیے جائیں، ان کے بارے میں تم پر قصاص (کا حکم) فرض کردیا گیا ہے،

کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں: 'مرد کو عورت کے مقابلے میں قتل نہیں کیا جائے گا جب تک وہ آدھی دیت نہ دیں' (۵)۔

مقیم روزہ دار اگر مسافر ہو جائے: ۂ ہ ہ ۂ ہ[البقرۃ،آیت:۱۸۵]

لہٰذا تم میں سے جو شخص یہ مہینہ پائے، وہ اس میں ضرور روزہ رکھے،

کی تفسیر میں ارشاد ہے: جس پر روزے کا وقت اقامت کی حالت میں آجائے، پھر وہ سفر شروع کرے تو اسے روزہ کھولنے کا اختیار ہے (۷)۔

(۱)سیر أعلام النبلاء،ج:۴،ص:۵۷۸

(۲) آپ کا پورا نام ایوب سختیانی ابوبکر بصری ہے۔آپ روایت حدیث میں حد درجے معتمد اور قابل اعتبار گردانے جاتے ہیں۔

(۳)سیر أعلام النبلاء،ج:۴،ص:۵۸۵

(۵)تفسير الطبري،ج: ۳، ص: ۳٦۲

(۷)تفسير الطبري،ج: ۳، ص: ۴۵۳

ہدی کا مطلب: اللہ تعالیٰ کے فرمان:

ۇ ۇ ۆ ۆ ۈ ۈ[البقرة،آیت: ۱۹٦]

ہاں! اگر تمھیں (حج اور عمرے سے) روک دیا جائے، توجو قربانی میسر ہو اللہ کے حضور پیش کردو۔

کے بارے میں کہتے ہیں: الهَدْي سے مراد بکری ہے (۲)۔

حکم کو جدائی کا اختیار نہیں: چ چ چ ڇ ڍ ڍ ڌ ڌ ڎ ڎ ڈالنساء: ۸۹

اور اگر تمھیں میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو تو(ان کے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے) ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے بھیج دو،

کے بارے میں فرماتے ہیں: [میاں بیوی کو] ملانے میں دونوں حَکَم فیصلہ کرسکتے ہیں، جبکہ جدائی کا فیصلہ نہیں کرسکتے (۴)۔

کفارے میں کافر غلام کی آزادی: ئا ئا ئه[المائدة: ۸۹] یا ایک غلام کو آزاد کرے

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کسی بھی کفارے میں کافر غلام کا آزاد کرنا جائز نہیں (٦)۔

احرام کے دوران شکار: اللہ تعالیٰ کے فرمان:

(۲)تفسير الطبري،ج: ۴، ص: ۲۸

(۴)تفسير الطبري،ج:۸، ص:۳۲۴

(٦) سیوطی، ج:۲، ص:۳۱۳

□ □ □ □ □[المائدۃ:۹۵] اور جو شخص دوبارہ ایسے کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس سے بدلہ لے گا،

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:[اللہ]اس کے خلاف فیصلہ صادر فرماتے ہیں، جب کبھی وہ شکار کرتا ہے(۲)۔

امام حسن بصری اور منصبِ قضا

حضرت حسن بصری کو دومرتبہ عہدۂ قضا قبول کرنے پر مجبور کیاگیا، لیکن آپ اس پر راضی نہیں تھے۔ایک دفعہ ابن الاشعث نے آپ کو اپنے معسکر میں قاضی بنانے پر مجبور کیا (۳)، جبکہ دوسری بار عدی بن ارطاۃ جو حضرت عمر بن العزیزکے گورنر تھے،نے آپ کو بصرہ کے قضاء پر مجبور کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے پوچھا گیاکہ آپ نے کن کو بصرہ کا قاضی بنایا؟آپ نے جواب میں فرمایا:'میں نے سیدالتابعین حسن بن ابی الحسن بصری کو یہ عہدہ تفویض کیاہے' (۵)۔

سلام بن مسکین کہتے ہیں: ہم حضرت حسن بصری کاانتظار کررہے تھے،اس حال میں کہ آپ عدی بن ارطاۃ کے پاس تھے۔جب آپ باہر نکلے توبہت پریشان اور کبیدہ خاطر تھے۔آپ فرمانے لگے:اس بندے نے مجھے لوگوں کے لیے قاضی کے منصب پر بٹھالیا۔ میں نے اس سے اپنے بڑھاپے اور کمزوری کے بارے میں کہاکہ عہدۂ قضاسنبھالنا میرے بس کی بات

نہیں۔ اس نے جواب میں کہا کہ چند دن تک [عہدۂ قضا سنبھال کر] میری مدد کرو، پھر میں آپ کی جگہ کسی دوسرے شخص کو بٹھالوں گا(۱)۔

(۲)تفسير الطبري، ج: ۱۱، ص: ۵۳، ابن قدامہ،المغني,ج: ۳، ص: ۴۵۱، شنقیطی،أضواء البيان,ج: ۲،ص: ۱۲

(۳)ایضاً،ج: ۲،ص: ۷،تهذيب التهذيب،ج: ۲،ص: ۲۷۰

(۴)العقد الفريد،ج: ۴، ص: ۱۹۷(۵)أخبار القضاة،ج:۱،ص: ۳۰۷[عالم الکتب، بیروت]

بصرہ کے چار قاضی: عبدالکریم کہتے ہیں: بصرہ میں چار قاضی تھے کہ ان جیسی قضا کسی نے بھی نہ کی: ہشام بن ہبیرہ، ابن اذنبہ عبدی، حسن بن ابی الحسن بصری اور ایاس بن معاویہ رحمہم اللہ (۲)۔

تحفے تحائف قبول کرنے سے انکار

حضرت حسن بصری نے قضاپر معاوضہ لینے اور عہدۂ قضا کے دوران تحفے تحائف کے قبول کرنے سے اپنے آپ کو بچایا۔ آپ نے یہ حساس ذمہ داری خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نبھائی۔ ابواسامہ کہتے ہیں کہ عدی بن ارطاۃ نے حضرت حسن بصری کو دو سو درہم بھیج دیے، توآپ نے وہ اُن کو واپس کر دیے۔ اس نے ان دو سو سے زیادہ بھیجے توآپ نے فرمایا: 'میں نے یہ [دو سو درہم] اس لیے واپس نہیں لوٹائے کہ میں ان کو کم سمجھ رہا تھا، بلکہ میں نے تواس لیے لوٹائے کہ میں منصبِ قضاپر معاوضہ لینا نہیں چاہتا (۳)۔

حضرت امام عہدۂ قضا کو سنبھالنے سے پہلے ہدایا قبول کرتے تھے، لیکن جب آپ قاضی بنے توآپ ہدایا قبول نہیں کرتے تھے۔

ہشام بن حسان فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کو سرخ دھاری دار کرتا زیب تن ہوئے دیکھا جس پر نقش ونگار تھا۔آپ اس میں نماز پڑھتے تھے۔ مسلمہ بن عبدالملک نے آپ کو یہ کرتا ہدیہ میں دیا تھا(۴)۔

ایک دن جب آپ مجلس قضا سے لوٹے، توخراسان کا ایک آدمی آپ کے لیے ایک صندوق لایا، جس میں پانچ ہزار درہم اور پتلے ریشم کے دس کپڑے تھے اورآپ سے کہنے لگا: 'اے ابوسعید! یہ آپ کا نفقہ اور یہ کپڑے' ۔آپ نے جواب میں فرمایا: 'اللہ آپ کے ساتھ عافیت کامعاملہ کرے۔اپنا نفقہ

(۱) أخبار القُضاة،ج: ۲، ص: ۷

(۲)أخبار القُضاة،ج: ۲، ص: ۱۵

(۳)أخبار القُضاة،ج: ۲، ۸اورج: ۲، ص: ۱۱

(۴)العِقْدالفَرید،ج:۱، ص: ۲۲۴

اور کپڑے اپنے پاس سنبھال کر رکھیے؛ کیونکہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔جو میرے جیسے منصبِ[قضا] پر بیٹھ گیا اور لوگوں سے ان جیسی چیزوں کو قبول کیا، توقیامت کے دن اللہ کاسامنااس حالت میں کرے گا کہ اس کے لیے کچھ بھی نہ ہوگا' (۱)۔

آپ پر لوگوں کا ہجوم: عبداللہ بن عون کہتے ہیں: جب آپ نے عہدۂ قضا کو سنبھالا تو لوگ آپ کے اس قدر قریب آتے کہ آپ کے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیتے۔آپ فرماتے: ان کو صرف پولیس ہی سدھار سکتی ہے(۲)۔وہ کہتے ہیں: میں نے امام حسن بصری کو دیکھا کہ لوگ ان پر جھپٹ رہے ہیں، توآپ نے فرمایا: 'ان لوگوں کے لیے پولیس کا ہونا ضروری ہے'۔آپ قضا کے لیے مسجد کے آخری حصے میں پرانے مینارے کے ساتھ رونق افروز ہوتے (۳)۔

زمانہ قضا کا ایک واقعہ: طلحہ قصاب کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری کے پاس قبیلۂ ثقیف کے دو شخص ایک تنازعے میں فیصلہ کے لیے آئے۔آپ نے اُن سے کہا کہ تم لوگ باوجود ہم عمر اور رشتہ دار ہونے کے ایک دوسرے سے لڑتے ہو۔

انھوں نے کہا: اے ابوسعید! ہم صلح ہی چاہتے ہیں۔آپ نے کہا پھر تو ٹھیک ہے۔پھر اُن دونوں نے باتوں باتوں میں ایک دوسرے پر جھوٹا ہونے کاالزام لگایا(۴)۔یہ دیکھ کر حضرت حسن بصری نے فرمایا: ربِّ کعبہ کی قسم! تم لوگوں نے جھوٹ بولا ہے؛ کیونکہ اللہ تو یہ فرماتے ہیں:

ڈ ژ ژ ڑ ڑ ک[نساء: ۳۵]اگر وہ دونوں اصلاح کرانا چاہیں گے، تواللہ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرمادے گا۔

(۱) إحياء علوم الدين، ج:۱، ص: ۶۲[دار إحياء الكتب العربية، عيسى البابي]

(۲) أخبار القُضاة، ج: ۲، ص: ۶

(۳) ایضا، ج: ۲، ص: ۷

(۴) ایضًا، ج: ۲، ص: ۹

لیکن آپ نے صلح کاارادہ کیاہی نہیں۔وکیع محمد بن خلف نے اپنی کتاب میں آپ کے فیصلوں کے بعض نمونے ذکر کیے ہیں (۱)۔

امام حسن بصری اور افتا

بصرہ کے مفتی: آپ بصرہ کے مفتی تھے۔عام مسلمان آپ ہی سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔حضرت سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری جہاد کرنے گئے تھے، تو بصرہ میں لوگوں کے مفتی جابر بن زید تھے۔ پھر جب حضرت حسن بصری آگئے تو وہ ہی فتویٰ دینے لگے (۲)۔حضرت انس بن مالک نے آپ کی تربیت کی، پڑھایا، سکھایااور پھر افتا کے لیے آگے بڑھایا؛کیونکہ وہ آپ کی عظمت بیان کرتے تھے۔اسی طرح سائلین کوآپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔

حضرت انس کاآپ پر اعتماد: خالد بن رباح الہُذلی کہتے ہیں: حضرت انس بن مالک سے ایک مسئلے کے بارے میں پوچھاگیاتوآپ نے کہاکہ مولانا حسن سے پوچھیں۔کسی نے اس پر تنقید کی توآپ نے جواب میں فرمایا: 'انھوں نے بھی احادیث سنیں اور ہم نے بھی، لیکن انھیں یادرہیں اور ہم بھول گئے (۳)۔

مسئلہ پوچھنے کے لیے حسن کے پاس جایئے: حبیب بن شہید کہتے ہیں کہ میں ایاس بن معاویہ کے پاس بیٹھا ہواتھا۔ایک آدمی آپ کے پاس آیااور ایک مسئلہ پوچھااور اس میں بہت طول

سے کام لیا۔ آپ نے اس سے کہا: اگر آپ کو فتویٰ درکار ہے، تو حضرت حسن بصری ہی کے پاس جایئے، جو میرے اور میرے والد محترم کے استاذ ہیں۔ اور اگر آپ کو فیصلہ [قضا] چاہیے تو پھر عبدالملک بن یعلیٰ کا دامن تھامیے (۴)۔

(۱) أخبار القُضاة، ج: ۲، ص: ۷۔۱۵

(۲) ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۸۰

(۳) ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۷۶، السیوطی، طبقات الحُفَّاظ، ص: ۲۸، [مطبعۃ الاستقلال الکبریٰ القاہرۃ، ۱۳۹۳ھ۔]

(۴) عیون الأخبار، ج: ۱، ص: ۶۲

ازواج اور دنیا کی طرف انبیا کا میلان: ایک مرتبہ عطاء نے آپ سے پوچھا کہ کیا انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کبھی دنیا اور بیویوں کی طرف مائل ہوتے تھے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: جی ہاں! إنّ للهتر ائكَفي خلقه (۱) اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں تھوڑی سے ناخبری پیدا کی ہے [انبیا بھی اس سے مستثنیٰ نہیں، اس کی وجہ سے وہ دنیا اور بیبیوں کی طرف مائل ہوتے ہیں]۔

دشمن کا تعاقب کرتے وقت حکم نماز: حضرت حسن بصری سفر و حضر میں فتویٰ دیتے، حتی کہ جہاد کے میدانوں میں بھی۔ لوگ آپ کو اپنے سوالات بھیجتے اور آپ اُن کو جواب دیتے۔ سابق بربری سے روایت ہے حضرت مکحول نے امام حسن بصری کو خط لکھا۔ ان کا خط ایسی حالت میں پہنچا کہ ہم دابق (۲) نامی مقام میں تھے۔ اس میں ایسے آدمی کے بارے میں

سوال کیا گیا تھا، جو شکست خوردہ دشمنوں کے تعاقب میں ہو۔اسی دوران نماز کا وقت ہو جائے تو کیا وہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر نماز پڑھے گا؟آپ نے فرمایا نہیں ! وہ اترے گا، پھر قبلہ رو ہو کر نماز پڑھے گا، لیکن اگر دشمن ان کا تعاقب کر رہا ہو تو وہ اپنے گھوڑے کے اوپر بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے گا (۳)۔

بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن میں بڑے بڑے علما نے امام حسن بصری سے استفتا کیا۔ان استفتاآت کو امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مُصَنَّف میں اور دیگر اصحاب سنن اور سوانح نگاروں نے ذکر کیا ہے۔

(ا) الزمحشری، الفائق ج: ۲، ص ۲۴۱ [عیسی البابی، ط: ا] ابن الاثیر، النهاية, ج: ۲، ص: ۴۵۶

(۲) دابق: حلب کی بستیوں میں ایک بستی ہے۔مُعجم البُلدان، ج: ۲، ص: ۴۱۷

(۳) ابن المبارک، كتاب الجهاد، ص: ۲۸۲، رقم: ۲۵۶ [مطبعة الشمال، تونس]

حاضر جوابی اور بیدار مغزی

کیا آپ مومن ہیں: ایک آدمی نے حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ کیا آپ مومن ہیں ؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اگر اس [مومن] سے آپ کی مراد یہ ارشاد باری تعالی ہے:

آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا (ا) (ا) البقرة، آیت: ۱۳۶

ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس کلام پر بھی جو ہم پر اتارا گیا ہے۔

توپھر میں مومن ہوں۔ اسی ایمان کی بنیاد پر ہم باہمی نکاح کرتے ہیں، ایک دوسرے کے وارث بنتے ہیں اور دوسروں کے خون کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اگر مومن سے مراد باری تعالیٰ کا یہ قول ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (٢) (٢) الأنفال، آیت: ٢

مومن تو وہ لوگ ہیں کہ جب اُن سے سامنے اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں،

توپھر ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ان کے زمرے میں شامل فرمائیں (٣)۔

بھائی کی وفات پر سوگ: یونس بن عبید کہتے ہیں: جب امام حسن بصری کے بھائی سعید بن ابو الحسن وفات پا گئے، تو حضرت حسن بصری کو اُن کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا، آپ نے باتیں چھوڑ دی، حتیٰ کہ آپ کی مجلس اور گفتگو میں بھی اس کا اثر ظاہر ہوا۔

کسی نے اس سلسلے میں آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جس نے سوگ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے عار نہیں بنایا۔ پھر فرمانے لگے: 'وہ گھر [دُنیا] بہت ہی برا ہے جس سے جدا ہو کر جانا ہے' (٤)۔

(٣) ابوحیان التوحیدی، البصائر و الذخائر، ص: ٥٧

(٤) ابن سعد، الطبقات، ج: ٧، ص: ١٧٨

مبارک بن فضالہ روایت کرتے ہیں: جب حضرت حسن بصری کو بھائی کے موت کے خبر پہنچی، تو ہم آپ کے پاس آئے۔ آپ رو رہے تھے۔ ایسے میں بکر بن عبداللہ آپ سے

تعزیت کرنے لگے اور کہنے لگے : 'اے ابو سعید ! آپ لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں اور وہ آپ کو روتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ وہ یہ بات اپنے قبیلوں میں لے کر جائیں گے اور پھر لوگ [نوحہ کے جواز میں] کہیں گے کہ حضرت حسن بھی مصیبت کے وقت رویا کرتے تھے اور اسی طرح لوگوں کے سامنے حجت بازی کریں گے۔ آپ نے یہ سن کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، حالانکہ آنسوؤں کی وجہ سے آپ کا دم گھٹ رہا تھا۔ پھر فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہی مومنین کے دلوں میں یہ نرمی پیدا کی ہے۔ اس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر ترس کھاتے ہیں۔ اس لیے [مصیبت کے وقت] آنسو نکلتے ہیں، دل غمگین ہوتا ہے۔ یہ فریاد نہیں، فریاد تو زبان یا ہاتھ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کے غم کو ان کے حق میں گناہ نہیں ٹھہرایا؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے [یعقوب علیہ السلام پر نکیر کے بغیر] فرمایا:

وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (ا) (ا) سورۃ یوسف، آیت : ۸۴

اور ان کی دونوں آنکھیں [روتے روتے] سفید پڑ گئی تھیں، اور وہ دل ہی دل میں گھٹے جاتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ سعید بن ابی الحسن پر رحم کرے'۔ پھر آپ نے ان کے لیے بہت سی دعائیں کیں۔ پھر فرمایا: 'دُنیا میں مجھے ایسی تکلیف کا علم نہیں جو مجھے پہنچی ہو اور سعید یہ نہ چاہتے ہوں کہ [اپنی جان کو مصیبت میں مبتلا کرکے] اس تکلیف سے مجھ کو بچائے' (۲)۔

کیامومن اپنے بھائی سے حسد کرسکتاہے: کسی نے آپ سے پوچھاکہ کیا مومن بھی اپنے بھائی سے حسد کر سکتاہے ؟آپ نے جواب میں فرمایا: 'ارے کمبخت ! کیا تم یوسف علیہ السلام کے

(۲)ابن سعد،الطبقات،ج: ۷، ص: ۱۷۸

بھائیوں کو بھول گئے (۱) [کہ باوجود مسلمان ہونے کے حضرت یوسف علیہ السلام سے بے انتہا حسد کرتے تھے]۔

سب سے زیادہ فتوی دینے والے: امام احمد بن حنبل سے ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا: حضرت حسن بصری اور حضرت عطاء سے زیادہ فتویٰ دینے والا کوئی نہ تھا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: حضرت عطاء مکہ مکرمہ کے مفتی تھے اور حضرت حسن بصری بصرہ کے مفتی تھے؛اس لیے یہ اُن کے نزدیک زیادہ فتویٰ دینے والے تھے (۲)۔

(۱)عیون الأخبار،ج: ۲، ص: ۹

(۲)مقدمة ابن الصلاح، ص: ۴۵۶

پانچویں فصل

امام حسن بصری کے حق میں علماکا اعتراف

اپنے زمانے کے اماموں اور بڑے بڑے نقادوں نے دل کھول کر آپ کی تعریف کی ہے۔

حضرت انس کا اعتراف: ان میں سر فہرست عظیم صحابی خادم رسول علیہ الصلوۃ والسلام حضرت انس بن مالک تھے۔آپ فرمایا کرتے تھے: ہمارے آقا حسن سے سوال کیا کرو؛ کیونکہ انھوں نے بھی سماع کی اور ہم نے بھی، لیکن اُن کو یاد رہا اور ہم بھول گئے (۱)۔

سلیمان تیمی: حضرت سلیمان تیمی فرماتے ہیں: حسن اہل بصرہ کے شیخ ہیں (۲)۔ محمد بن احمد ذہبی لکھتے ہیں: اپنے زمانے میں بصرہ کے تابعین کے سردار تھے (۳)۔ مطر وراق کہتے ہیں: اہل بصرہ کے مردِ میدان حضرت جابر بن زید تھے، لیکن جب حضرت حسن آئے تو وہ گویا کہ آخرت کے آدمی ہیں۔ وہ ان چیزوں کی خبر دیتے جن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا (۴)۔

سب سے بڑے فقیہ: حضرت قتادۃ کہتے ہیں: میں جس فقیہ کے ساتھ بیٹھا حضرت حسن کو اس سے بڑھ کر پایا (۵)۔ حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں: میری آنکھوں نے حسن بصری سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا (۱)۔

(۱)ابن ابی شیبہ، المصنَّف، ج: ۱۴، ص: ۲۷، رقم: ۱۷۴۴۴، تہذیب التہذیب، ج: ۲، ص: ۲۶۳، سیر أعلام النبلاء، ج: ۴، ص: ۵۷۳، البدایة و النہایة، ج: ۹، ص: ۲۶۶

(۲)تہذیب التہذیب، ج: ۲، ص: ۲۶۴

(۳)میزان الاعتدال ، ج: ۱، ص: ۲۵۷[داراحیاء الکتب العربیۃ، عیسی البابی، ط: ۱۳۸۲ھ۔]

(۴)بخاری، تاریخ کبیر، ج: ۲، ص: ۲۹۰

(۵)تہذیب التہذیب، ج: ۲، ص: ۲۶۵

بکر بن عبداللہ مُزنی کہتے ہیں: جس کو اس سے مسرت ہوتی ہو کہ وہ ہمارے زمانے میں سب سے بڑے عالم کو دیکھے، اسے حضرت حسن بصری کو دیکھنا چاہیے؛ کیونکہ ہم نے ان سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا (۲)۔ یونس بن عبید کہتے ہیں: ہم نے فقہا کو دیکھا، لیکن حضرت حسن بصری سے زیادہ بامروت کسی کو نہیں دیکھا (۳)۔

جامعیت: یونس بن عبید اور حمید طویل فرماتے ہیں: ہم نے فقہا کو دیکھا، لیکن حضرت حسن بصری سے زیادہ جامع کسی شخصیت کو نہیں دیکھا (۴)۔ حضرت قتادکہتے ہیں: میں نے بارہ سال تک حضرت حسن بصری سے ہم نشینی کی۔ تین سال تک اُن کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتا رہا۔ پھر فرمایا کہ مجھ جیسا آدمی انھی سے استفادہ کر سکتا ہے (۵)۔

حسن بصری کی زیارت کرنی چاہیے: ابوبکر بن عبدہ فرماتے ہیں: جس کو اس سے خوشی ہوتی ہو کہ ہمارے زمانے کے سب سے بڑے عالم کی زیارت کرے، تو اُسے حسن بصری کو دیکھنا چاہیے، کیونکہ جس نے ان کو نہیں دیکھا وہ چاہتا ہے کہ اُن کو دیکھے اور جس نے اُن کو دیکھا، وہ چاہتا ہے کہ اُن سے اپنے علم میں اضافہ کرے (٦)۔

استقامتِ رائے: ابو قتادہ عدَوی کہتے ہیں: اس شیخ یعنی حسن بصری کے پیچھے لگ جاؤ اور اس سے استفادہ کرو۔ بخدا! میں نے حضرت عمر بن خطاب جیسی رائے دینے والا ان سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا (٧)۔ حضرت ابو جعفر باقر فرماتے ہیں: یہ وہ شخص ہے جس کا کلام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملتا جلتا ہے (٨)۔

(١) تہذیب التہذیب، ج: ٢، ص: ٢٦٥

(٢) ایضاً

(٣) ایضاً

(٤) ابن ابی شیبہ، المصنَّف، ج: ١٤، ص: ٢٧، رقم: ١٧٤٤٣

(٥) تفسیر عبدالرزاق، ص: ١٥، ابن سعد، الطبقات، ج: ٧، ص: ٢٢٩

(٦) المحدّث الفاصل، ص: ٤٠١

(٧) الجرح والتعديل، ج: ٣، ص: ٤٢

(٨) تہذیب التہذیب، ج: ٢، ص: ٢٦٥، حلية الأولياء، ج: ٢، ص: ١٤٧

امام حسن بصری اور حجاج کی فصاحت کا موازنہ: حضرت ابو عمرو بن العلاء فرماتے ہیں: میں نے حسن بصری اور حجاج بن یوسف ثقفی سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ پھر ان دونوں میں کون زیادہ فصیح تھا؟ آپ نے فرمایا: حسن بصری (۲)۔

صحابہ کے ساتھ مشابہت: حضرت عمارہ فرماتے ہیں: میں نے اس شیخ سے بڑھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملتا جلتا کسی کو نہیں دیکھا (۳)۔ حضرت امام عامر شعبی آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ایک دن اُن کے بیٹے نے اُن سے کہا کہ اباجان! آپ اس شیخ سے ایسا معاملہ کرتے ہیں جو آپ اور کسی سے نہیں کرتے؟ امام شعبی نے جواب میں فرمایا: 'میں نے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے، لیکن اُن سے ملتا جلتا اس شیخ سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں دیکھا' (۴)۔

قول و فعل میں موافقت: حضرت عمارہ کہتے ہیں: امام حسن بَصری کے علاوہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جن کے قول و فعل میں [کامل] موافقت ہو۔ ہمدانی کہتے ہیں: حضرت حسن بصری اصحابِ رسول اللہ ﷺ جیسے تھے (۱)۔

امتِ عربیہ کی قابل فخر ہستی: ثابت بن قرہ کہتے ہیں: امتِ عربیہ میں تین ایسے آدمی ہیں جس پر وہ رشک کر سکتی ہے:

عقم النسآء فلا یلِدْنَ شبیہَھاإنَّ النسآء بمثلہ عقم

عورتیں بانجھ ہوگئیں، اب وہ ان جیسے لوگ نہیں جن سکتی۔ بے شک عورتیں ان جیسے لوگوں کو جنم دینے سے ہی بانجھ ہو جاتی ہے۔ یعنی ان کے بعد ان جیسا کوئی نہیں پیدا ہو سکتا۔

ان سے سوال کیا گیا کہ ان تینوں آدمیوں کی تفصیل بیان کیجیے آپ نے کہا: ان میں سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب ہیں[پھر ان کے مناقب بیان کیے]۔دوسرے امام حسن بصری ہیں آپ علم، تقویٰ زہد، عفت، نرم دلی، خدا پرستی، پاکیزگی، فقہ، معرفت، فصاحت، اور

(۱)ابن ابی شیبہ، المصنَّف ج: ۱۴، ص: ۲۷، رقم: ۱۷۴۴۲

(۲)دائرة المعارف القرن العشرون، ج: ۳، ص: ۴۴۴، سیر أعلام النبلاء، ج: ۲، ص: ۵۷۸ مختصراً

(۳)ابن سعد، الطبقات ج: ۷، ص: ۱۶۲

(۴)ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۶۲

خیر خواہی میں روشن وتابدار ستارے تھے۔آپ کے مواعظ دل کو لگتے تھے اور الفاظ عقلوں کے ساتھ چپک جاتے تھے۔ مجھے ان کا کوئی ثانی و برابر تو کیا، کوئی ان کے قریب بھی نظر نہیں آتا۔

آپ اسی طرح دکھائی دیتے جیسے آپ کے بارے میں بتایا جاتا، ظاہر و باطن ایک تھا۔ ستر سال جیے، لیکن ایک بُری بات نہ کہی، نہ کسی پر تہمت لگائی۔ دین کے اعتبار سے سلیم، صاف بدن والے، محفوظ عزت وعصمت والے، آپ کی مجلس میں مختلف اور قسما قسم لوگ جمع ہوتے، لیکن سب کو آپ کی باتیں کام دیتی۔

سب کو اپنی بو قلمونی سے فائدہ پہنچاتے۔ایک اُن سے حدیث کا علم حاصل کر رہا ہے، دوسرا تفسیر پڑھ رہا ہے۔ یہ اُن سے حلال وحرام کا سماع کر رہا ہے اور وہ ان کے کلام میں عربیت کے

ٹوہ میں ہے۔ ایک سے صرف بات کر رہے ہیں، جبکہ دوسرے کو فتویٰ نقل کرا رہے ہیں۔ وہ ان سے قضا کی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور یہ اُن سے وعظ و نصیحت سن رہا ہے۔ اور ان تمام [مراحل] میں وہ [امام حسن بصری] ایک ٹھاٹھے مارتے ہوئے سمندر اور آفتابِ جہاں تاب کی طرح ہیں۔ امرا و حکام کے سامنے اُن کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مواقف ونظارے بھی آپ کو نہیں بھولنے چاہیے۔ فیصلہ کن کلام، کشادہ دلی، ترش روئی اور سخت کلامی کے ساتھ۔ جیسے حجاج بن یوسف وغیرہ کے ساتھ [آپ کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کافریضہ ادا کرنا]۔ اس کے ساتھ دینداری کا حسن وجمال، علم کی رونق اور پاکبازوں کی نرمی سے آپ متصف تھے۔ اللہ کے معاملے میں کسی رو رعایت کے روادار نہ تھے اور کوئی راحت وآرام اطاعت الٰہی سے آپ کو غافل نہیں کر سکتی تھی۔ آپ کے مسند کے نیچے حضرت قتادہ جیسے مفسر، عمرو اور واصل جیسے متکلمین، ابن ابی اسحاق جیسے نحوی، فرقد سبخی جیسے زاہد اور ان جیسے اور بہت سے لوگ بیٹھتے تھے۔ تو کون ان جیسا ہو سکتا ہے اور کون ان کی جگہ لے سکتا ہے؟! (ا)

(ا) مُعجم الأدباء، ج: ۶، ص: ۹۶، ثابت بن قرۃ حرّانی مشہور فلسفی تھے، جبکہ تیسرا شخص ابو عثمان جاحظ تھا۔

افضل تابعی کون ہیں؟ علامہ ابن الصلاح رقمطراز ہیں: 'مجھے حیرت ہوئی، جب میں نے شیخ ابو عبداللہ بن خفیف زاہد شیرازی کی ایک کتاب میں یہ دیکھا لوگوں نے اس میں اختلاف کیا

کہ سب سے افضل تابعی کون ہیں ؟اس لیے اہلِ مدینہ کہتے ہیں کہ اُویسقرنیہیں۔ اہل بصرہ کہتے ہیں کہ حسن بصری ہیں (۱)۔

امام شعبی کہتے ہیں: میں نے ان بلاد میں حسن بصری سے افضل کسی کونہیں دیکھا (۲)۔ حضرت عوف کہتے ہیں: میں نے حسن بصری سے زیادہ راہِ جنت کو جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا (۳)۔ حزم کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کو مکہ میں آتے دیکھا۔آپ مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ اس دوران حضرت عطاء، امام طاؤس، امام مجاہد اور حضرت عمرو بن شعیب آگئے اورآپ کے پاس بیٹھ گئے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ وہ اونچی بات ہے جو حسن بصری کے بارے میں ہمیں معلوم ہوئی ہے (۴)۔

واصل بن عطاء معتزلی کہتے ہیں: امام حسن بصری میں درویشوں جیسی عاجزی اور بادشاہوں جیسی رونق تھی (۵)۔ حضرت سلیمان موسیٰ فرماتے ہیں کہ اگر علم حدیث حجاز سے ہمیں امام زہری کے واسطے پہنچے، شام سے حضرت مکحول کے واسطے سے، جزیرہ سے حضرت میمون کے واسطے سے اور عراق سے حضرت امام حسن بصری کے واسطے پہنچے، تو ہم اسے ضرور قبول کریں گے (۶)۔

تمام صفات کی جامع شخصیت: حجاج اسود کہتے ہیں: ایک شخص نے تمنا کی کہ کاش اُسے امام حسن بصری سازہد، علامہ ابن سیرین جیسی پرہیزگاری ، حضرت عامر بن قیس جیسی عبادت، حضرت سعید بن مسیب جیسی فقہ [اور مطرف بن شخیر کی بھی کسی صفت کا ذکر کیا] مل جائے۔ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے ان تمام صفات پر جب غور کیا،

(۱)مقدمة ابن الصلاح، ص: ۴۵۵

(۲)ابن سعد، الطبقات: ج: ۷، ص: ۱۶۲

(۳)سير أعلام النبلاء، ج: ۴، ص: ۵۷۵

(۴)سير أعلام النبلاء، ج: ۴، ص: ۵۷۱

(۵)البصائر والذخائر، ص: ۲۳۱

(۶)تاريخ أبي زرعة الدمشقي، ج: ۱، ص: ۳۱۵[مجمع اللغۃ دمشق]

توسب کو امام حسن بصری میں کامل طور پر پایا(۱)۔

علم و عمل میں یکتا: حضرت یونس بن عبید سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو کوئی ایسا شخص معلوم ہے، جو حسن بصری کی طرح عمل کرتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اللہ کی قسم میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جو اُن جیسا قول کرے تو ان جیسا عمل کون کرسکے گا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ حضرت حسن بصری کا حال بیان کیجیے؟ آپ نے فرمایا: آپ جب تشریف لاتے تو [غم کی وجہ سے] ایسے لگتا جیسے کسی جگری یار کو دفنا کر آئے ہیں۔ جب تشریف رکھتے تو [تواضع کی وجہ سے] ایسے معلوم ہوتا کہ صرف آپ ہی اس کے لیے پیدا کیے گئے ہیں (۲)۔

علمی مقام: معاذ بن معاذ کہتے ہیں: میں نے حضرت اشعث سے پوچھا کہ آپ حضرت عطاء سے ملے اور آپ کے پاس کچھ سوالات بھی تھے، تو آپ نے اُن سے کیوں نہیں دریافت کیے؟ انھوں نے جواب میں فرمایا: 'حضرت حسن بصری کے بعد میں جس سے ملا وہ مجھے چھوٹا نظر آیا' (۳)۔

خارجی آپ سے بغض رکھے گا: ابوہلال کہتے ہیں کہ میں حضرت قتادۃ کے پاس تھا۔اتنے میں حضرت حسن بصری کے موت کی خبر پہنچی، میں نے کہا: 'وہ تو علم میں مکمل غوطہ زن تھے !' توحضرت قتادہ نے فرمایا: 'بلکہ وہ تو اُگے علم میں تھے۔علم کو انھوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا تھا، اور وہ علم کو پی گئے تھے۔ خدا کی قسم ! ان سے وہی شخص بغض رکھے گا جو حروری [خارجی] ہوگا(۴)۔

امت مسلمہ کی وجہ برتری: وہ صفات جن کی وجہ سے اللہ تعالی نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو دوسری امتوں پر برتری عطا فرمائی، وہ یہ ہیں: حضرت عمر بن الخطاب کو اپنی سیاست سے، حسن بصری کو اپنے علم سے اور جاحظ کو اپنے اظہارِ بیان سے (۵)۔

(۱) سیر أعلام النبلاء، ج: ۲، ص: ۵۷۷

(۲) عیون الأخبار، ج: ۲، ص: ۳۵۶

(۳) سیر أعلام النبلاء، ج: ۴، ص: ۵۷۳

(۴) ایضاً، ج: ۴، ص: ۵۷۳، ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۷۴

(۵) نصرۃ الثائر علی المثال السائر، ص: ۱۹۵، صلاح الدین خلیل السغدی [مجمع اللغۃ دمشق، تحقیق محمد علی سلطانی]

امام کی شخصیت خالد بن صفوان کی زبانی: خالد بن صفوان کہتے ہیں: جب حیرہ میں میری ملاقات مسلمہ بن عبدالملک سے ہوئی، تو انھوں نے کہا: 'اے خالد ! مجھے اہل بصرہ کے حسن کے بارے میں خبر دو ! میں نے جواب دیا: 'اللہ تعالیٰ امیر صاحب کا بھلا کرے ! میں آپ کو

علم کی بنیاد پر اُن کی شخصیت کے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں اُن کا قریبی پڑوسی ہوں اور ان کی مجلس کا ہمنشین اور اُن سے اُن کے جاننے والوں میں سب سے زیادہ واقف کار! آپ کا ظاہر و باطن اور قول و فعل ایک ہے۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، تو اس کو کر کے دکھاتے ہیں۔ کسی کام کا حکم دیں تو سب سے زیادہ خود اس پر عمل کرتے ہیں۔ کسی چیز سے روکے تو سب سے زیادہ خود اس کو چھوڑنے والے ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا: وہ لوگوں سے مستغنی ہیں اور لوگوں کو دیکھا کہ وہ اُن کے محتاج ہیں'۔ یہ سن کر اُس نے کہا: 'بس کر خالد! ایک قوم راہِ راست سے کیسے بھٹک سکتی ہے، جس میں ایسا بندہ موجود ہو (۱)۔

عالی مقام ہونے کا سبب: ابو بکر ہذلی کہتے ہیں: مجھے سفاح نے کہا کہ آپ کے حسن بصری کس وجہ سے اس مقام تک پہنچ گئے؟ میں نے جواب دیا کہ انھوں نے قرآن کو بارہ سال کی عمر میں سیکھا۔ پھر ایک سورت کو چھوڑ کر دوسری سورت اس وقت تک شروع نہ کرتے، جب تک اس کی تفسیر اور شانِ نزول سے مکمل واقف نہ ہو جاتے۔ آپ نے کبھی تجارت نہیں کی ،نہ ہی کوئی عہدہ قبول کیا۔ ایسے کام کا حکم نہیں دیا جب تک خود اسے نہ کر دکھایا۔ کسی چیز سے روکا نہیں یہاں تک کہ اُسے خود چھوڑ دیا، اسی وجہ سے شیخ اس بلند و بالا مقام تک پہنچ گئے (۲)۔

صحابہ ان کی رائے کے محتاج ہوتے: ابو یوسف یعقوب الفسوی کہتے ہیں: ہم سے حماد نے بیان کیا، اُن سے علی بن زید نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، یحییٰ بن جعدہ، قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہم اللہ کو دیکھا، لیکن میں نے حسن

بصری جیسا کسی کو نہیں دیکھا، اگر حسن بصری جوانی میں اصحابِ رسول کو پاتے، تو وہ اُن کی رائے کے محتاج ہوتے (۱)۔

(۱) حلیة الأولیاء، ج: ۲، ص: ۱۴۸/۱۴۷

(۲) شذرات الذہب، ج: ۱، ص: ۱۳۷

مزید بہت سی شہادتیں ہیں، جس کی گنجائش اس مختصر مقدمے میں نہیں۔ جتنا ہم نے ذکر کیا یہی کافی ہے۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ جس ہستی پر حضرت انس بن مالک کو اعتماد ہو، وہ ان کے حافظے کی گواہی دے اور فتویٰ پر بھروسا کرے، وہ امامت کے لائق ہے؛ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل اور مُتقِن تھے۔ وہ کسی کے مقام و مرتبے کی گواہی بہت سوچ سمجھ، جانچ پڑتال اور تحقیق وتدقیق کے بعد دیتے تھے۔

مزید اعترافات

ڈاکٹر عمر یوسف نے امام حسن بصری کے حق میں علما کی تعریفوں کو پورا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: حضرت حسن بصری کے نصیبے میں علما کی طرف سے عزت واحترام بہت آیا۔

امام ابن سعد کا اعتراف: یہاں تک کہ آپ کے بارے میں ابن سعد نے کہا: 'حضرت حسن ایک جامع شخصیت، عالم، بلند و بالا مرتبے والے، فقیہ اور ثقہ، مامون، عابد وزاہد، بڑے علم والے، فصیح وبلیغ اور حسن وجمال کے پیکر تھے۔ آپ کی مسند احادیث حجت ہیں، جبکہ مرسل احادیث حجت نہیں (۲)۔ مورق عجلی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو قتادہ عدوی نے کہا: 'اس شیخ کے

ساتھ لگ جاؤ اور اس سے علم حاصل کرو، کیونکہ اللہ کی قسم! میں نے حضرت عمر بن خطاب جیسی رائے والے شخص کو ان کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھا (۳)۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حسن بصری حلال وحرام کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ جاننے والے تھے (۴)۔ حضرت ایوب سختیانی کہتے ہیں: اگر آپ حضرت حسن بصری کے پاس بیٹھتے، تو آپ کہہ اٹھتے

(۱) المعرفة و التاريخ، ج: ۲، ص: ۳۲/۳۳، ابن سعد، طبقات، ج: ۷، ص: ۱۶۱

(۱) الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۵۷/۱۵۸، البداية و النهاية، ج: ۹، ص: ۲۶۹

(۲) الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۵۹، المعرفة و التاريخ، ج: ۲، ص: ۴۷/۴۸، سير أعلام النبلاء، ج: ۴، ص: ۵۷۳

(۴) ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۶۳، سير أعلام النبلاء، ج: ۴، ص: ۵۷۸

کہ میں [اس سے پہلے] کسی فقیہ کے پاس بیٹھا ہی نہیں (۱)۔ ربیع بن انس کہتے ہیں: میں دس سال تک یا اس سے بھی زیادہ حسن بصری کے مجلس میں جاتا رہا، پر کوئی دن ایسا نہیں تھا کہ جس میں ان سے کوئی ایسی بات سنوں جو پہلے نہ سنی ہو (۲)۔

معاشرتی مقام ومرتبہ

ڈاکٹر عمر یوسف نے آپ کے معاشرتی مقام ومرتبہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔وہ لکھتے ہیں: 'اپنے زمانے کے علمامیں آپ کو بہت بلند معاشرتی مقام حاصل تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی رورعایت کے روادار نہیں تھے۔

حجاج بن یوسف کے ساتھ معاملہ: آپ اکثر حجاج کو نصیحت کرتے۔ کبھی صاف بات کہتے، کبھی اشاروں کنایوں میں سمجھاتے۔ اسی طرح اپنے خطبوں میں حجاج کے نفاق اور دوغلے پن پر تنقید کرتے۔آپ فرماتے تھے: 'نفاق ہمیشہ مغلوب رہا، یہاں تک کہ یہ شخص سربراہ ہوااور تلوار ہاتھ میں لی'۔آپ نے یہ بھی فرمایا: یہ کتاب اللہ کو قبیلہ لخم اور جذام کے سامنے پڑھتاہے، اور ازارقہ [خوارج کا ایک فرقہ جو مسلمانوں کا خون بہانا جائز اور اُن کی عورتیں حلال سمجھتاہے] جیسی وعظ کرتاہے اور ظالموں جابروں جیسی داروگیر کرتاہے۔آپ فرماتے: 'اللہ سے ڈرو؛ کیونکہ اس کے ہاں بہت سے حجاج ہیں' (۳)۔

عمر بن عبدالعزیز سے تعلق: حضرت عمر بن عبدالعزیز اکثر آپ کو بلاتے، نصیحت کامطالبہ کرتے اور آپ کی رائے سے روشنی حاصل کرتے۔اسی طرح مسلمہ بن عبدالملک آپ کا بے انتہا تعظیم کرتے تھے۔وہ آپ کو تحفے تحائف بھیجتے اور آپ اُن کو قبول کرتے؛ کیونکہ حسن بصری صرف ان لوگوں کے تحفے قبول کرتے جن پرآپ کو اعتماد ہوتا۔ مسلمہ بن عبدالملک کا آپ کی محبت واحترام میں یہ حال تھا کہ جب بھی اُن کے سامنے آپ کا ذکر ہوتا، وہ حیرانگی ظاہر کرتے اور کہتے کہ وہ قوم کیسے بھٹک سکتی ہے جس میں ایسی ہستی موجود ہو؟ (۴)

(۱)سیر أعلام النبلاء،ج:۴،ص:۵۸۵

(۲)التهذیب،ج:۲،ص:۲۶۵،شذرات الذهب،ج:۱،ص:۱۳۷

(۳) البيان و التبيين،ج: ۳، ص: ۱۴۷

(۴) حلية الأولياء،ج: ۲، ص: ۱۳۱

بابِ ثالث: عقیدہ اور فرقِ باطلہ کے بارے میں آرا و افکار

فصلِ اول

عقیدہ

امام حسن بصری سلف صالحین میں ایک بڑی شخصیت تھے۔ عقیدے میں آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے انھی اسما اور صفات چیزوں کا اثبات کرتے، جو خود باری تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کی ہیں اور اُن تمام صفات کی نفی کرتے، جس کی نفی باری تعالیٰ نے کی ہے۔

استوا کے بارے میں قول: قُرّہ بن خالد امام حسن سے، وہ اپنی ماں سے اور وہ حضرت ام سلمہ سے روایت کرتی ہیں کہ باری تعالیٰ کے اس قول:

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (۱) (۱) سورۃ طہ، آیت: ۵

وہ بڑی رحمت والا عرش پر استوا فرمائے ہوئے ہیں،

کی تشریح میں حضرت ام سلمہ نے فرمایا: 'استوا غیر مجہول ہے، اس کی کیفیت غیر معقول ہے، اس کا اقرار ایمان ہے اور انکار کفر ہے' (۲)۔

(۲) ابن قدامہ، ذم التأویل، ص: ۷۶ فی ضمن رسائل دینیۃ سلفیۃ [مطبعۃ الامام، مصر]

کیفیت کی نفی: آپ قرآن کی آیت:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (۱) (۱) الحدید، آیت: ۴

اور تم جہاں کہیں ہو، وہ تمھارے ساتھ ہے۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ھوَ مَعَکُمبِلَاکَیف: اللہ تمھارے ساتھ ہوتاہے، لیکن بغیر کیف کے (۲)۔یعنی علم کے اعتبار سے تمھارے ساتھ ہوتاہے۔عبداللہ بن رواحہ نے حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ کیا آپ اپنے رب کاوصف بیان کر سکتے ہیں؟آپ نے فرمایا: 'جی ہاں! لیکن بغیر مثال کے' (۳)۔

حضرت مطرف کا قول صفات کے بارے میں: آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت مطرف بن عبداللہ (۴) نے انھی لکڑیوں پر بیٹھے ایک ایسی بات کہی، جو نہ اُن سے پہلے کسی نے کہی تھی نہ اُن کے بعد کوئی کہہ سکے گا۔آپ سے پوچھاگیا کہ وہ کیا بات تھی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: 'مطرف نے کہاتھا کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں کہ اس پر ایمان یہ ہے کہ جن صفات سے انھوں اپنے آپ کو موصوف کیا ہے،ان کے علاوہ صفات سے بندہ جاہل ہو'۔

قرآن مخلوق نہیں: آپ کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق نہیں، جیسا کہ آیت:

مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ (۵) (۵) سورۃ انبیاء، آیت: ۲

جب کبھی اُن کے پروردگار کی طرف سے نصیحت کی کوئی نئی بات اُن کے پاس آتی ہے، تو وہ اسے مذاق بنابنا کر اس حالت میں سنتے ہیں

(۲) اثر نمبر: ۱۷۳۱

(۳) ابو سعید الدارمی، الرد علی الجهمية، ص: ۸ [بریل لیدن، ط: ۱۹۶۰]

(۴)آپ کا پورا نام مطرف بن عبداللہ بن الشخیر ہے۔ آپ روایت حدیث میں معتمد اور عابد، فاضل آدمی تھے۔ ۹۵ ہجری میں وفات پائی۔ [التقریب، ج: ۲، ص: ۳۵۲]

کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں: جب بھی اُن کو نئی نصیحت کی جاتی ہے تو وہ جہل پر اڑے رہتے ہیں (۱) [آپ نے محدث کے لفظ سے مراد تجدید ذکر لیا، نہ کہ قرآنی آیات کا حادث ہونا، اور اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل نہ تھے]۔

کلام باری تعالی: آپ کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے کلام فرما سکتے ہیں۔ اس لیے آپ:

وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ (۲) (۲) سورۃ لقمان، آیت: ۲۷

اور زمین میں جتنے درخت ہیں وہ قلم بن جائیں، الخ

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اگر زمین کے تمام درخت قلم بنا دیے جائیں اور سمندر سیاہی بنا دیے جائیں اور اللہ تعالیٰ کہنے لگے: میری قدرت سے فلاں چیز پیدا ہوئی اور فلاں چیز۔ تو سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا اور قلم ٹوٹ جائیں گے (۳) [لیکن باری تعالی کے انعامات ختم نہیں ہوں گے]۔

صفاتِ باری تعالی کا اثبات صحابہ کے کلام سے: مبارک بن فضالہ کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن بصری کو کہتے ہوئے سنا کہ اصحاب رسول کہتے تھے: 'تمام تعریفیں اس مہربان اللہ کے لیے ہیں، جو اگر مخلوق کو ہمیشہ ایک جیسی حالت پر رکھتا کہ وہ بالکل کوئی تصرف نہ کر سکیں، تو اللہ کی ذات کے بارے میں شک کرنے والا کہتا: اگر اس مخلوق کا کوئی رب ہوتا تو وہ ان سے

بات کرتا۔ بے شک اللہ تعالی مخلوق سے بات کرتے ہیں؛اس لیے تم جو نشانیاں دیکھ رہے ہوکہ اللہ تعالیٰ ایسی روشنی لے آتے ہیں، جومشرق ومغرب کو

(ا)الاثر نمبر: ۲۳۸

(۳)دیکھیے اثر نمبر: ۸۱۳

اپنی لپیٹ میں لے لیتاہے اور پھر اس سے لوگوں کے جینے کاسامان کرتے ہیں اور آفتابِ جہانتاب نمودار کرتے ہیں۔پھر جب چاہتے ہیں، تواسی مخلوق [دن] کولے چلتے ہیں اور ایسا اندھیرا[رات]لے کے آتے ہیں، جومشرق ومغرب کوڈھانپ لیتاہے اور اس میں تاروں اور ماہتاب کو جلوہ گر کرتے ہیں۔جب چاہتے ہیں توایسی عمارت [بادل] تعمیر کرلیتے ہیں کہ اس میں بارش،برق وباد اور بجلیاں ہوتی ہیں اور جب چاہے ان کو ہٹالیتے ہیں۔جب مرضی ہوتوایسی ٹھنڈ لاتے ہیں کہ لوگوں کے دانت بجنے لگتے ہیں اورجب مرضی ہو تو اس کولے جاکے ایسی گرمی لاتے ہیں جولوگوں کو مارنے لگتی ہے۔بے شک وشبہ اس تمام مخلوق کے لیے ایک ایسارب ہے، جواس سے ہمکلام ہوتاہے،اُن نشانیوں سے جن کو وہ دیکھتے ہیں۔اسی طرح جب وہ چاہیں گے دنیا کو بھی ختم کردیں گےاور آخرت کولے آئیں گے'۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: 'امام حسن بصری نے صحابہ سے [اس عبارت میں] نقل کیاکہ وہ انھی حوادث سے استدلال کرتے تھے، جو اس ذات باری تعالیٰ کے وجود پر شاہد ہیں، جو چیزوں کواپنی حیثیت وقدرت سے عدم سے وجود میں لاتا اور سب کچھ کرتاہے۔اس سے آپ نے فلاسفہ کے اس نظریے کاباطل ہونابیان کیاکہ کوئی ایسا موجب ہو، جس کے ساتھ

اس کاموجب ملاہواہو؛ کیونکہ اسی سے بات کرنا ممتنع ہے یعنی اس میں حوادث کاپیدا کرنا(۱)۔

اس سے امام حسن بصری نے ان لوگوں [معتزلہ] پر رد کیا جواللہ تعالیٰ کے لیے مشیئت کااثبات نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ بعض کام اس پر واجب ہیں۔

جماعت سے ساتھ جڑے رہنے کی ترغیب: امام حسن بصری لوگوں کو حکم فرماتے کہ وہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ جڑے رہیں اور خواہشات نفسانی کے پیرو اور بدعتی لوگوں سے منع فرماتے۔ثابت بن عجلان (۱) کہتے ہیں: میں نے حضرت انس بنمالک، ابن مسیب، حسن بصری، سعید بن جبیر وغیرہم جیسے تابعین

(۱)رسالة في معنى كون الربِّ عادلاً في تنزُّهِه عن الظلم، ص:۱۳۹

کو دیکھا۔ہر ایک مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنے کی ترغیب دیتا اور اصحاب ہَوا سے بچنے کاحکم فرماتے (۲)۔

عبداللہ بن یزید دمشقی فرماتے ہیں: میں امام حسن بصری کے پاس آیا۔ وہ کچھ باتیں فرمانے لگے یہاں تک کہ فرمایا: 'میں نے تین سو صحابہ کی زیارت کی، جن میں ستر بدری صحابہ تھے۔ان سب نے مجھے یہ حدیث بیان کی کہ جس نے بالشت بھر بھی مسلمانوں کی جماعت سے الگ راہ اختیار کی تو اس نے اسلام کی رسی اپنے گردن سے اتار پھینکی۔ جماعت مسلمین وہ ہے جو صحابہ کو گالی نہ دے، اللہ کے دین میں لڑائی جھگڑا نہ کرے، ارتکاب گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہ کہے۔ عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت ابوامامہ، حضرت

واثلہ بن الاسقع ، اور حضرت انس بن مالک سے ملا۔ ہر ایک نے مجھ سے حسن بصری جیسی حدیث بیان کی (۳)۔

اہل بدعت سے بچنے کی ترغیب

امام حسن بصری فرماتے تھے : 'یاتوعالم بن جاؤ، یا متعلّم ، یا ان دونوں سے محبت کرنے والااور ان کی اتباع کرنے والا۔ پانچواں مت بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤگے۔ پوچھا گیا کہ پانچواں کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا: بدعتی (۴)۔امام دارمی حضرت حسن بصری اورامام ابن سیرین سے نقل فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے فرمایا: 'تم اصحابِ اہوا کی مجلس میں نہ بیٹھو ، نہ ان سے جنگ وجدال میں پڑو

(۱)آپ کاپورا نام ثابت بن عجلان انصاری ہے۔حافظ ابن حجر نے آپ کو پانچویں طبقے کے علمامیں شمار کیاہے۔آپ روایت حدیث میں سچے تھے۔التقریب، ج:۱، ص:۱۱۶

(۲)الفسوی،المعرفة والتاریخ،ج:۳، ص: ۳۸۸، آج کل اصحاب اہوا کااطلاق مرجئہ ، حروریہ ، قدریہ ، روافض اوران لوگوں پر ہوتا ہے جوان کے راستے پر چلے۔

(۳)اثر نمبر:۱۷۸۶،اس قول کے ساتھ حسن بصری نے تمام کے تمام فرق باطلہ پر رد کردیا۔

(۴)الفسوی،المعرفة والتاریخ، ج: ۳، ص: ۳۹۸، جامع بیان العلم وفضله، ج:۱، ص:۲۹/۲۸

اور نہ اُن سے سماع کرو'(۱)۔آپ فرماتے : اہل ہَوا یہود ونصاریٰ جیسے ہیں (۲)۔

آپ یہ بھی فرماتے: اللہ تعالی صاحبِ بدعت کے کسی عمل کو قبول نہیں کرتے (۳)۔آپ فرماتے: جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی، تواس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی (۴)۔آپ نے فرمایا: سنت پر تھوڑا سا عمل بدعت پر بہت سارے عمل سے بہتر ہے (۵)۔فرمایا کہ کسی صاحبِ ہویٰ کی بات پر کان نہ دھرنا، ورنہ تیرا دل مریض ہو جائے گا۔ کسی امیر وحاکم کی دعوت قبول نہ کرنا، اگرچہ وہ آپ کو اپنے ہاں قرآن خوانی کے لیے بلائے؛ کیونکہ جب آپ اس کے ہاں سے نکلیں گے، تواُس حالت سے زیادہ شریر ہو کر نکلیں گے جس حالت میں آپ داخل ہوئے تھے (٦)۔فرماتے کہ تین ایسے بندے ہیں جن کی غیبت جائز ہے: ایک وہ فاسق جوعلانیہ فسق کرے، ایک بدعتی، اور تیسرا ظالم وجابر حکمران ہے (۷)۔

ان عمدہ نمونہ ہائے کلام سے آپ کواندازہ ہو گیاہوگا کہ آپ صاف ستھرا عقیدے کے حامل تھے اور اللہ کی طرف کلیتًا متوجہ تھے۔ اس لیے اللہ تعالی نے آپ کو ایسے تیز فہم سے نوازا، جس سے آپ اپنے دین اور عقیدے کے معاملات کو خوب گہرائی سے جان لیتے تھے۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں سالم عقیدے والا بنائے اور ہر قسم کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

(۱)سنن الدارمي، ج:۱، ص:۱۱۰،تهذيب الكمال، ج:۱، ص:۲۵۷

(۲)الفسوی،المعرفة والتاريخ، ج:۳، ص:۳۸۸

(۳)ایضا، ج:۳، ص:۳۹۰

(۴) ابن الجوزی، الحسن، ص: ۴۲

(۵) ایضاً، ص: ۴۹

(۶) عبدالرزاق، المصنَّف، ج: ۱۱، ص: ۳۲۶، رقم: ۲۰۶۶۷

(۷) ابن الجوزی، الحسن، ص: ۴۹

دوسری فصل

فرِقِ باطلہ کے بارے میں آراوافکار

معتزلہ کے بارے میں موقف

امام حسن بصری پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے معتزلہ پر رد کیا۔اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کے ایک شاگرد واصل بن عطاء نے کبیرہ کے مرتکب کے حکم میں آپ کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ نہ مومن ہے نہ کافر، تو حضرت حسن بصری نے کہا: اعتَزَلَ عَنّا وَاصِل ، واصل ہم سے کٹ گیا، اسی وجہ سے واصل کی جماعت کو معتزلہ کہا گیا(۱)۔امام حسن بصری نے ان کے اصول (۲) اور عقائد پر اپنی تفسیر، خطبوں اور مواعظ میں رد کیا ہے۔ذیل میں ہم معتزلہ کے اصول عقائد کی تردید آپ کے ارشادات گرامی کی روشنی میں پیش کرتے ہیں:

'اصل توحید' کی تردید: آپ نے اللہ تعالیٰ کے لیے اُن صفات کو ثابت کیا جو خود اللہ تعالی نے اپنی ذات کے لیے ثابت کیے۔اس سے معتزلہ کے اصل 'توحید' پر رد ہو گیا؛ کیونکہ اُن کے اصل توحید سے صفات باری تعالی کی نفی ہوتی ہے۔

(۱) شہرستانی، الملل و النحل، ج: ۱، ص: ۴۸ [مؤسسۃ الحلبی وشرکاء ہ، القاہرۃ] ایک آدمی امام حسن بصری کے حلقہ میں اس حال میں داخل ہوا کہ حسن بصری درس دے رہے تھے۔ پس حسن بصری نے اس سے بے نیازی برتی۔ وہ آدمی یہ کہہ رہا تھا: اے دین اسلام کے پیشوا بعض ایسے لوگ منصہ شہود پر آئے ہیں، جو گناہ کبیرہ کے ارتکاب کرنے والے کو کافر سمجھتے ہیں [مراد اس کا خوارج تھے] اور بعض دوسرے ایسے ہیں کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو مرجئہ قرار دے رہے ہیں۔ پس آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ اس دوران آپ کے شاگردوں میں سے واصل بن عطاء اٹھے اور کہنے لگے :گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مومن ہے اور نہ کافر! یہ سن کر حسن بصری نے اس پر نکیر فرمائی۔

(۲) ان کے اصول پانچ ہیں: توحید، عدل، منزلہ بین المنزلتین، انفاذ الوعید اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

تقدیر کا اثبات: اسی طرح آپ نے تقدیر کا اثبات کیا۔اس سے معتزلہ کے اصل 'عدل' کی تردید ہو گئی، کیونکہ یہ اصل 'تقدیر' کی تکذیب کرتا ہے۔ معتزلہ اس اصل کی تعبیر' خلق افعال العباد' سے کرتے ہیں۔

المنزلہ بین المنزلتین پر رد: معتزلہ کا ایک اور اصل 'المنزلة بين المنزلتين' ہے [جس کا مطلب ہے کہ گناہ کبیرہ کے بعد آدمی مومن نہیں رہتا، نہ کافر ہوتا ہے، بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک درجہ ہے، اسی میں رہتا ہے]۔اسی اصل پر آپ نے رد کیا اور فرمایا کہ مرتکبِ کبیرہ دائرۂ ایمان سے نکلتا نہیں۔

'انفاذ وعید' پر رد: ان کے اصل 'انفاذ وعید' [جس کا مطلب ہے کہ گناہ گار مومن جہنم میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے باہر کبھی نہیں نکلیں گے] کو بھی آپ نے رد فرمایا کہ گناہ گار مومنین جہنم میں ہمیشہ کے لیے نہیں رہیں گے۔

اصل 'امر بالمعروف و نہی عن المنکر' کی تردید: یہ بات کہ مختلف فتنوں اور انقلابات میں آپ نے شرکت نہیں کی، تو اس سے ان کے پانچویں اصل کا رد ہو گیا اور 'وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' ہے؛ کیونکہ اس سے معتزلہ نے حکامِ وقت کے خلاف خروج کا جواز نکالا۔ آپ نے لوگوں کو ان انقلابات اور فتنوں میں شرکت سے منع فرمایا۔ یہ معتزلہ پر قولی رد تھا۔ معتزلہ کے یہ اصول در حقیقت دعویٰ بلا دلیل ہیں اور کلماتِ حق ہیں جن سے باطل مراد لیا گیا ہے۔

اسی طرح اعمال کے ناپ تول کو ثابت کرکے آپ نے ان پر تنقید کی (۱) اور یہ کہ اللہ کا کلام مخلوق نہیں (۲) اور یہ کہ جنت میں مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا (۳)۔

رویتِ باری تعالیٰ: آپ سے پوچھا گیا اے ابوسعید! کیا دنیا میں اللہ تعالیٰ دکھائی دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ پھر سوال کیا گیا کیا: ہم باری تعالیٰ کو آخرت میں دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! سائل نے پوچھا: ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: 'کیونکہ دنیا فانی ہے، جو کچھ اس میں ہے وہ سب فانی ہے اور آخرت ہمیشہ کے لیے ہے وہ جو کچھ اس میں ہے وہ ہمیشہ کے لیے ہوگا اور یہ ناممکن و محال ہے کہ ہمیشہ رہنے والی ذات [اللہ] فنا ہونے والی چیز [دنیاوی آنکھوں] سے دکھائی دے، وہ ذات جو قدیم

(۱) دیکھیے اثر نمبر: ۲۶۷/۱۶۱۷/۱۶۱۸

(۲)اثر نمبر: ۲۴۸

(۳)اثر نمبر: ۱۸۱۲/۲۰۶۶/۲۲۰۰

اورازلی ہے،وہ فانی چیز سے نظر آئے۔ لیکن جب قیامت کادن ہوگا تواللہ تعالی اپنے بندوں کولافانی آنکھوں سے نوازیں گے، جن سے وہ اپنے رب کی دیدار سے محظوظ ہوں گے۔یہ باری تعالیٰ کاان پر احسان واکرام ہوگا' (۱)۔

اصحاب رسول کے ساتھ محبت کااظہار: امام حسن بصری خلفاے راشدین کے فضائل کااثبات کرتے تھے۔آپ شیخین رضی اللہ عنہما کی تفضیل کرتے اور ان کاذکر بڑے ادب واحترام کے ساتھ کرتے۔دامادانِ رسول [حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما] سے محبت رکھتے اور روافض پر رد کی خاطر ان دونوں کوکامل مدح وتعریف کے ساتھ ذکر فرماتے۔

مسئلہ شفاعتِ نبی علیہ السلام: آپ اہل کبائر کے حق میں سفارشِ نبی علیہ السلام کااثبات کرتے۔اس سے معتزلہ کارد ہوتا،کیونکہ وہ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔اس کاواقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک بار آپ سے پوچھاگیا کہ اے ابوسعید! شفاعت کے بارے میں آپ کیاکہتے ہیں؟کیا یہ حق ہے؟آپ نے فرمایا: ہاں! سائل نے کہا: اللہ تعالیٰ توفرماتے ہیں:

یُرِیدُونَ أَن یَخرُجُوامِنَ النَّارِ وَمَاہُم بِخَارِجِینَ مِنہَا (۲) (۲)سورۃالمائدۃ،آیت: ۳۷

وہ چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں،حالانکہ وہ اس سے نکلنے والے نہیں ہیں

آپ نے جواب میں فرمایا: 'ہاں جہنم میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا'۔ اس نے پھر پوچھا کہ یہ لوگ جو جہنم میں داخل ہوئے، وہ کس وجہ سے؟ اور نکلیں گے تو کیوں؟ آپ نے فرمایا: 'انھوں نے دنیا میں کچھ گناہوں کا ارتکاب کیا، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑا۔ پھر ان کے دلوں میں جو ایمان و تصدیق تھا، اس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انھیں جہنم

(ا)ابن الجوزی، الحسن، ص: ۵۵

سے نکال لیا(ا)۔

خوارج کے بارے میں موقف

معتزلہ پر تردیدات کے سلسلے میں ہم نے خوارج کا بھی کچھ ذکر کیا، لیکن اب ہم اس کے ساتھ مزید کچھ ذکر کرتے ہیں۔امام حسن بصری ہمیشہ تمام صحابہ کو عموماً اور خلفاے راشدین اور عشرہ مبشرہ کو تعریفی کلمات سے یادفرماتے۔ جبکہ خوارج حضرت علی، حضرت عثمان اور حَکَمَین [حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص]، اصحابِ جَمَل اور ہر اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو تحکیم پر راضی ہوا۔ حضرت امام حسن بصری ان سے بہت سخت نفرت کرتے تھے۔

حضرت علی اور خوارج: آپ فرماتے ہیں جب حضرت علی نے حکمین بنائے تو اہلِ حرو راء [خوارج] نے کہا: ہم نہیں چاہتے کہ یہ لوگ [صلح کرکے] آپس میں جمع ہو جائیں۔ پس وہ نکلے تو ابلیس اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا: یہ لوگ کہاں چلے گئے؟ ہم نے بہت ہی بری راے

اختیار کی۔ اگر یہ کفار ہیں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ان سے اعلان جنگ کریں۔ امام حسن بصری کہتے ہیں کہ ابوالحسن [حضرت علی] نے ان پر چڑھائی کی اور ان کو کاٹ ڈالا (۲)۔

ایک خارجی کے ساتھ سوال و جواب: خوارج کا ایک بندہ حضرت حسن بصری کے پاس آیا اور آپ سے کہنے لگا: 'آپ کا خوارج کے بارے میں کیا خیال ہے؟' آپ نے فرمایا: 'یہ دنیادار ہیں'۔ اُس نے کہا: آپ ایسا کیوں کر کہتے ہیں، حالانکہ ان میں سے بعض نیزے کے اوپر چلتے ہیں، حتیٰ کہ وہ اس میں ٹوٹ کر رہ جاتا ہے او وہ اپنے آل واولاد تک کو چھوڑ جاتے ہیں؟! آپ نے جواب دیا: 'مجھے بتاؤ، کیا بادشاہ نے تم کو نماز ادا کرنے، زکات دینے اور حج و عمرہ کرنے سے منع کیا ہے؟' اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: 'تو میرا خیال یہ ہے کہ اُس نے آپ سے دنیا لے لی ہے، اس لیے آپ اُس سے لڑ رہے

(۱) ابن الجوزی، الحسن، ص: ۱۰۰/۱۰۱

(۲) ابن ابی شیبہ، المصنف، ج: ۱۵، ص: ۳۳۱

ہیں' (۱)۔ آپ فرماتے تھے کہ خارجی کا قتل گناہ نہیں؛ کیونکہ یہ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنے اوپر حلال سمجھتے ہیں (۲)۔

حضرت علی کی مدح اور توصیف: یہ بھی خوارج پر ایک قسم کا رد تھا کہ آپ مختلف اوقات میں حضرت علی کی مدح و تعریف کیا کرتے تھے۔ جیسا مذکور ہے کہ ایک بار آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: 'اے ابوسعید! لوگوں کا خیال ہے کہ آپ حضرت علی سے نفرت کرتے

ہیں ؟' یہ سن کر آپ رونے لگے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا: 'حضرت علی بن ابی طالب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف اس کی کمان سے نکلنے والے اور ٹھیک نشانے پر بیٹھنے والے ایک تیر تھے۔آپ اس امت کے بڑے خدا پرست، فضیلت کے مالک اور رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار تھے۔آپ خدا کے احکام سے غافل نہ تھے اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔نہ ہی اللہ تعالیٰ کے مال میں خیانت کرتے۔آپ نے قرآن میں اپنی ہمتوں کو لگادیا، تو اس سے سرسبز وشاداب گلزار اور واضح نشانات کا حصول کیا۔یہی علی بن ابی طالب تھے، اے کمبخت!' (۳)

جبریہ کے بارے میں موقف

امام حسن بصری نے اہل بصرہ کے چند لوگوں کو ایک خط بھیجا، جنھوں نے جبر کا دعویٰ کیا تھا۔اس خط میں آپ فرماتے ہیں: 'جو اللہ تعالیٰ اور اس کے قضاو قدر پر ایمان نہ لائے تو وہ بلاشبہ کافر ہے۔ جو اپنے گناہوں کی ذمہ داری اپنے رب پر ڈالے، تو وہ بلاشبہ کافر ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت پر کسی کو مجبور نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو اپنی معصیت پر مغلوب کرتا ہے؛ کیونکہ انسانوں کے پاس جو کچھ ہے، وہ سب اُس کی ملکیت ہے اور اُن کے بس میں جو کچھ ہے اس پر اُس کو قدرت حاصل ہے۔اس لیے اگر وہ نیک عمل کرتے ہیں،

(۱)البصائر والذخائر، ص: ۱۵۴

(۲)ابن الاثیر،النهاية،ج: ۳، ص: ۲۱۵

(۳)العِقْد الفريد،ج: ۲، ص:۲۲۹

تو اللہ تعالیٰ اُن کے اور ان کے عمل کے درمیان حائل نہیں ہوتے اور اگر وہ بُرائی کرتے ہیں تو اگر اللہ چاہے، تواُن کے اور اُن کے بُرائی کے درمیان حائل ہو سکتے ہیں، لیکن جب وہ ایسا نہ کریں، تو وہی ذات اُن کو اس پر مجبور نہیں کرتا۔ اگراللہ تعالیٰ کسی کواطاعت پر مجبور کرتا، توان سے ثواب کوساقط کردیتا اور اگر کسی کو معصیت پر مجبور کرتا، تو اُن سے عذاب کو ہٹالیتا۔ اور اگر ان کو بے کار چھوڑتا تو اس کی قدرت وطاقت کی کمزوری ہوتی۔ البتہ بندوں کے کاموں میں اُن کی مشیت ہے، جس کو وہ ان سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ اس لیے اگر وہ نیک اعمال کرتے ہیں ،تو اللہ تعالیٰ کا اُن پر احسان ہے [کہ اُن کواس کی توفیق دی [اور اگر وہ بُرا عمل کریں ،تو اس کے لیے اُن پر حجت ہے (۱) [کیونکہ اُس نے اُن کو بُرے اعمال پر مجبور نہیں کیا]۔

جہمیہ کے بارے میں موقف

باری تعالیٰ کے صفات کا اثبات کرتے ہوئے ضمنی طور پر آپ نے اُن پر بھی ردکیاہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے امام حسن بصری سے پوچھاکہ آپ اپنے رب کا وصف بیان کرتے ہیں ؟آپ نے کہا: جی ہاں، لیکن بغیر مثال کے (۲)۔

روافض کے بارے میں موقف

آپ روافض پر بہت زیادہ تنقید کرتے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی زبان ہمیشہ اصحاب رسول کی ثناخوانی میں معطر ہوتی۔آپ اپنے دروس ومواعظ میں ان کے مناقب بیان

کرتے،دن رات ان کی تعریف بیان کرنے سے سیر نہ ہوتے، جیسا کہ تفسیر میں آپ کی مرویات سے ظاہر ہے۔

صحابہ میں فرق مراتب کا لحاظ: آپ شیخین [حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر[کو باقی صحابہ پر فضیلت دیتے،اور حضرت عثمان کو حضرت علی پر مقدم رکھتے۔آپ عشرہ مبشرہ کی افضیلت کے قائل تھے۔

قاتلین حضرت عثمان پر لعنت: جب کبھی آپ حضرت عثمانکا ذکر کرتے تو تین بار اُن کے لیے دعاے رحمت کرتے اور اُن کیقاتلوں پر تین بار لعنت بھیجتے۔فرماتے: اگر ہم ان پر لعنت نہ کریں تو ہم خود ملعون

(۱) محمد ابوزہرہ، أبو حنيفة، ص: ۱۴۰، [دار الفکر العربی، ۱۳۶٦ھ۔]

(۲)ابو سعید عثمان دارمی، الرد على الجهمية، ص:۸

ٹھہریں گے (۱)۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جنگ جمل وجنگ صفین کے بارے میں آپ توقف فرماتے (۲)۔

ان تمام آراوافکار میں روافض کی تردید ہے۔

روافض سے آپ کی نسبت کی تردید: یہ ایک طرفہ تماشاہے کہ روافض آپ کی نسبت اپنے آپ سے جوڑتے ہیں۔ شریف مرتضی امام حسن بصری کی تعریف میں کہتے ہیں: 'وعظ ونصیحت اور دنیا کی مذمت میں آپ کا سارا کلام امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب سے ماخوذ ہے (۳)۔لیکن سچ بات یہ ہے کہ اگر چہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے اصحاب رسول علیہ السلام کے علوم سے بھی بڑا کسب فیض کیا، لیکن آپ سلف صالحین میں ایک بڑے امامِ وقت تھے۔ تمام اصحاب رسول سے محبت کرتے تھے اور فرماتے تھے: 'امت کے سب سے افضل بندے حضرت ابو بکر صدیق، پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان ہیں' (۴)۔

آپ فرماتے :بے شک بدری صحابہ اور درخت کے نیچے بیعت [رضوان [والے جہنم میں نہیں داخل ہوں گے۔ یہی سلف کا عقیدہ تھا(۵)۔آپ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کے فضائل بیان کرتے، اور یہی وہ نکتہ ہے جو اہل السنۃ والجماعۃ اور دیگر فرقوں میں فرق پیدا کرتا ہے:

(۱) مبرد، الکامل، ج: ۳، ص: ۹۵۰

(۱) دیکھیے اثر نمبر: ۱۴۷۴، اور علمائے سلف کے آداب میں سے ہیں کہ وہ صحابہ کے درمیان جو لڑائیاں پیش آئیں، ان کے بارے میں خاموشی اختیار کریں۔

(۲) أمالي المرتضى، ج: ۱، ص: ۱۰۶[دار احیاء الکتب العربیۃ، عیسیٰ البابی الحلبی مصر، ط: ۱، ۱۳۷۳ھ۔]
نیز دیکھیے الدکتور کامل مصطفیٰ شیبی، الصلة بين التصوف والتشيع، ص: ۶۹

(۳)سنن أبي داود،ج: ۴،ص: ۲۸۷،رقم: ۴۶۲۷/۴۶۲۸،باب في التفضیل

(۴)ایضاً

حُبُّ النَّبِيِ رَسولِ اللهمُفترَض وَحُبُّأصحَابه نوربِبُرهان

من كان يعلم أن اللهخالقه　　لا يَرمِيَنَّ أبابكربِبُهتَان

ولا أباحَفص الفاروقَ صاحِبهولاالخَليفةَعثمانَبنَعَفَّان

أمّا عَليٌّ فمشهورفضائِلُه　　وَالبيتُ لايستوي إلا بِأَركان

ا۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت فرض ہے اور اُن کے اصحاب کی محبت دلیل کے ساتھ نور ہے۔

۲۔ جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خدا اس کا خالق ہے، تو وہ حضرت ابو بکر صدیق پر کوئی بہتان نہ لگائے۔

۳۔ نہ حضرت ابو حفص عمر فاروق پر جو ان کے ساتھی ہیں اور نہ خلیفہ حضرت عثمان بن عفان پر۔

۴۔ رہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو ان کے فضائل تو مشہور ہیں اور گھر ستونوں سے قائم رہتا ہے [چونکہ یہ سارے دین کے ستون ہیں، اس لیے ان میں سے کسی ایک کے شان میں بھی نازیبا کلمات کہنا گھر کو ڈھانے کے مترادف ہے]۔

ایمان مرکب ہے:

اسی طرح آپ نے ان لوگوں کی بھی تردید کی جو یہ کہتے ہیں کہ زبان سے شہادتین کا اقرار ہی ایمان ہے، اگرچہ دل میں رسالت کا انکار کرے۔ آپ نے فرمایا: "ایمان صرف آرزو وامید

سے نہیں ملتا، نہ صرف اعمال کا نام ایمان ہے۔بلکہ ایمان وہ ہے جو دل میں جگہ بنائے اور اعمال اُس کی تصدیق کرے۔ اس لیے جو اچھی بات کرے اور بُرا عمل کرے، اللہ اس کو رد کرتے ہیں اور اچھی بات کہے اور نیک عمل کرے تو وہ عمل اس کو بلندی تک پہنچاتا ہے۔اس لیے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

لَیْ ہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ (۱)

پاکیزہ کلمہ اُسی کی طرف چڑھتا ہے، اور نیک عمل اس کو اوپر اٹھاتا ہے۔

(۱) اثر نمبر: ۷۹۹

بدعات اور شرکیہ اعمال پر آپ کی تنبیہات

امام حسن بصری بڑی شدت سے کتاب اللہ وسنت رسول علیہ السلام اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم پر کاربند تھے۔اہل بدعت کی مضبوط تردید کرتے۔ ہم نے اس باب کے فصل اول میں آپ کے بعض اقوال کا ذکر بھی کیا، جو اہلِ بدعت اور اہلِ اَہواء کی مذمت میں ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ آپ ان سے کس قدر بغض ونفرت رکھتے تھے۔یہی کتاب اللہ وسنت رسول سے آپ کے کمالِ محبت کی دلیل ہے؛ کیونکہ بدعت ان دونوں چیزوں کے مخالف ومقابل ہے ؛اس لیے یہ ممکن نہیں کہ کوئی کسی چیز اور اس کے مخالف ومد مقابل سے محبت کرے۔ متنبّی نے کیا خوب کہا ہے:

أأُحِبُّهو أُحِبُّفيهمَلامَةً   إنَّالمَلامةَفيهمِنْ أعدائه

کیامیں اس سے محبت کروں اور اس کے بارے میں لعنت ملامت کو بھی گوارا کروں[ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کیونکہ] اس کے بارے میں لعنت ملامت اس کے دشمنوں میں سے ہے [اور آدمی بیک وقت دوست ودشمن کو نہیں چاہتا]۔

خواہشاتِ نفسانی سے بچنے کی تاکید: آپ فرماتے تھے : ان خواہشات نفسانی سے بچو کہ ان کی بنیاد ہی گمراہی ہے اوراعمال میں سے بہترین یہی ہے کہ کسی چیز کے ساتھ مومن کی محبت بھی اللہ کے لیے ہو اور بغض بھی اللہ کے لیے ہو (۱)۔

بدعت پر رد کا ایک واقعہ: آپ سے پوچھا گیا کہ آپ ہماری اس طرح کی بیٹھک کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں کہ ہم اہل سنت والجماعت کے کچھ لوگ ہیں جو کسی کو بُرا نہیں کہتے۔ ہم ایک دن ایک بندے کے گھر میں جمع ہوتے ہیں اور دوسرے دن دوسرے بندے

(۱)اور حدیث میں ہے :سب سے بہترین عمل اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے بغض ہے، سنن أبي داود، ج: ۵، ص: ۶، حدیث نمبر: ۴۵۹۹

(۲)ابن الاثیر، النهاية، ج: ا، ص: ۲۹۵

کے گھر میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر ہم کتاب اللہ کو پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں اور نبی علیہ السلام پر درود پڑھتے ہیں ، اپنے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے دعائیں مانگتے ہیں؟آپ نے ان کو بڑی سختی سے منع کیا؛ کیونکہ یہ نہ صحابہ کا عمل ہے، نہ تابعین کا اور ہر وہ عمل جس کا ثبوت سلف صالحین میں نہ ہو، وہ دین کا حصہ نہیں؛ کیونکہ یہ حضرات ان سے زیادہ دین شوق وجستجو رکھتے تھے؛لہٰذا اگر اس میں کوئی خیر ہوتا، تو وہ اسے ضرور سرانجام دیتے (۱)۔

(۱) ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، الإفادات والإنشادات، ص: ۱۷۷ [موسسۃ الرسالۃ بیروت، ط: ۱، ۱۴۰۳ھ]

فصل ثالث

قدری ہونے کی تردید (۱)

حضرت حسن بصری قدر پر ایمان رکھتے تھے اور جو اس کا انکار کرتا اس کی تکفیر کرتے۔ ذیل میں قدر کی تردید کے سلسلے میں آپ کے چند ارشادات پیش کیے جاتے ہیں:

جھوٹا اور کافر: آپ فرماتے: جو قدر کو جھٹلاتا ہے وہ قرآن کو جھٹلاتا ہے (۲)۔ فرماتے: جو قدر کو جھوٹا کہے تو وہ کافر ہو گیا (۳)۔

خیر و شر کا خالق: حمید طویل کہتے ہیں: میں نے امام حسن بصری سے پوچھا کہ انسان کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا: 'سبحان اللہ! کیا اللہ کے سوا بھی کوئی خالق ہے؟ اسی نے تو خیر و شر کو پیدا کیا ہے' (۴)۔

اسلام کا منکر: امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ جو قدر کا انکار کرے تو اس نے اسلام کا انکار کیا۔ بے شک اللہ تعالی نے تقدیر بنایا ہے اور مخلوق کو تقدیر کے مطابق پیدا کیا ہے۔ رزق کی تقسیم قدر کے مطابق کی ہے اور عافیت کی تقسیم بھی قدر کے مطابق ہے۔ اور اس نے امر و نہی بھی کی ہے (۵)۔

(۱) ڈاکٹر یوسف کمال نے حسن بصری کے عقیدے کے بعض پہلوؤں کو آشکارا کیا ہے اور آپ کے بارے میں علما کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ مثلاً بعض نے کہا کہ آپ قدری نہیں تھے، بعض نے فرمایا: آپ پہلے

قدری تھے پھر رجوع کیا اور بعض نے فرمایا کہ آپ قدری تھے اور اس سے آپ کا رجوع ثابت ہیں۔ پھر ان تمام ائمہ کے دلائل ذکر کیے ہیں اور اس بات کو ترجیح دی ہے کہ آپ اسلاف کے عقیدے کے علمبر دار تھے۔ [مرویات الحسن البصري،ج:۱،ص:۳۰۔۳۸]

(۲)اثر نمبر: ۸۷۷

(۳)امام احمد، کتاب الزہد، ص: ۳۴۷

(۴)اثر نمبر: ۹۹۱

(۵)المعرفة والتاریخ،ج: ۲، ص: ۴۷

سکون کیسے میسر ہوگا: آپ فرماتے تھے کہ اس شخص کو سکون واطمینان کیسے میسر ہوگا جو قضا وقدر پر تو ایمان لاتا ہے اور پھر رزق اور اپنے نصیبے کی تلاش میں تکتا ہے؟اور وہ شخص جسے جہنم پر ایمان ہے پھر وہ کیسے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے؟لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ! ! (۱)

شیطان کو کس نے پیدا کیا؟: حمید کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں حضرت امام حسن بصری سے پوچھا گیا: 'اے ابوسعید! شیطان کو کس نے پیدا کیا ہے؟'آپ نے جواب دیا: 'سبحان اللہ ! اللہ ہی نے شیطان کو پیدا کیا اور خیر وشر کو بھی' (۲)۔

انکارِ قدر کی ہولناکی: آپ فرماتے: 'ایک شخص آسمان سے زمین پر گرے، یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ وہ یہ کہے: میرا معاملہ میرے ہاتھ میں ہے [یعنی تقدیر کا انکار کرے] (۳)۔

فقہائے مکہ کے ساتھ سوال وجواب: حمید کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری مکہ مکرمہ میں وارد ہوئے، مجھ سے وہاں کے فقہا نے کہا: آپ اُن سے بات کریں کہ وہ کسی دن ہمارے

ساتھ بیٹھک کریں، جس میں ہمیں نصیحت کریں۔ میں نے اُن سے بات کی، انھوں نے ہاں کردی۔ پھر مکہ مکرمہ کے فقہاجمع ہوگئے۔آپ نے ان کے سامنے بیان کیا۔اتنے میں ایک آدمی نے آپ سے پوچھا:'اے ابوسعید! شیطان کو کس نے پیداکیاہے؟' آپ نے کہا:'سبحان اللہ! خدا کے سوا بھی کوئی خالق ہے۔ اللہ ہی نے شیطان کوپیداکیااور خیر وشر کو بھی' ۔ اس آدمی نے کہا:'اللہ ان [قدریہ] کو غارت کرے۔ وہ اس شیخ پر کیا جھوٹ باندھتے ہیں'(۴)۔امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:'قدریہ اس امت کے مجوس ہیں،اگر وہ بیمار ہوجائیں تو ان کی عیادت نہ کرنا،اگر مرجائیں تواُن کے جنازے میں حاضر نہ ہونا(۵)۔

آیتِ قدر کی تفسیر: آپ نے :

(۱)ابن الجوزی،الحسن، ص:٦٧

(۲)أخبار القُضَاة،ج:۲، ص:۱۴

۳۔ سنن أبي داود ،ج: ۴، ص: ۲۸۵، حديث نمبر : ۴٦١۷، اللہ تعالیٰ امام ابوداود سجستانی پر رحم فرمائے کہ انھوں نے امام حسن بصری کاخوب مضبوطی کے ساتھ دفاع کیا ہے اور آپ پر جھوٹ باننے والوں کاخوب تعاقب کیاہے۔

۴۔ اثر نمبر:۴٦١۸

(۵)سنن أبي داود،ج:۴،ص:۳۰۷،رقم:۴٦٩١

نّا کُلّ شَیْ ءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَر (۱)القمر،آیت:۴۹

ہم نے ہر چیز کو ناپ تول کے ساتھ پیدا کیا ہے،

کی تفسیر میں فرمایا: 'اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے اس کے مناسب تقدیر و اندازا بنایا ہے' (۲)۔

منکر قدر بہر صورت جہنمی ہے: فرماتے تھے: 'اگر ایک بندہ اتنے روزے رکھے کہ رسی کی طرح پتلا ہو جائے، اتنی نماز پڑھے کہ [کمزوری کی وجہ سے] کیل کی طرح بن جائے، رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان مظلومی کی بنیاد پر ذبح ہو جائے، لیکن وہ قدر کا انکار کرے، تب بھی اللہ اس کو جہنم میں داخل فرمائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ جہنم کا مزا چکھ (۳)۔

منصور بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں حسن بصری کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ حسن بصری سے اللہ کے اس فرمان:

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا (۴)

کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین پر نازل ہوتی یا تمھارے جانوں کو لاحق ہوتی ہو، مگر وہ ایک کتاب میں اس وقت سے درج ہے جب ہم نے ان جانوں کو پیدا بھی نہیں کیا تھا،

کے بارے میں پوچھ لیں۔ میں نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا: 'سبحان اللہ! اور کون اس میں شک کرتا ہے، ہر مصیبت زمین و آسمان کے درمیان ہے'۔

ابو لہب کی تقدیر میں جہنمی ہونا لکھا تھا: منصور کہتے ہیں کہ امام حسن سے:

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (۵) لہب، آیت: ۱

ہاتھ ابولہب کے برباد ہوں اور وہ خود برباد ہو چکا ہے،

(۲)اثر نمبر: ۱۹۰۷

(۳)اثر نمبر: ۱۶۰۶/۱۶۰۷

(۴)اثر نمبر: ۱۷۴۶،

کے بارے میں کسی نے سوال کیا کہ کیا ابولہب کا جہنم میں داخل ہونا تقدیر میں تھا؟اور کیاابولہب کے بس میں تھا کہ وہ جہنم میں داخل نہ ہوتا؟آپ نے فرمایا: 'واللہ یہ اس کے بس کی بات نہیں کہ جہنم میں نہ داخل ہوتا۔درحقیقت یہ اللہ تعالی کی کتاب [تقدیر] میں ابولہب اور اُس کی والدین کی پیدائش سے پہلے لکھا جا چکا تھا(۱)۔

معبد جہنی قدری سے لوگوں کو ڈرانا: آپ لوگوں کو معبد جُہنِی، جو قدری تھے، سے ڈراتے اور فرماتے: 'معبد جہنی سے بچو کہ یہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے' (۲)۔جب امام حسن بصری نے معبد جُہنی پر بدعت کاالزام لگایا تو اس کی ماں نے آپ سے کہا: 'آپ نے تو میرے بیٹے کو لوگوں میں مشہور کرادیا' (۳)۔

قدریہ کی تردید میں آپ کے اور بھی اقوال ہیں (۴)، لیکن اتنا کافی ہے۔اس سے اُن قدریوں کا رد ہو جائے گا جو ان جھوٹی تہمتوں اور بے دلیل دعووں کو لیے غلط ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔

امام حسن بصری کی روایات کے درمیان سے ان صاف دلائل کے بعد کوئی اس بات میں شک کر سکتا ہے کہ آپ قدری تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ حق سے بھٹکنے کے بعد آدمی گمراہی اپناتا ہی ہے۔

ایک روایت کا جائزہ: اور یہ جو حضرت ایوب سختیانی سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے قدر کے مسئلے میں کئی بار حضرت حسن بصری سے بحث ومباحثہ کیا، حتیٰ کہ میں نے اُنھیں بادشاہ وقت سے ڈرایا [کہ آپ اگر قدر کی انکار سے باز نہیں آئیں گے تو میں آپ کی شکایت بادشاہِ وقت کے دربار میں لگاؤں گا] تو یہ بالکل جھوٹی باتیں ہیں۔ ان کے علاوہ بھی جن روایات سے آپ کا قدری ہونا ثابت ہوتا ہے، تو سچ یہ ہے کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

ایوب سختیانی سے قدریت کی تردید: اور ہم کیسے ایوب سختیانی کا یہ قول قبول کر سکتے ہیں، حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں: 'دو قسم کے لوگوں نے امام حسن بصری پر جھوٹ باندھا: ایک 'قدری'، وہ

(۱) اثر نمبر: ۲۳۸۷

(۲) ابن عدی، الکامل فی ضعفاء الرجال، ج: ا، ص: ۶۷ [دار الفکر بیروت، ط: ا، ۱۴۰۴ھ]

(۳) النھایۃ، ج: ۲، ص: ۴۷۹

(۴) اثر نمبر: ۷۴۴/۱۷۴۸، الف/۸۷۷

آپ کی طرف جھوٹی نسبتیں کرتے تھے ؛تاکہ اس سے اپنے نظریے کولوگوں میں رائج کر سکیں۔اور دوسرے وہ لوگ جن کے دلوں میں آپ سے بغض وحسد تھا،اس لیے وہ [جھوٹ] بولا کرتے کہ کیا حسن نے یہ اور یہ بات نہیں کی ہے (۱)۔حضرت ابوایوب یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں کسی کو نہیں جانتا، جو سوائے اس [قدری ہونے کے[مسئلے کے کسی اور مسئلے میں آپ پر عیب لگائے اور میں نے حضرت حسن بصری کو دیکھا۔خدا کی قسم ! وہ اس کے قائل نہ تھے (۲)۔

اس لیے حضرت ایوب کی طرف منسوب اس قول کا کوئی وزن نہیں، کیونکہ یہ امام حسن بصری کے ان اقوال کے بالکل مخالف ہے جو اُن سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی کے اقوال اس کی شخصیت، عقیدے اور فکر کا آئینہ ہوتے ہیں اور اقوال کے ذریعے ہی اس پر حکم لگایا جاتا ہے اور یہ بات صاف طور سے ہمارے سامنے آ گئی کہ حضرت ایوب سختیانی کا دوسرا قول حق ہے، جبکہ پہلے والا قول ان کے خلاف گھڑا گیا ہے۔اس کی دلیل وہ صحیح روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قدر پر ایمان رکھتے تھے اور اس کے منکر کو کافر سمجھتے تھے۔جس نے آپ کو قدریہ کی طرف منسوب کیا ہے، انھوں نے آپ پر تہمت باندھا ہے۔حضرت ایوب کا اپنے استاد کے حق میں یہ قول بھی ان پر گھڑا گیا ہے۔

حضرت ابن عون کا قول: حضرت ابن عون کہتے ہیں: میں شام میں سفر کر رہا تھا کہ کسی نے مجھے پیچھے سے آواز دی۔میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت رجاء بن حیوہ تھے۔اُنھوں نے مجھ سے پوچھا: 'یہ لوگ حسن بَصری [کے قدری ہونے]کے بارے جو کچھ کہتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے ؟' میں نے جواب دیا کہ یہ اُن کے خلاف بہت جھوٹ گھڑ رہے ہیں (۱)۔

قرہ بن خالد کا قول: قرّہ بن خالد کہا کرتے تھے: 'اے نوجوانو! تم حسَنصری کو زیر کرنے کی کوشش نہ

(۱)ابن سعد،الطبقات،ج: ۷،ص: ۱۶۷، عمر یوسف،مرويات الحسن البصري،ج:ا،ص: ۳۳

(۲)المعرفة والتاريخ،ج: ۲،ص: ۳۴،سنن أبي داود،ج: ۴، ص: ۲۸۶، رقم: ۴۶۲۲

(۳)المعرفة والتاريخ،ج: ۲،ص: ۳۴، طبقات ابن سعد،ج: ۷،ص: ۱۶۷

کرو؛ کیونکہ اُن کی رائے سنت کے موافق اور درست تھی' (۲)۔

حسن بصری کی تفسیر اثبات قدر کے مطابقہے

حبیب بن شہید اور منصور بن زاذان کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت حسن بصری سے الحمد للہ رب العالمینسے لے کر قل اعوذ برب الناستک کی تفسیر پوچھی۔آپ نے پورے قرآن کی تفسیر قدر کے اثبات کے مطابق کی۔حضرت عثمان بتی کہتے ہیں: 'امام حسن بصری نے کسی آیت کی تفسیر قدر کے اثبات کے خلاف نہیں کی' (۳)۔حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید حسن بصری سے پڑھا، تو آپ نے پوری تفسیر قدر کے اثبات پر کی اور وہ کہا کرتے تھے کہ جس نے قدر کو جھٹلایا تو وہ کافر ہوا(۴)۔حضرت عثمان بتی کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے ہر آیت کی تفسیر قدر کے اثبات کے مطابق کی ہے(۵)۔

اثباتِ قدر پر وعظ : غفرہ کا مولا عمر کہتے ہیں: منکرین قدر حضرت حسن بصری کی طرف جھوٹی نسبتیں کرتے تھے، حالانکہ آپ کا قول اُن کے مخالف تھا۔ آپ فرماتے: 'اے ابن آدم ! اللہ کو ناراض کر کے کسی کو راضی کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت مت کرنا۔ اللہ کے دیے ہوئے فضل پر کسی کی تعریف نہ کرنا۔ جو صفت اللہ نے تمھیں نہیں دی، اس کے نہ ہونے پر دوسرے بندے کو ملامت نہیں کرنا۔ بے شک اللہ نے ہی مخلوق کو پیدا کیا، وہ اسی ڈگر پر چلتے ہیں جس پر انھیں پیدا کیا گیا۔ اس لیے اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ وہ حرص سے اپنی روزی بڑھا لے گا، تو اُسے چاہیے کہ اپنی عمر بڑھا دے یا اپنا رنگ تبدیل کر لے یا دیگر اعضاے بدن یا انگلیوں کے پوروں کو بڑھائے [جب وہ ایسا نہیں کر سکتا تو حرص کی وجہ سے اپنے رزق میں اضافہ بھی نہیں کر سکتا] (۱)۔

(۱)سنن أبي داود، ج: ۴، ص: ۲۸۶، رقم: ۴۶۲۱

(۲)ایضاً، ج: ۴، ص: ۲۸۶، رقم: ۴۶۲۳

(۳)المعرفة والتاريخ، ج: ۲، ص: ۳۹، تهذيب التهذيب، ج: ۲، ص: ۲۷۰

(۴)تهذيب التهذيب، ج: ۲، ص: ۲۷۰، أخبار القضاة، ج: ۲، ص: ۱۴

(۵)سنن أبي داود، ج: ۴، ص: ۲۸۷، رقم: ۴۶۲۶، دیکھیے اثر نمبر: ۵۹۱

انکارِ قدر کی نسبت عمرو معتزلی کی اختراع ہے: حقیقت یہ ہے کہ آپ کے ایک شاگرد عمرو بن عبید معتزلی نے آپ پر جھوٹ باندھا(۲)۔اور علاوہ دیگر جھوٹی باتوں کے آپ کی طرف یہ نسبت کی کہ آپ قدر کے منکر تھے، لیکن اُس کے اس جھوٹ پر اس کے اپنے گھر کے ایک فرد نے گواہی دی ہے۔ یہ واصل بن عطاء معتزلی ہیں، جو معتزلہ کے سر کردہ نمائندہ تھے۔اس نے عمرو بن عبید کو ایک خط لکھا، جس میں انھیں اس بات پر ملامت کی کہ انھوں نے امام حسن بصری پر جھوٹی تہمت کیوں لگائی؛ باوجودیکہ یہ دونوں معتزلہ کے سر گرم ارکان تھے۔ تاہم واصل بن عطاء باوجود فاسد العقیدہ ہونے کے زبان کے سچے تھے اور اپنے شیخ پر جھوٹ گھڑنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

واصل بن عطا کا خط بنام عمرو بن عبید معتزلی: ان کے خط کی عبارت یہ ہے:

امابعد! پس بندے سے نعمت کا چھن جانا اور جلدی عذاب کا ملنا اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کس وجہ سے آپ کو مطعون کیا جارہا تھا اور کن چیزوں کی نسبت آپ کی طرف جارہی تھی، جب ہم حضرت حسن بصری کے پاس تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم اور ہمارے وہ تمام دوست اور ہم سفر ساتھی جن کو آپ جانتے ہیں،آپ کے اس قبیح مذہب کو بُرا سمجھتے تھے۔وہ ساتھی جنھوں

(ا)ابن سعد،الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۷۵،تہذیب التھذیب میں یہی روایت حمید سے مروی ہے، دیکھیے ج: ۲، ص: ۲۷۰

(۲)الشاطبی،الاعتصام،ج: ا، ص: ۱۶۹ [شرکتہ الاعلانات الشرقیۃ]احسان عباس،الحسن البصري،ص: ۶۸ سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ عمرو بن عبید سے کسی مسئلے کے بارے میں سوال کیاگیاتواس نے اس کاجواب دیااور کہا: ہو من ری الحسن، یعنی یہ حسن کی رائے ہے۔ تو ایک آدمی نے اس سے کہاکہ اور لوگ تو اس سے اس قول کا مخالف نقل کرتے ہیں! عمرو نے کہا: میں نے تو آپ سے کہا: ہذا من ری[دو یا یین کے ساتھ ،دوسری 'یا' برائے متکلم] الحسن، یہ میری اچھی رائے ہے، یعنی اس کی مراد خود اپنی ذات ہوتی تھی[امام حسن بصری مراد نہیں ہوتے تھے] اور محمد بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ جب عمرو بن عبید سے کسی چیز کاسوال کیاجاتاتھاتو کہتا: هذا من قول الحسن، یہ حسن کے قول سے ہے۔ تولوگ سمجھتے کہ اس سے مراد حسن بن ابی الحسن ہے حالانکہ وہ اس کااپناقول ہوتا تھا۔ الاعتصام،ج: ۱۰،ص: ۱۶۹/۱۷۰

نے امام حسن بصری سے علم حاصل کیا۔ بخدا یہی ہم سفر ساتھی، حدیث رسول کے حافظ کس قدر نرم خو، کیسی اچھی مجلس والے، پاکیزہ زہد اور سچی زبان والے تھے۔ انھوں نے گزرے ہوئے لوگوں جیسا بننے کے لیے ان کی اقتدا کی اور ان کی سیرت کو اپنایا۔

واللہ مجھے یاد ہے کہ میں اور آپ لوگ کل رسول اللہ علیہ السلام کی مسجد میں مشرقی ستونوں کے پاس تھے اور آخری بات جو حضرت حسن نے بیان کی، یہ تھی کہ آپ نے موت اور قیامت کی ہولناکی کا ذکر کیا۔ پھر اپنے آپ پر افسوس کیا اور اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، پھر واللہ دائیں بائیں جھکے اس حال میں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں دواں تھے۔ گویا کہ میں آج بھی انھیں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنے ماتھے کا پسینہ پونچھ رہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! میں نے اپنے کجاوے کی پیٹی کس لی ہے اور قبر و مٹی کی فرش کی طرف اپنا

سامانِ سفر باندھ لیاہے؛اس لیے میرا مواخذہ اُن باتوں سے نہ کرنا، جن کی یہ میرے بعد میری طرف نسبت کرتے ہیں۔اے اللہ! میں نے آپ کے رسول کاجو پیغام مجھے پہنچا تھا،ان کو پہنچادیا اور آپ کی کتاب کی تفسیر آپ کے نبی کے کلام سے کی۔ خبر دار میں عمرو[بن عبید معتزلی] سے خائف ہوں، خبر دار میں عمرو سے خائف ہوں۔ انھوں نے اپنے رب سے کھلے عام آپ کی شکایت کی۔

آپ ابوحذیفہ کے دائیں جانب ہم سب سے زیادہ اُن کے قریب بیٹھے تھے۔ مجھے اس بڑی بات [امام حسن بصری پر قدر کاالزام] کی خبر پہنچی ہے، جس پر آپ کا نفس آمادہ ہے اور آپ نے اسے اپنے گلے کاہار بنایا ہے، یعنی کلام اللہ کی تفسیر اور تاویل کااظہار۔ پھر میں نے آپ کی کتابوں کو دیکھا اور معنیٰ و مفہوم کی خرابی اور الفاظ کاانتشار آپ کی روایت سے ہمیں پہنچا؛اس لیے امام حسن بصری کاآپ کے خلاف شکایت کرنا،آپ کی اس ظاہری بدعت کی وجہ سے تھا، جس کاآپ نے ارتکاب کیااور اس عظیم بات کی وجہ سے جس کاآپ نے بیڑا اٹھایا۔

تجھے تیرے ارد گرد رہنے والوں کی تدبیر و تعظیم دھوکے میں نہ ڈالے، وہ آپ کی کرتوتوں سے آنکھ آپ کی عزت واحترام کی وجہ سے بند کرتے ہیں۔ کل کے دن یہ سارا غرور و تکبر خاک میں مل جائے گااور ہر آدمی کو اپنے کرتوتوں کابدلہ دیاجائے گا۔ میرا آپ کو یہ خط اور آپ کے خلاف احتجاج صرف اس لیے ہے کہ میں آپ کو حضرت حسن بصری کی بات یاددلاؤں۔ یہ وہ آخری بات تھی جو انھوں نے ہم سے بیان کی۔اس لیے جو بات سنی ہو وہ بیان کرو اور سچی بات کہو، اور ان احادیث کی مناسب تشریح وتاویل کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو(۱)۔

گھر کے بھیدی کی شہادت سے معلوم ہوا کہ عمرو بن عبید امام حسن بصری پر جھوٹ گھڑتے تھے۔شاید حسن بصری کو اپنی زندگی میں ہی اس کا پتا چل گیا تھا، جس کی وجہ یہ ہوگی کہ آپ کے شاگرد آپ کو بتاتے ہوں گے کہ عمرو بن عبید آپ پر افترا پردازی کرتا ہے اور آپ کی طرف یہ یہ باتیں منسوب کرتے ہیں۔اس لیے آپ نے عمرو بن عبید کی شاگردی کو ایک گناہ شمار کیا، اس پر پشیمان ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی۔

محمد بن حبان بستی کہتے ہیں: حضرت حسن پر قدریت کی جو تہمت لگائی گئی، اس سے آپ بری ہیں (۲) اور بہت سی شہادتیں ہیں جن کو رجال نقد و نظر نے ذکر کیا ہے، لیکن جتنا ہم نے ذکر کیا ہے وہ کافی ہے۔

خلاصہ کلام: خلاصہ ٔ کلام یہ ہے کہ آپ تقدیر پر ایمان رکھتے تھے، اس کے منکر کی تکفیر کرتے تھے اور قدریہ کے مختلف نظریات کے خلاف برسرِ پیکار رہتے تھے۔آپ نے اس سلسلے میں اُن پر رد کرتے ہوئے اپنا مشہور رسالہ لکھا۔

لیکن ان جیسے جھوٹ اور تہمتیں آپ کی نیک شہرت و ناموری میں بال برابر کمی نہیں کر سکتیں۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

مایَضرُّ البحرَ اَمسیٰ زاخِراً　　　　إن رَمیٰ فیهغلامٌبِحَجر

وہ سمندر جو موجزن ہو، اس میں کسی کا پتھر پھینکنا اُسے نقصان نہیں پہنچاتا۔

(۱)العقد الفرید، ج: ۲، ص: ۳۸۶

(۲)مشاهیر علماء الامصار، ص: ۱۸۸[مطابع یوسف بیضون]

اورہمیشہ یہ ہوتارہاہے کہ جس کے پاس کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں ہوتی،وہ بڑی شخصیات اورائمہ کرام کی شہرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی طرف غلط عقائد منسوب کرتے ہیں۔

لیکن فرق صاف ظاہر ہے،وہ تمام لوگ جنھوں نے آپ کی شخصیت کو داغدار کرنے کی کوشش کی ان کانام ونشان نہ رہا اوران کاذکر ہی مٹ گیا، جبکہ امام حسن بصری کے علم وموعظت کااثر اوراچھی یاد باقی رہی۔آپ امت کے جلیل القدر علما اورزاہدوں میں سے تھے، جنھوں نے سنت کے مشعل کواٹھایااور راہِ خیر پر چلنے والوں کے لیے راستہ روشن کردیا۔

چوتھا باب

آپ پر تنقید، تابعی کے قول کاحکم، ضعیف راویوں سے نقل کاحکم

فصل اول

امام حسن بصری کی تدلیس

حافظ ابن حجر نے آپ کو مدلسین کے دوسرے مرتبے میں ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ نسائی نے آپ کے مدلس ہونے کا ذکر کیا ہے(۱)۔ تاہم مدلّسین کا یہ وہ درجہ ہے کہ جن کی تدلیس کو ائمۂ حدیث نے برداشت کیا ہے اور صحاح کی کتابوں میں ان کی امامت اور جلالتِ شان اور قلّتِ تدلیس کی بنیاد پر ان کی روایتوں کو ذکر کیا ہے(۲)۔

تدلیس تسویہ جرح کا سبب ہے: علامہ صنعانی علامہ بقاعی سے اُن کا قول نقل کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے شیخ [حافظ ابن حجر] سے پوچھا کہ کیا تدلیس تسویہ (۳) جرح [کا سبب] ہے۔ آپ نے فرمایا: 'اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جرح [کا سبب] ہے؛ کیونکہ جن

(۱) طبقات المدلّسین، ص: ۷ [شیخ حماد انصاری کے نسخہ کے فوٹوکافی سے یہ حوالہ لیا گیا ہے[

(۲) ایضاً، ص: ۱

(۳) تدلیس التسویۃ تدلیس کی وہ قسم ہے، جس میں راوی اپنے شیخ یا شیخ کے شیخ کو اس لیے حذف کرتا ہے کہ وہ ضعیف یا جھوٹا ہوتا ہے۔

کے سامنے یہ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں، یہ اُن کے ساتھ خیانت اور دھوکا ہے'۔ میں نے پوچھا: 'تو پھر سفیان اور اعمش جیسے جلیل القدر لوگوں کو تدلیس کے ساتھ موصوف کیا جاتا ہے؟' آپ نے فرمایا: 'اس سلسلے میں سب سے اچھا عذر یہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ ان

جیسے حضرات تدلیس صرف اسی راوی کے حق میں کرتے ہیں، جو ان کے نزدیک ثقہ ہو اور دوسروں کے نزدیک ضعیف ہو' (۱)۔

جب امام ثوری اور امام اعمش کے ساتھ حسن ظن سے کام لیا جاسکتا ہے تو امام حسن بصری جو بڑے تابعین میں سے تھے، وہ تو اس کے کہیں زیادہ حقدار اور لائق ہے۔

کبار تابعین کی تدلیس ارسال ہے: شیخ نورالدین کہتے ہیں کہ امام حسن بصری کو جنھوں نے تدلیس سے موصوف کیا ہے اور جس کی وجہ سے بعض معاصر علما نے ان کے خلاف زبان درازی بھی کی، اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ [تدلیس نہیں بلکہ] ارسال ہے؛ کیونکہ [بیچ کا راوی چھوڑنے سے] آپ کی غرض روایت میں مغالطے میں ڈالنا نہیں۔

امام حاکم کا قول: امام حاکم (۲) فرماتے ہیں: 'جن ائمہ کا ذکر تدلیس کے ساتھ ہوا، ان کی اور ان کے متبعین کی، تابعین میں پوری ایک جماعت ہے۔ البتہ میں نے ان کا ذکر نہیں کیا؛ کیونکہ روایت حدیث سے ان حضرات کی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں؛ اس لیے وہ کہا کرتے: 'فلاں نے بعض صحابہ سے کہا'۔ جبکہ غیر تابعین کی روایتِ حدیث سے مختلف اغراض تھے (۳) [اس لیے ان کی تدلیس ناقابل قبول ہے]۔

اس سے ثابت ہوا کہ امام حسن بصریکااس سے مقصد روایت میں مغالطہ آمیزی نہیں تھی کہ وہ کمزور حدیث کو صحیح بنائے یا ضعیف راوی کو ثقہ کا نام دے۔

۱۔ محمد بن اسماعیل صنعانی، توضیح الأفکار لمعاني تنقيح الأنظار، ج:۱، ص: ۳۱۵ [مطبعة السعادة مصر، ط: ۱، ۱۳۶۶ھ۔]

۲۔ حاکم النیسابوری،معرفة علوم الحديث، ص: ۱۴[المکتبۃ العلمیۃ بالمدینۃ المنورۃ، ط: ۲، ۱۳۸۷ھ۔]

(۳)ابن رجب الحنبلی، شرح عِلَلِ الترمذي، حاشیہ نمبر اج: ۲، ص: ۴۹۵[دار الملاح للطباعۃ، ط: ا، ۱۳۹۸ھ۔ تحقیق: نور الدین عتر]

امام حسن بصری کا ارسال

مرسل لغت میں مطلق کو کہتے ہیں اور ارسال اطلاق کو کہتے ہیں۔ محدثین کے اصطلاح میں مرسل اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں راوی صحابی ساقط ہو۔ اس طرح کہ تابعی کہے: 'رسول اللہ انے فرمایا یا فعل کیا'۔

مرسل حدیث کے بارے میں اقوال: جمہور کے نزدیک مرسل تابعی مقبول ہے اور اس سے استدلال کرنا صحیح ہے۔ البتہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ مرسلِ تابعی چند شرطوں سے مقبول ہوگا:

(ا) جس تابعی نے ارسال کیا ہو وہ اُن بڑے تابعین میں سے ہو، جو بہت سارے صحابہ سے ملے ہوں، جیسے حضرت سعید بن المسیب وغیرہ۔

(۲) ایسا قرینہ موجود ہو جس سے اس مرسل کو تقویت پہنچے۔اس طرح کہ یہی حدیث دوسری متصل سند کے ساتھ مروی ہو یا بعض صحابہ کے قول کے موافق ہو۔

(۳) اس تابعی کے بارے میں مشہور ہو کہ وہ صرف ثقہ راوی ہی سے ارسال کرتا ہے۔

سند پر کلام کا آغاز کب ہوا؟: امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ پہلے زمانے میں سند کے بارے میں کوئی نہیں پوچھا کرتا تھا، لیکن پھر جب فتنہ واقع ہوا تو لوگ سند کے بارے میں پوچھنے لگے، تاکہ وہ اہل سنت کی حدیثوں کو لیں اور اہل بدعت کی حدیثوں کو چھوڑ دیں (ا)۔

حجیت مرسل میں اولین اختلاف: امام ابوداود اپنے خط میں لکھتے ہیں: جہاں تک مراسیل کا تعلق ہے تو پہلے اکثر علما اس کو حجت مانتے تھے، جیسے سفیان ثوری، امام مالک، امام اوزاعی، یہاں تک کہ امام شافعی آگئے اور انھوں نے اس مسئلے میں کلام کیا اور پھر امام احمد اور دوسرے محدثین نے بھی ان کی اتباع کی (۲)۔

مراسیل امام حسن کی حیثیت: علامہ ابن الصلاح فرماتے ہیں: امام حسن بصری ارسال کرتے تھے؛ کیونکہ جن سے وہ ارسال کرتے ان پر اُن کو بھروسا تھا۔ آپ کے مراسیل حجت ہیں کیونکہ آپ ثقہ اور بڑے تابعی تھے۔ اصحاب رسول ا کی ایک بڑی جماعت سے آپ کی ملاقات ہوئی (ا)۔

ا۔تحفة الأحوذي،ج:۱۰،ص:۴۷۵

۲۔ فتح المغيث شرح ألفية الحديث،ج:۱،ص:۱۳۳

امام حسن ارسال کب کرتے ہیں: امام حسن بصری سے روایت ہے، آپ فرماتے تھے: 'جب کسی حدیث کو چار صحابہ روایت کرتے ہیں، تو میں اس کی روایت میں ارسال کرتا ہوں'۔ آپ یہ بھی فرماتے: 'جب میں آپ سے [ان الفاظ میں] کہوں کہ مجھ سے فلاں نے حدیث

بیان کی، تو یہ صرف اس کی حدیث ہو گی، دوسرے بندے کی نہیں۔ لیکن جب میں [ارسال کرکے] یہ کہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تو یہ میں نے ستر یا اس سے زیادہ صحابہ سے سنی ہوتی ہے' (۲)۔

یہی وہ کامل اور راست طریقہ کار ہے، جس کو آپ نے روایتِ حدیث کے سلسلے میں اختیار کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں جب عدل اور ثقہ شخص کو اس کا یقین ہوں کہ حدیث کے متن کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح ہے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اُسے اس کا یقین ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کا قول یا فعل ہے۔

امام نخعی فرماتے ہیں: 'جب حسن بصری سے حضرت عبداللہ تک اُن کی سند کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: جب میں یہ کہوں کہ فلاں بندے نے حضرت عبداللہ سے روایت کی ہے، تو یہ صرف اس ایک شخص کی روایت ہوتی ہے، لیکن جب میں [واسطہ ذکر کیے بغیر] کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا ہے، تو یہ ان سے بہت سے حضرات کی روایت ہوتی ہے (۳)۔

اس وجہ سے بعض حضرات نے یہ راے اختیار کی ہے کہ حدیثِ مُرسل حدیثِ مسند سے زیادہ قوی ہے۔ ان کا ارسال اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں اپنی روایت پر کامل یقین ہے، اس لیے انھیں سند بیان کرنے کی ضرورت نہیں؛ کیونکہ ارسال کرنے والے نے حدیث کو قطعی طور پر صحیح بیان کیا اور آپ کے لیے صرف

(ا)مقدمة ابن الصلاح،ص:۵۰۰

۲۔ محمد ابو زہرہ،أبوحنيفة،ص:۳۰۲،ابن نجیم حنفی،فتح الغفاربشرح المنار،ج:۲، ص:۹۵[مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۵۵ھ]

۳۔الصنعانی،توضيح الأفكار،ج:ا،ص: ۲۸۳

اس کا دیکھنا کافی ہے(ا)۔

ایک اور قول: امام محمد بن جریر طبری، ابوالفرج مالکی اور ابو بکر ابہری فرماتے ہیں: حدیث مرسل اور مسند کے درمیان کوئی فرق نہیں، بلکہ وجوبِ حجت اور استعمال دونوں کے بارے میں یہ ایک جیسے ہیں۔ اور جب دو حدیثوں کے مدلول میں تعارض پیدا ہو اور ان میں سے ایک مرسل ہو اور دوسری مسند، تو صرف اسناد کی وجہ سے ارسال پر ترجیح حاصل نہیں ہوگی، بلکہ دوسرے امر کو ملانے کی ضرورت ہوگی، لیکن یہ قول غلو ہے۔

مذہب جمہور: اکثر مالکیہ اور محققین احناف جیسے امام ابو جعفر طحاوی اور امام ابو بکر جصاص رازی کا مذہب یہ ہے کہ جب تعارض واقع ہو، تو حدیث مسند کو مرسل پر ترجیح دی جائے گی اور مرسل اگرچہ حجت ہے اور اس پر عمل بھی واجب ہے، لیکن یہ مسند سے درجے میں کم ہے(۲)۔

ان اقوال سے یہ ثابت ہوا کہ ثقہ راویوں کی مرسل احادیث، جب اُن سے زیادہ قوی حدیثیں اُن کے معارض نہ ہوں، قبول کرنا اور ان سے استدلال کرنا محدثین کی ایک مستقل اور نسل در نسل عادت ہے۔ خیر القرون میں امت نے اس پر عمل کیا، حتیٰ کہ امام ابن جریر

نے فرمایا: 'مرسل کو مطلقاً رد کرنا بدعت ہے اور یہ بدعت دوصدی بعد[تیسری صدی]کے آغاز میں شروع ہوئی (۳)۔ خصوصاً اس وقت تو یہ حجت ہی ہوگی، جب دوسرا ثقہ راوی مسند حدیث اس کی متابعت میں روایت کرے۔اس لیے امام حسن بصری کی مرسل احادیث جب اُن سے ثقہ راوی روایت کریں، صحیح ہیں۔ امام علی بن المدینی، امام ابوزرعہ اور یحییٰ بن سعید القطان نے سوائے چار احادیث کے ان کے تمام مراسیل کے لیے ثابت اصول کو معلوم کیا ہے (۴)۔

(۱)فتح المغيث، ج:۱، ص: ۱۳۳،ابن عبدالبر،التمہید، ج:۱، ص: ۳

(۲)ابو سعید خلیل بن کیکلدی علائی،جامع التحصيل فيأحكام المراسيل، ص: ۲۸ [دارالعربیۃ للطباعۃ، ط: ۱۳۹۸ھ، تحقیق: حمد عبدالمجید السّلفی]

(۳)ملا علی القاری،شرح مسند أبي حنيفة[دارالکتب العلمیۃ بیروت،ط: ۱، ۱۴۰۵ھ]

(۴)تهذيب التهذيب،ج: ۲، ص: ۲۶۶،الكاشف،ج:۱، ص: ۲۲۰، تحفة الأحوذي،ج: ۱۰، ص: ۵۱۲

مراسیلِ امام حسن کے بارے میں اقوالِ اہلِ علم: امام بخاری کے شیخ حضرت علی بنمدینی فرماتے ہیں: 'امام حسن بصری کے وہ مرسلات جوان سے ثقہ راوی روایت کریں، وہ صحیح احادیث کے حکم میں ہیں۔ بہت کم ان میں سے ایسے ہیں جوساقط الاعتبار ہیں (۱)۔امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: امام حسن بصری کے مرسلات میں کوئی حرج نہیں (۲)۔امام ابوزعہ فرماتے ہیں: 'حسن بصری جس حدیث کے بارے میں یہ فرماتے ہیں: قال رسول الله ﷺ، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو میں نے اس کے ایک ثابت شدہ اصل کو پایا، سوائے

چار احادیث کے' (۳)۔ہم سے سوار بن عبداللہ عنبری نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان کو یہ کہتے ہوئے سنا: 'حضرت حسن نے جس حدیث کے بارے میں قال رسول اللہ ﷺ کہا، تو ہم نے اس کے لیے ایک ثابت شدہ بنیاد پایا، سوائے ایک یا دو حدیثوں کے۔

بڑے بڑے محدثین جیسے امام سفیان ثوری ،امام سفیان بن عینیہ ، امام جعفر بن جریر طبری ،امام ابن ابی حاتم وغیر ہم کی کتابوں میں مراسیل کا موجود ہونا اس کی حجیت کی دلیل ہے۔اسی طرح دیگر نادرۂ روزگار محدثین جیسے امام ابن ابی شیبہ ، امام عبدالرزاق وغیرہ نے اپنی مصنفات کو مراسیل سے بھر دیا ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں: جب چار آدمی کسی روایت پر جمع ہو جائے، تو پھر میں ان کے علاوہ کسی اور کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ دوسرے لوگوں کی مخالفت کو کوئی توجہ دیتا ہوں: امام حسن بصری، حضرت سعید بن المسیب، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطاء، یہ تمام شہروں کے امام ہیں(۵)۔

(۱)تھذیب التھذیب،ج:۲،ص:۲٦٦

(۲)تاریخُ یحییٰ بن معین،ج:۳،ص:۱۱۱

(۳)تھذیب التھذیب، ج:۲،ص:۲٦٦،سیر أعلام النبلاء،ج:۴،ص:۵۷٦

(۴) سنن الترمذی،کتاب العلل،ج:۵،ص: ۷۵۴[تحقیق: ابراہیم عطوہ عوض[

(۵)ابن سعد،الطبقات،ج:۷،ص:۱۷۰

تیسری فصل

امام حسن بصری اور قسم کا استعمال

امام حسن بصری صاف دل، پاکیزہ روح و صاف گو، اللہ تعالی کے وعدوں اور وعیدوں پر مضبوط ایمان والے تھے۔آپ کسی آیت کی تفسیر اور وعظ ونصیحت کے دوران اکثر قسم اٹھایا کرتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو اپنی بات پر کامل بھروسا تھا۔ دوسری وجہ اہل اہوا واہل بدعت جیسے قدریہ، روافض، معتزلہ وغیرہ جو آیات کی تاویل وتوجیہ اپنی خواہشات کے مطابق کرتے تھے،پر شدید رداور تنقید کرنا تھی۔ اس لیے امام حسن بصری قسم سے کانوں کوتنبیہ کرتے اور دلوں کو جگاتے؛تاکہ وہ کامل توجہ اور بھرپور دیہان سے آپ کی بات کو سُنیں۔

تفسیر میں وعظ کی طرف میلان

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کے نزول کابنیادی ہدف تذکیر وارشاداور انسانوں وجنات کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت ہے۔امام حسن بصری حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم

کے درمیان پل کر جوان ہوئے، دعوت وارشاد کے راستے میں اُن کے پاکیزہ جذبات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا،اس لیے آپ نے اُن کی راہ اختیار کی۔ خصوصاً ایسے دور میں جب اسلامی فتوحات کی وجہ سے تمام لوگوں کا رجحان محلات کی تعمیر کی طرف تھا۔لوگ فضول خرچیوں اور دنیا کی آرائش وزیبائش کی طرف مائل ہوگئے تھے۔

ایسے وقت میں آپ نے اُن آیات کے ذریعہ لوگوں کو یاددہانی کرائی، جو دنیا سے زہد اورآخرت کی طرف توجہ کے بارے میں ہیں۔ اس لیے جب کبھی آپ کی ایسی آیت پر گزرتے، جس میں سابقہ قوموں کی نافرمانی کی وجہ سے اُن کی ہلاکت کاذکر ہوتا، یاموت کے بعد آنے والی زندگی کو بیان کیاگیاہوتا یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب ہوتی۔ یاایسی آیات جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مومنین کے اوصاف بیان ہوتے اور اس کے علاوہ دیگر آیات، توآپ غافل احساسات کو بیدار کرتے، سوئی ہوئی ہمتوں کو جگاتے اور یومِ قیامت کی تیاری کے لیے معاشرے کی راہنمائی فرماتے، وہ دن جس میں حسب ونسب، سازوسامان مال واولاد کوئی کام نہیں آئے گا،ہاں وہ شخص جوگناہوں سے پاک دل لے آکر اللہ کے حضور آیا۔آپ جب کوئی آیتِ ترغیب تلاوت کرتے تو لوگوں کو بھلائیوں میں لگ جانے اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی ترغیب دیتے۔ یہی وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے آپ کی تفسیر پر وعظ ونصیحت کا پہلو غالب ہوتا ہے(۱)۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر عمر یوسف کواچھابدلہ دے کہ انھوں نے اس واعظانہ رجحان کاذکر بعض مثالوں کے ساتھ کیاہے۔ وہ اس عنوان: 'آپ کی تفسیر میں وعظ ونصیحت کی کثرت' کے تحت لکھتے ہیں:

'ہر اپنے پرائے کو معلوم ہے کہ امام حسن بصری اپنے زمانے میں واعظین ومرشدین کے سرخیل تھے اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص جس فن میں ماہر ہوگا،اُس کے آثاراس کی کتابوں میں نظر آئیں گے۔امام حسن بصری کی تفسیر کوپڑھنے والادیکھتاہے کہ وہ وعظ ونصیحت سے بھراپڑاہے۔اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

قولِ حسن: باری تعالیٰ کے قول:

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً (۲) البقرۃ،آیت: ۸۳

اورلوگوں سے بھلی بات کہنا

میں آپ فرماتے ہیں: 'قول حسن' کامطلب یہ ہے کہ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں، حلم، عفواور درگزر سے کام لیں اور فرمانِ الٰہی کے مطابق لوگوں سے اچھی بات کہیں۔

غور وفکر کا مطلب: اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

(۱) دیکھیے اثر نمبر: ۱۳/۱۶/۴۱/۱۲۵، الف اور ۱۷۷

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ۔فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (۱)

تاکہ تم غور وفکر سے کام لو، دنیاکے بارے میں بھی اورآخرت کے بارے میں بھی،

اس کے بارے میں فرماتے ہیں: 'بخدا! یہ آیت اس شخص کے لیے ہے، جو اس دنیا میں غور و فکر کرے؛ تاکہ اُسے معلوم ہو کہ دنیا آزمائش کا گھر ہے، پھر فنا کا گھر ہے۔ اور اُسے یہ علم ہو جائے کہ آخرت دارالجزا ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے۔

عفو و درگزر: وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (۲)

اور جو غصے کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کرنے کے عادی ہیں

کے بارے میں فرماتے ہیں: قیامت کے دن کہا جائے گا: وہ شخص اٹھے، جس کا اللہ تعالی کے ذمے کوئی اجر ہے تو کوئی انسان اٹھ نہیں سکے گا، سوائے اس کے جس نے عفو و درگزر سے کام لیا ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (۳) (۳) سورۃ آل عمران، آیت: ۱۳۴

اور لوگوں کو معاف کرنے کے عادی ہیں اور اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

دنیا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَالْآخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی (۴) (۴) سورۃ النساء، آیت: ۷۷

کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہی ہے اور جو شخص تقویٰ اختیار کرے، اُس کے لیے آخرت کہیں زیادہ بہتر ہے۔

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۱۹

(۲) سورۃ آل عمران، آیت: ۱۳۴

اس کی تفسیر میں آپ ارشاد فرماتے ہیں: 'اللہ اس بندے پر رحم کرے جو دنیا کے ساتھ اس طرح معاملہ کرے۔ دنیا اول سے لے کر آخر تک سوائے اس کے ہے کیا کہ ایک شخص تھوڑی دیر کے لیے سوئے، پھر خواب میں اپنی کوئی پسندیدہ چیز کو دیکھے اور پھر ایک دم جاگ جائے'۔

قتل: فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ (۱) (۱) سورۃ مائدۃ، آیت: ۳۰

آخر کار اس کے نفس نے اُس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر لیا،

سے لے کر:

وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (۲) (۲) سورۃ مائدۃ، آیت: ۳۲

اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اُن نے تمام انسانوں کی جان بچالی،

کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! یہ قتل کتنا بڑا جرم ہے، جیسا کہ آپ سن رہے ہیں، اور اللہ کی قسم! اس شخص نے حصول اجر میں رغبت کی جیسا کہ آپ سن رہے ہیں۔ جب آپ کو پتا چلے اے ابن آدم! اگر آپ سب انسانوں کو قتل کریں گے، تو آپ کا یہ

عمل آپ کو جہنم میں داخل کر دے گا۔ اللہ کی قسم! تمھیں تیرے نفس نے جھٹلایا، تمھیں اسی نے جھٹلایا اور تجھے شیطان نے بھی جھٹلایا (۳)۔

متعدد تفسیروں کی وجہ: امام حسن بصری کی تفسیری روایات میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کبھی ایک آیت کی دو یا دو سے زیادہ تفسیریں کرتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہوتی ہے آپ کبھی اس کا اصلی اور حقیقی معنیٰ مراد لیتے ہیں۔ کبھی آیت کی تفسیر اس کے لازمی معنیٰ اور نظیر کے ساتھ کرتے ہیں، کبھی اس کی تفسیر ثمرہ اور غرض کے اعتبار سے اور کبھی بہترین مثال سے کرتے ہیں۔ اس سے آپ کی غرض یہ نہیں کہ آیت کی بس یہی ایک تفسیر ہے۔ کیونکہ یہ تمام تفسیریں ایک ہی مدلول و معنیٰ کی مختلف تعبیریں ہیں ، لیکن یہ اس وقت جب دو یا دو سے زیادہ معانی کو

(۳) دیکھیے تفسیر الطبري، ج:۱۰، ص:۹۳۹/۹۴۰، زمخشری، الکشاف، ج:ا، ص:۲۰۹

جمع کرنا ممکن ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر آپ کا ایک تفسیر ذکر کرنا شاید اس لیے ہوتا ہے کہ آپ نے دو قولوں میں سے ایک قول کو چھوڑ دیا، لیکن اس کے لیے ضرورت ہوتی ہے کہ آپ یا آپ کے شاگردوں میں سے کسی نے اس کی تصریح کی ہو۔

امام حسن بصری اور اسرائیلیات (۱)

حضرت حسن بصری سے بھی بعض اسرائیلی واقعات منقول ہیں (۲)، جیسے دوسرے سلف صالحین سے ہیں۔ میں نے ان میں سے وہ قصے ذکر کیے ہیں، جو کتاب وسنت کے مخالف نہیں اور اُن قصوں کو چھوڑ دیا جو انبیا کے عالی مقام و مرتبے کے مخالف ہیں؛ کیونکہ وہ تو عصمت

وعفت کے نمونے، قوموں کے مقتدا و پیشوا تھے، کمالات انسانی کے مثالی پیکر اور ان جیسی جھوٹی باتوں سے پاک وصاف تھے۔ میں نے اس دوسری قسم کے واقعات کو ایک ضمیمے کے طور پر نقل کیا ہے (۳) اور اس پر رد بھی کیا ہے؛ تاکہ آپ کی بلند پایہ تفسیر ان جیسی خرافات سے خالی ہو۔

(۱) اسرائیلیات کا اطلاق ہر اس تفسیر پر ہوتا ہے جو نص قرآنی، سنت یا اقوال صحابہ کے مخالف ہو، خواہ ایسے تفسیرات یہود سے منقول ہوں یا نصاریٰ سے یا دوسرے فرقوں سے یا قصہ گو لوگوں اور واعظین سے۔ چونکہ یہود اسلام کے سخت ترین دشمن تھے اور اکثر اسلام کی بنیادوں پر حملے کرتے تھے؛ اس لیے انھوں نے اسلام کے خلاف جو بھی گھڑا، ان سب کو اسرائیلیات کہا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ تسمیة الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہے۔

(۲) حضرت حسن بصری نے گزشتہ امتوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا اور اس پر شاہد آپ کا یہ قول ہے: توراۃ میں لکھا گیا ہے کہ مالداری قناعت میں ہے، اور لوگوں سے دوری میں سلامتی ہے، اور شہوت کو قابو کرنے میں عافیت ہے اور دنیا کی طرف میلان کم کرنے میں کامیابی ہے اور پھر فرمایا: اللہ تعالی آپ لوگوں پر رحم کرے اللہ تعالیٰ کے ذکر کردہ آداب سے ادب سیکھو اور اللہ کی نازل کردہ کتابوں میں جو کچھ ہیں، ان کو یاد کرو، آپ اللہ کے دوستوں میں سے ہو جائیں گے۔ ابن الجوزی، الحسن، ص:۳۱

(۳) یہ ضمیمہ بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔

امام ابن العربی کا قول: شیخ ابو بکر بن العربی اہلِ علم کو اسرائیلی قصوں اور حکایات کے چھوڑنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: 'اسرائیلی روایات علما کے نزدیک قطعی طور پر متروک ہیں۔ اس لیے اُن کے لکھنے سے صرفِ نظر کریں، اور ان کے سننے سے کان بند رکھیں؛ کیونکہ

یہ آپ کی سوچ کو سوائے خیال اور وہم کے اور کچھ نہیں دے سکتے اور آپ کے دل میں سوائے خرابی کے اور کسی چیز کا اضافہ نہیں کر سکتے'(۱)۔

حضرت ابن عباس کا قول: حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: 'آپ کیسے اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں پوچھتے ہیں، حالانکہ آپ کی کتاب جو رسول اللہ پر نازل ہوئی بالکل تر وتازہ ہے۔ آپ اُسے پڑھتے ہیں، وہ صاف ستھرا ہے۔ اس میں کوئی ملاوٹ نہیں۔ اسی قرآن نے آپ سے بیان کیا کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تغیر و تبدیل کیا اور اپنے ہاتھوں کی لکھی چیزیں اس میں داخل کر دیں اور کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے ذریعے دنیا کا تھوڑا مال کمائیں۔

کیا ایسی کتاب سے تمھارے پاس جو علم آیا ہے، تمھیں اس سے منع نہیں کرتا کہ تم ان سے مت پوچھا کرو۔ خدا کی قسم! ہم نے تو ان میں کسی کو نہیں دیکھا، جو تم سے اس کتاب کے بارے میں پوچھے جو تم پر نازل کی گئی ہے'(۲)۔

امام حسن سے منقول بعض اسرائیلیات:

ڈاکٹر عمر یوسف نے اپنے مقدمے میں امام حسن بصری کا اسرائیلی روایات ذکر کرنے کے بارے میں کہا ہے:

بنی اسرائیل کے بچھڑے کا نام: امام حسن بصری کی تفسیر سے واقفیت رکھنے والا دیکھتا ہے کہ بعض اوقات آپ ایسی روایتیں لاتے ہیں، جن کے بارے میں صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسرائیلیات میں سے ہیں، مثلاً:

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِن بَعْدِهِ وَأَنتُمْ ظَالِمُونَ (٣) (٢) سورة البقرة، آیت: ۵۱

پھر تم نے ان کے پیچھے (اپنی جانوں پر) ظلم کرکے بچھڑے کو معبود بنالیا۔

(۱) تفسير القرطبي، ج: ۱۵، ص: ۲۱۰

(۱) البخاري مع فتح الباري، ج: ۱۳، ص: ۲۳۴، رقم: ۷۳۶۳

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: بنی اسرائیل نے جس بچھڑے کی عبادت کی تھی اس کا نام 'یہبوب' تھا (۱)۔

حضرت آدم، حوا اور ابلیس کے جنت سے اترنے کی جگہ: اس آیت:

قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (٢) (٤) الاعراف، آیت: ۲۴

اللہ نے (آدم، حوا اور ابلیس سے) فرمایا: اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے

کی تشریح میں فرماتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے، حضرت حواء علیہا السلام جدہ میں، ابلیس بصرہ کے دست میسان سے چند میل کے فاصلے پر اور سانپ اصفہان میں اترا (۳)۔

نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی و چوڑائی: قرآن مجید میں نوح علیہ السلام کے واقعے میں وارد اس آیت:

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ (۴) ٦) ھود، آیت: ۳۸

چنانچہ وہ کشتی بنانے لگے، اور جب اُن کی قوم کے کچھ سردار اُن کے پاس سے گزرتے تو ان کامذاق اُڑاتے تھے

کی تفسیر کرتے ہیں: کشتی نوح کی لمبائی ۱۲ہزار گز اور چوڑائی ۶۰۰ چھ سو گز تھی (۵)۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ (٦) ۸) سورۃ یوسف، آیت: ۲۴

اُس عورت نے تو واضح طور پر یوسف علیہ السلام (کے ساتھ برائی) کا ارادہ کرلیا تھا، اور یوسف کے دل میں بھی اس کا خیال آچلا تھا، اگر وہ اپنے رب کی دلیل کو نہ دیکھ لیتے

۳) السیوطی، الدر المنثور، ج:۱، ص:۶۹

۵) تفسير ابن أبي حاتم، ج:۳، ص:۲۷۶

۷) تفسير الطبري، ج:۱۲، ص:۳۵، تفسير الآلوسي، ج:۱۱، ص:۵۰

کے بارے میں فرماتے ہیں: حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی انگلی کو دانتوں سے کاٹ رہے ہیں (۱)۔

(۱) تفسیر طبری، ج:۱۲، ص:۱۸۹

چوتھی فصل

اکابر تابعین کے قول کا حکم

جب تابعین تفسیر میں کسی قول پر اجماع کریں، تو اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے؛ کیونکہ اجماع کی وجہ سے یہ قول حجت ملزمہ بن جاتا ہے۔ اور جب ان میں کوئی ایسا قول اکیلے کہے جس میں رائے اور قیاس کی گنجائش نہیں ہوتی اور وہ کتاب وسنت کے مخالف بھی نہ ہو، تو بعض حضرات کے نزدیک اس پر عمل واجب ہے، کیونکہ بڑے تابعین نے اپنی اکثر تفسیریں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی سے لی ہیں۔ البتہ جب اُن کا قول یا رائے اہل کتاب سے ماخوذ ہو تو پھر اس پر اعتماد کرنا درست نہیں (۱)۔

امام ابو حنیفہ اور امام شعبہ فرماتے ہیں کہ تابعی کا قول حجت ملزمہ نہیں۔ ابن عقیل نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے اور یہی راجح ہے (۲)؛ کیونکہ تابعی کا قول جب فروعی مسائل میں حجت نہیں، تو تفسیر میں اُن لوگوں پر کہاں حجت ہو سکتی ہے جو خود تابعین ہیں، یا مابعد والے ہیں اور اُن کا قول اِن کے مخالف ہے۔ ایسی صورت میں قرآن وسنت کی لغت یا سنت یا اقوال صحابہ یا لغت عرب کے عموم کی طرف رجوع ہوگا۔ امام احمد سے اس سلسلے میں دو اقوال نقل ہیں (۳)۔

علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ مفسرین کا عمل اس قول کے خلاف ہے۔ انھوں نے اپنی کتابوں میں تابعین کے اقوال کو نقل کیا ہے۔ پھر آپ نے چند تابعین کے نام گنوائے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں: یہی مشہور قدما کے اقوال ہیں اور ان کے اکثر اقوال وہی ہیں، جو انھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیے ہیں۔

۱۔ ابن تيمية،مقدمة فيأصول التفسير، ص: ۱۰۵

۲۔ البرهان في علوم القرآن،ج:۲،ص:۱۵۸

۳۔ الزرکشی، البرہان، ج: ۲، ص: ۱۵۸

امام احمد سے روایت کا جو اختلاف ہے ممکن ہے کہ یہ صحابہ کے اقوال وآرا کے بارے میں ہو۔ یہقول جو بیان ہوا، اس کے بعد ہم کہتے ہیں: تفسیر میں امام حسن بصری کی اکثر روایات صحابہ اور بڑے تابعین کی تفسیری روایات کے موافق ہیں (۱)۔

تفسیر میں ضعفا کا حکم

اس میں کوئی شک نہیں کہ سند صحیح کے ساتھ ذکر شدہ روایات تمام کے نزدیک مقبول ہوتی ہے۔ وہ حجت ہیں اور جب اس کا تعارض دوسری کمزور روایت (۲) سے ہو جائے تو اُسے ترجیح بھی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن جس روایت کی سند نہیں ہوتی اس سے تفسیر میں اس وقت کام لیا جاسکتا ہے، جب وہ مسند روایات کے موافق ہو۔ اگر موافق نہ ہو تو پھر ان کو چھوڑا جائے گا، اور جب تفسیر کے باب میں سوائے ضعیف روایت کے اور کوئی نہ ملے تو پھر اس کو لیا جائے گا۔ جہاں تک مرسل روایات کی بات ہے تو وہ ضعیف روایات کے تحت آتے ہیں، اس لیے جب مسند روایت نہ ہو تو پھر ان پر عمل کیا جائے گا (۳)۔

حضرت یحییقطان فرماتے ہیں: انھوں [مفسرین] نے ایسے لوگوں سے تفسیر اخذ کرنے میں تساہل کیا، جن پر علم حدیث میں اعتماد اور بھروسا نہ تھا۔ پھر آپ نے ضحاک، جوَیبِر اور محمد بن

سائب کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا: ان لوگوں کی حدیث کو نہیں لیا جاتا اور ان سے تفسیر لکھی جاسکتی ہے(۴)۔

۱۔ الزرکشی، البرھان، ج: ۲، ص: ۱۵۸

۲۔ جیسے حسن اور ضعیف سند والی روایات کے ساتھ

۳۔ فتح المغیث، ج: ۱، ص: ۱۳۳

۴۔ میزان الاعتدال، ج: ۱، ص: ۴۲۷، اس میں ان حضرات کے ساتھ لیث بن مسلم کا تذکرہ بھی ہے۔ [عیسی البابی، ط: ۱۳۷۱ھ۔]

خصوصاً جب ضعیف روایت میں ایسی کوئی بات نہ ہو، جو عقیدہ یا حکمِ شرعی پر مشتمل ہو، اور وہ اسرائیلیات سے خالی ہو اور اہلِ بدعت کی کسی رائے کا مؤید بھی نہ ہو اور اس روایت کے مضمون کے ساتھ تفسیر کے بڑے علما مثلاً امام مجاہد، حضرت عکرمہ، امام حسن بصری، حضرت ابوالعالیہ اور دیگر حضرات کے اقوال متفق ہوں، تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایت قطعاً صحیح اور اس کا قبول کرنا جائز ہے۔ پھر ان مذکورہ حضرات کے شاگردوں مثلاً حضرت قتادہ کا ان روایات کو تواتر کے ساتھ لینا بھی اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ آثار میں شواہد اور متابعات کی وجہ سے قوت پیدا ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے محققین نے کہا ہے جب خبرِ واحد کو امت قبول کرلیتی ہے اور سلف وخلف اس کی تصدیق یا اس پر عمل کرنے سے اجماع کرلیں، تو اس سے اس کا یقینی طور پر صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے۔

فصلِ اول

شیوخ کا جدول

ذیل میں ان صحابہ اور تابعین کا جدول دیا جا رہا ہے، جو امام حسن بصری کے شیوخ ہیں:

نام	تاریخِ وفات	مآخذ
ابو برزہ اسلمی		التهذيب: ـ٢٦٥
احمد بن جزء سدوسی		تهذيب التهذيب: ١ـ ١٩٠
احمر		تاريخ يحيى بن معين: ٢ـ١٠٨
احنف بن قیس تمیمی	٦٧ھ	التقريب: ١ـ٤٩
اسامۃ بن زید کلبی	۵۴	التقريب: ١ـ٥٣
اسود بن سریع تمیمی	۴۲ھ	التقريب: ١ـ٧٦

اسید بن مُتَشَمِّس		التقریب : ا_٨٤
انس بن حکیم ضبّی بصری		التقریب : ا_٨٤
انس بن مالک انصاری	۹۲ھ	التقریب: ا_٨٤
جابر بن عبداللہ انصاری	۷۸ھ	التہذیب:٢_٤٢
جاریۃ بن قدامۃ تمیمی	٦٠ھ	ابن سعد: ۷_٥٦
جندب بن عبداللہ بجلی	۷٠ھ	ابن سعد: ٦_٣٥
جند بجیر الزدی	جنگ صفّین	التقریب: ا_١٢٥
حریث بن قبیصۃ	٦۷ھ	التہذیب: ٨_٣٤٥
حضین بن منذر رقاشی	١٠٠ھ	التقریب: ا_١٨٥
حطّان بن عبداللہ رقاشی	۷٠ھ کے بعد	التقریب: ١٨٥١

حمران بن ابان	۷۵ھ	التقریب: ۱_۱۹۸
دغفل بن حنظلہ نسّابہ	۷۰ھ	ابن سعد: ۷_۱٤٠
رفیع بن مہران [ابو عالیہ]	۹۰ھ	التقریب: ا_۲٥
زبیر بن عوام	۳۶ھ	التقریب: ا_۲٥۹
زیاد بن رباح [ابو قیس]	تیسرا	التقریب: ا_۲٦۷
سعد بنہشام بن عامر انصاری	تیسرا	التقریب: ا_۲۸۹
سعد [ابو بکر صدیق کا آزاد کردہ غلام]	صرف امام نے آپ سے روایت کی ہے	التقریب: ا_۲۹٠
سلمہ بن مُحبّق	بصرہ میں رہے	التقریب: ا_۳۱۸
سمرہ بن جندب	۵۸ھ بصرہ میں	التقریب: ا_۳۳۳
صَعصَعہ بن معاویہ تمیمی	معاویہ کی خلافت میں	التقریب: ا_۳٦۷
صلہ بن اشیم عدوی	۶۲ھ	ابن سعد: ۷_۱۳٤
ضبۃ بن محصن عنزی		التقریب: ا_۳۷۲

عبداللہ بن ثوب [ابو مسلم خولانی]		التقريب: ا۔٤٧٣
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	۷۳ھ	التقريب: ج:ا، ص:٤٣٥
عبداللہ بن عمرو بن عاص	واقعۂ حرہ کے زمانے میں	التقريب: ج:ا، ص:٤٣٦
عبداللہبن قیس[ابو موسیاشعری]	۵۰ھ	التقريب: ج:ا، ص:٤٤١
عبداللہ بن مُغَفَّل مُزنی	۵۷ھ	التقريب: ج:ا، ص:١٤٤
عبدالرحمٰن بن سَمُرہ	۵۰ھ بصرہ میں	التقريب: ج:ا، ص:٤٤١
عبدالرحمٰن بن صخر دوسی [ابوہریرہ]	۵۷ھ	ابن سعد:٢:٣٦٢
عتی بن ضمرہ سعدی	۴۷ھ	التهذيب: ج:۷، ص:١٠٤
عثمان بن ابی عاص ثقفی	۵۱ھ بصرہ میں	التقريب: ج:٢، ص:١٠
عقبۃ بن عامر جُہنی	۵۸ھ	ابن سعد:٤:٣٤٣

عقیل بن ابی طالب	۶۱ھ	التهذيب:۷، ص:۲٥٤
عمرو بن تغلب	۴۰ھ کے بعد	التقريب: ج:۲، ص:٦٦
عمرو بن عاص	۵۰ھ سے پہلے یا بعد میں	التقريب: ج:۲، ص:۷۲
عمران بن حصین	۵۲ھ بصرہ میں	الجرح: ج:٦، ص:۲۹٦
فضالہ بن عبید ابو برزہ اسلمی	۵۸ھ بصرہ میں	التقريب: ج:۲، ص:۱۰۹
قیس بن عاصم منقری		التقريب: ج:۲، ص:۱۲۹
قیس بن عباد ضبعی	۸۰ھ کے بعد	التقريب: ج:۲، ص:۱۲۹
مطرف بن عبداللہ بن شخیر	۹۵ھ	التقريب: ج:۲، ص:۲٥۳
معاویہ بن ابی سفیان	۶۰ھ	التقريب: ج:۲، ص:۲٥۹
معقل بن سنان اشجعی	۶۳ھ	ابن سعد:٤، ص:۲۸۲
معقل بن یسار مزنی	۶۰ھ	التقريب: ج:۱، ص:۲٦٥
مغیرۃ بن شعبہ [امیر بصرہ]	۵۰ھ	أسدالغابة:٤_٤٠٦

نعمان بن بشیر [امیر کوفہ]	۶۵ھ	التقریب:۲۔۳۰۳
نفیع بن حارث ثقفی [ابو بکرہ]	۵۰ھ	التقریب: ۲۔۳۰٦
نفیع بن رافع صائغ [ابو رافع]		التقریب:۲۔۳۰٦
ہرم بن حیان عبدی		التہذیب: ۲۔۲٦٥
ہیاج بن عمران برجمی		تاریخ یحییٰ بن معین:۱۲:۰۸

دوسری فصل

نامور شیوخ کا مختصر تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے امام حسن بصری پر بڑا فضل واحسان کیا تھا کہ آپ کو اس امت کے بڑے علما اور فقہا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بڑے تابعین کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کرنے کی توفیق دی۔ اس تلمذ کا آپ کی نادرہ روزگار شخصیت کی تعمیر میں بڑا اثر ہے۔ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اسی طرح دیگر صحابہ رسول سے سماع کیا(۱)؛ کیونکہ جب دارِ حضرت عثمان کا محاصرہ ہوا تھا، تو اس وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی، جبکہ سماع حدیث اور شیوخ سے اخذ و استفادہ کے لیے مطلوب یہ ہے کہ طالب علم کی عمر پانچ سال ہو (۲)۔ اس کی دلیل محمود بن الربیع کی حدیث ہے۔ وہ فرماتے ہیں: مجھے یاد ہے کہ حضرت رسالت مآب انے ایک ڈول سے کچھ پانی منہ میں لے کر میرے چہرے پر ڈال دیا تھا، جبکہ میری عمر پانچ سال تھی (۳)۔

تحمل حدیث کے لیے عمر کا تعین: بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ تین سال کی عمر میں بھی سماع درست ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ وہ بچہ جو تمیز دار ہو اور سنی ہوئی چیز کی سمجھ بوجھ اور ضبط کر سکتا ہو تو وہ تحمل حدیث کا اہل ہے۔ جب امام احمد بن حنبلسے کہا گیا کہ امام ابن معین پندرہ سال سے کم عمر والے کے لیے تحمل حدیث کو جائز نہیں سمجھتے، تو آپ نے فرمایا: 'بُری بات ہے، بلکہ [ہونا یہ چاہیے کہ] جب وہ حدیث کو سمجھے اور

(۱) امام حسن بصری تصریح فرماتے ہوئے کہتے ہیں: ہر اس بات کو جو آپ مجھ سے یہ کہتے ہوئے سنیں: قال رسول الله، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، تو حضرت علی بن طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو گی۔

البتہ میں ایک ایسے زمانے میں جی رہاہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام لے نہیں سکتا۔تھذیب الکمال،ج:ا،ص:۱۵۹

(۲) یہ مذہب متاخرین علماکا ہے۔ قاضی عیاض،الإلماع،ص: ۶۲

(۳)البخاري مع فتح الباري،ج:اا،ص:۱۵۱،رقم: ۶۳۵۴

ضبط کرسکے، تواس کا تحمل اور سماع درست ہو،اگرچہ وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو' (ا)۔

امام حسن بصری کے سماع کی عمر: اصحاب رسول اور تابعین کرام اپنے بچوں کو حدیث بیان ہونے والی مجالس میں لے جاتے اور بلوغ کے بعد ان کی روایتوں کو اہمیت دیتے تھے۔ اسی وجہ سے امام حسن بصری اپنی خداداد ذہانت، قوی حافظے اور قرآن وسنت کو سیکھنے میں شوق وجستجو کی وجہ سے اس کے بہت لائق ہیں کہ انھوں نے اس زمانے میں موجود صحابہ کرام سے بہت ساری احادیث کا سماع کیا ہو۔اس لیے بعید نہیں کہ آپ نے اپنے ایک شیخ سے ایک ہی مجلس ایک ہی ملاقات میں بیسیوں احادیث سنی ہوں۔ دوسری یہ کہ آپ جنگ صفین کے بعد بصرہ چلے گئے اور حضرت ابن عباس وہاں مقیم تھے؛کیونکہ وہ ۴۰ھ میں مکہ مکرمہ سے بصرہ ہجرت فرماگئے تھے (۲)۔اسی طرح اس وقت بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی موجود تھے (۳)۔بصرہ میں دیگر صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔اس لیے آپ نے ان سب سے سماع کیا ہوگا،پھر آپ صحابہ کرام ہی کی ایک جماعت کی رفاقت میں کابل اور خراسان کے شہروں میں جہاد کے لیے بھی گئے۔ ہم نے آپ کے شیوخ کے اسمائے گرامی جدول میں پیش کیے ہیں۔ اس فصل میں ہم صرف کے پانچ شیوخ کے مختصر حالات زندگی بیان کرتے ہیں:

ا۔ حضرت انس بن مالک

آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے: انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید انصاری خزرجی۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے۔ آپ کا شمار زیادہ روایت کرنے ولے صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ غزوۂ بدر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکلے، حالانکہ ابھی لڑکے تھے۔ نبی کریم ا نے آپ کے حق میں دعا فرمائی تھی۔

1)رفعالأستار عنمُحيَّامخدَّر اتطلعة الأنوار، ص:۱۲۳[مكتبة النهضةالعربية, مكة المكرمة، ط : ۵،]

(۲)تاريخ الطبري،ج:۳،ص:۱۵۴ [دار الكتب العلمية بيروت ، ط: ا،۱۳۰۷ هـ]

(۳)أسدالغابة،ج:۳،ص:۲۴۶ [دار إحياء التراث العربي]

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کچھ عرصہ مدینے میں رہے۔فتوحات میں شرکت کی، پھر بصرہ کو اپنا مستقر بنایا۔ وہیں بانوے سال کی عمر میں وفات پائی۔بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی تھے۔وفات کے وقت عمر ۹۹ سال تھی۔

حجاج کے ایک خط پر حضرت انس کا رد عمل: جب حجاج بن یوسف کے خلاف بغاوت ہوئی، تو اس نے آپ کو اپنے ساتھ جنگ کے لیے جانے پر بلا بھیجا۔آپ نے انکار کیا تو اس نے جواب میں ایک خط لکھا جس میں آپ کو گالی دی تھی۔اس کے رد عمل میں آپ نے عبدالملک بن

مروان کوایک شکایتی مکتوب لکھااور اپنے اس مکتوب کے درمیان حجاج کاخط بند کرکے بھیجا۔ جب خط اس کو پہنچااور اس نے اسے پڑھاتوبہت سخت غصہ ہوااور دوخطوط لکھے،ایک حضرت انس بن مالک اور دوسرا حجاج کے نام۔ حجاج خط پڑھتاجاتااور اس کے ماتھے سے پسینے چھوٹتے جاتے، جس کو وہ اپنے ہاتھ پونچھتاجاتا۔

حجاج نے حضرت انس بن مالک کو بلاکر کہا: اللہ آپ کو بخشے اے ابوحمزہ! آپ نے مجھے ملامت کرنے میں جلدی کی اور ہم سے امیرالمومنین کوناراض کردیا۔ پھر حجاج نے آپ کاہاتھ پکڑااوراپنے ساتھ تخت پر بٹھادیا۔ جواب میں حضرت انس نے فرمایا: 'آپ کاخیال یہ تھاکہ ہم اشرار ہیں، جبکہ اللہ نے ہمیں انصار کہاہے۔آپ نے کہاکہ ہم سب سے بڑھ کر بخیل ہیں، حالانکہ ہم وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (ا) (ا) سورۃالحشر، آیت: ۹

اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے اُن پر تنگدستی کی حالت گزر رہی ہو۔

آپ نے گمان کیاکہ ہم منافق ہیں، جبکہ اللہ تعالی ہمارے بارے میں فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْ يمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْ هِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا۔ (ا) (ا) سورۃالحشر، آیت: ۹

(اور یہ مالِ فے) ان لوگوں کاحق ہے، جو پہلے ہی سے اس جگہ (یعنی مدینہ میں) ایمان کے ساتھ مقیم ہیں، جو کوئی ان کے پاس ہجرت کرکے آتاہے یہ اس سے محبت کرتے ہیں، اوران

(مہاجرین) کو جو دیا جاتا ہے، یہ اپنے سینوں میں اُس کی کوئی خواہش بھی محسوس نہیں کرتے۔

اس لیے رونا دھونا اور شکایت پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہے، پھر امیر المومنین کے ہاں ! اس لیے انھیں اللہ تعالی نے جو ذمہ داری سونپی ہے اُسے انھوں نے نبھایا۔ ہمارے جس حق سے آپ ناواقف تھے وہ ان کو معلوم تھا۔ جس حق کو آپ نے ضائع کیا، انھوں نے اس کی حفاظت کی اور عنقریب اس بابت وہی رب فیصلہ فرمائیں گے، جو لوگوں کو راضی کرنے والے اور ان کو سب سے زیادہ خوش کرنے والے ہیں اور ناراض کرنے والوں کو سب سے زیادہ ناراض کرنے والے ہیں، جو حملہ آور پر سب سے زیادہ قدرت رکھتا ہے، ایسے دن ہیں جس دن اُن کے ہاں حق کی ملاوٹ باطل سے، روشنی کی اندھیرے سے اور ہدایت کی گمراہی سے نہیں ہوگی۔ خدا کی قسم ! اگر یہود و نصاریٰ ایک دن بھی حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت کرنے والے کو دیکھتے، تو وہ اُن کو اتنا مقام و مرتبہ دیتے، جتنا کہ تم نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی دس سالہ خدمت کرنے کے باوجود نہیں دیا'۔

حجاج نے آپ کی بات سن کر آپ سے معذرت کی اور آپ کو خوش کرنے کی اس قدر کوشش کی کہ آپ نے ان کا عذر قبول کیا اور ان سے خوش ہوئے۔ اور اس سے اپنی رضامندی اور عذر کے قبول کرنے کے بارے میں ایک مکتوب لکھا۔ اس کے بعد حجاج ہمیشہ آپ کی تعظیم واحترام کرتا تھا، یہاں تک کہ آپ وفات پاگئے (۲)۔

(۲) العقد الفرید، ج:۵، ص:۳۶۔۳۹ ملخصاً

۲۔ حضرت جندب بن عبداللہ

آپ کا پورا نام حضرت جندُب بن عبداللہ بجلی علقی ہے۔ پہلے کوفہ میں سکونت اختیار کی، پھر بصرہ چلے گئے۔

حضرت ابن زبیر کی پیش قدمی اور حضرت جندب: حضرت صفوان بن محرز کہتے ہیں کہ جس زمانے میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی جنگ کا واقعہ پیش آیا، اس میں حضرت عبداللہ بجلی نے عسعس بن سلامہ کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت اکٹھی کرو؛ تاکہ میں ان سے بات کروں۔ حضرت عسعس بن سلامہ نے ان کی طرف ایک قاصد بھیجا۔ جب وہ آئے تو حضرت جندب بھی تشریف لائے۔ آپ کے سر پر ایک زرد رنگ کی ٹوپی تھی۔ وہ آپ نے اپنے سر سے اتار دی اور فرمانے لگے:

رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے چند لوگوں کے مقابلے میں ایک لشکر بھیجا۔ ان کی آپس میں مڈ بھیڑ ہوئی۔ اس دوران مشرکین میں ایک شخص تھا، وہ جس کے قتل کا ارادہ کرتا جاکے اُسے قتل کرلیتا۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی اس کے تاک میں تھا کہ وہ کب بے خبری میں ہو کہ اس پر وار کرے۔ یہ حضرت اسامہ بن زید تھے۔ حضرت اسامہ نے اس پر وار کرنے کے لیے تلوار اٹھائی تو اس نے کہا: لا الہ لا اللہ محمد رسول اللہ، آپ نے اسے قتل کردیا۔ فتح کی خوشخبری لے کر ایک شخص آپ اکی خدمت میں حاضر ہوا، آپ علیہ السلام نے اُن سے جنگ کی تفصیلات پوچھیں۔ انھوں نے تفصیلات بیان کی اور اس قتل شدہ آدمی کا قصہ بھی بیان کیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟ آپ علیہ السلام نے حضرت اسامہ بن زید کو بلا بھیجا اور فرمایا: 'آپ نے اُسے کیوں قتل کردیا؟' حضرت اسامہ نے جواب دیا: اے اللہ کے

رسول !اس نے مسلمانوں کو بڑی تکلیف پہنچائی اور فلاں فلاں بندے کو قتل کیا اور چند آدمیوں کا نام لیااور جب میں نے اس پر تلوار اٹھائی اور اس نے اُسے دیکھا تو [اس سے بچنے کے لیے] کلمہ پڑھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن آپ اس کلمہ لاالہ الااللہ کا کیا کریں گے، جب وہ قیامت کے دن اُسے لے کر آئے گا۔ اس کے بعد پھر آپ علیہ السلام اس قول کو بار بار دہرانے لگے کہ تم اس کلمہلاالہ الااللہ کا کیا کروگے جب وہ قیامت کے دن آئے گا؟

اس کے بعد حضرت جندب نے ہم سے فرمایا: اب تم پر بھی ایک فتنہ وآزمائش آن پڑی ہے۔ جواس میں شرکت کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ صفوان بن محرز کہتے ہیں: ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کریں، اب آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں کہ وہ فتنہ تو ہمارے شہر میں داخل ہو چکا ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنے گھروں کے اندر رہو۔ ہم نے کہا کہ اگر وہ فتنہ ہمارے گھروں میں داخل ہو تو؟ آپ نے فرمایا: کمروں میں چلے جاؤ۔ ہم نے کہا: اگر وہ ہمارے کمروں میں داخل ہو جائے تو؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے کوٹھریوں میں داخل ہو جاؤ۔ ہم نے کہا: اگر وہ ہماری کوٹھریوں میں بھی داخل ہو جائے تو؟ آپ نے فرمایا: پھر آپ خدا کے مقتول بندے بنیں اور قاتل بندے نہ بنیں (۱)۔

آپ کی وفات ۶۰ھ کو ہوئی (۲)۔

۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ

پورا نام عبدالرحمٰن بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس ہے۔ کنیت ابو سعید تھی۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ آپ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ پھر آپ ﷺ نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عامر جب بصرہ کے حاکم تھے، توانھوں نے آپ کو لشکر کا نگران مقرر کیا۔ آپ

نے ۳۰ھ میں سجستان کو فتح کیا۔ صاحب رحجکے ساتھ مصالحت کی،اور وہاں مقیم رہے، یہاں تک کہ حضرت عثمان بن عفان کی حکومت کا معاملہ الجھ گیا،توآپ وہاں سے چل دیے اور قبیلہ ٔ بنی یشکر کے ایک آدمی کو اپنا نائب بنایا۔ لیکن اس کو سجستان کے لوگوں نے نکال دیا۔

جب حضرت امیر معاویہ نے حضرت عبداللہ بن عامر کودوبارہ بصرہ پر امیر مقرر کیا، توحضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کو بھی آپ کے ساتھ بھیجا۔آپ ۴۲ھ میں جہاد کے لیے نکلے۔اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت امام حسن بصری، حضرت مہلب بن ابی صفرہ، اور حضرت قطری بن فجاءہ بھی تھے۔

۱۔أسدالغابة، ج:۱، ص: ۳۰۵/۳۰۴

۲۔تقريب التهذيب، ج:۱، ص: ۱۳۵

آپ نے مقام زرنج کو فتح کیا۔ ۴۳ھ میں رخج اور زابلستان کو بھی فتح کیا۔ پھر ۴۶ھ میں حضرت امیر معاویہ نے آپ کو سجستان کی ولایت سے معزول کر دیا اور آپ کے بعد ربیع بن زیاد کو وہاں کا عامل مقرر کیا۔ معزول ہونے کے بعد آپ بصرہ تشریف لائے اور پھر وہاں ۵۱ھ میں وفات پاگئے۔ آپ بڑے خاکسار وملنسار تھے۔ جس دن بارش ہوتی، آپ ٹوپی پہنتے، جاڑو ہاتھ میں لیتے اور راستے کی صفائی کرتے (۱)۔

۴۔ حضرت ہرم بن حیان ازدی

آپ بڑے زاہدوعابداورخلوت پسند تھے۔عبادت کے لیے اپنے آپ کوفارغ کردیا تھا۔حضرت اویس قرنی کے دوستوں میں سے تھے (۲)۔

حضرت ہرم کے زہد کا ایک دلچسپ واقعہ: امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ہرم بن حیان اور حضرت عبداللہ بن عامر حجاز مقدس جانے کے لیے گھر سے نکلے۔سواری پر راہ چلتے چلتے دونوں حضرات ایک درخت کے بارے میں بات کرنے لگے۔حضرت ابن حیان نے فرمایا: 'اے ابن عامر! کیا تمھیں اس سے خوشی ہوتی کہ تم اس طرح کا ایک درخت ہوتے، پھر سواری کے اونٹ آپ کو کھاتے، اور پھر [پیشاب کی صورت میں[آپ کو خارج کرتے، پھر آپ لید کی صورت میں ہوتے'۔ حضرت ابن عامر نے جواب دیا: 'خدا کی قسم، نہیں! مجھے خدا کی رحمت سے جو امید ہے وہ اس سے زیادہ پسندیدہ ہے۔یہ جواب سن کر حضرت ہرم بن حیان نے فرمایا: 'لیکن میں تو خدا کی قسم یہ چاہتا ہوں کہ میں اس طرح کا درخت ہوتا، یہ اونٹنی مجھے کھاتی، پھر مجھے چھینکتی اور میں لید بن جاتا، لیکن مجھے قیامت کے دن حساب وکتاب کا سامنا نہ کرنا پڑتا کہ وہاں یا تو جنت ہے یا جہنم ہے۔ ارے کمبخت ابن عامر! میں تو اس بڑی آفت [قیامت] سے خوف کھاتا ہوں'۔

(۱)أسد الغابة،ج: ۳، ص: ۲۹۸

(۲)ابن حِبّان البستی،مشاهير علماء الأمصار، ص:۱۵۰

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالی کو سب سے زیادہ سمجھنے اور جاننے والے حضرت ہرم تھے (۱)۔

اللہ سے پناہ: حضرت ہرم کاارشاد ہے: 'میں اللہ تعالیٰ سے ایسے زمانے کی پناہ مانگتا ہوں جس میں بوڑھے بڑی بڑی امیدیں باندھنے لگیں، چھوٹے سرکش ہو جائیں اور اسی حالت میں اُن کی مدت عمر کا خاتمہ قریب ہو جائے' (۲)۔

کرامت بعد الموت: امام حسن بصری فرماتے ہیں: 'حضرت ہرم گرمی کے دن ایک غزوہ میں وفات پاگئے۔ لوگ جب آپ کی تدفین سے فارغ ہو تو ایک بادل آیا، جو بالکل آپ کی قبر کے برابر ہو گیا اور پانی چھڑکنے لگا، حتیٰ کہ آپ کی قبر کو خوب سیراب کیا۔ لیکن قبر سے ایک قطرہ بھی کہیں اور نہیں گیا۔ پھر وہ اپنی حالت پر واپس لوٹ گیا (۳)۔

خاتمینِ زہد: عتبہ کہتے ہیں کہ ہم نے نے اپنے شیوخ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ آٹھ تابعین ایسے تھے، جن پر زہد کا خاتمہ ہوا: حضرت عامر بن عبدالقیس، حضرت حسن بن ابی الحسن بصری، حضرت ہرم بن حیان، حضرت ابو مسلم خولانی، حضرت اویس قرنی، حضرت ربیع بن خیثم، حضرت مسروق بن اجدع اور حضرت اسود بن یزید رحمہم اللہ اجمعین (۴)۔

۵۔ حضرت احنف بن قیس

آپ کا نام حضرت ضحاک بن قیس بن معاویہ بن حصین تمیمی سعدی ہے۔ کنیت ابو بحر ہے۔ ثقہ اور مامون تھے۔

(۱)امام احمد بن حنبل ،کتاب الزھد، ص: ۲۸۵ [دارالکتب العلمیۃ بیروت، ط: ا، ۱۴۰۳ھ۔]

(۲) ایضاً، ص: ۲۸۲

(۳) ایضاً، ص: ۲۸۵

(۴) العِقْد الفرید، ج: ۳، ص: ۱۷۱

رسول اللہکی دعاے مغفرت: امام حسن بصری آپ سے روایت کرتے ہیں ، فرماتے ہیں: حضرت عثمان بن عفان کی دورِ حکومت میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ اس دوران ایک آدمی نے مجھ سے ملاقات کی ، میرے ہاتھوں کو پکڑا اور کہنے لگا: کیا میں آپ کو ایک خوشخبری نہ دوں ؟ میں نے کہا: ضرور ! اس نے کہا وہ وقت یاد کرو جب مجھے رسول اللہ ا نے آپ کی قوم بنی سعید کی طرف بھیجا۔ میں ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرنے لگا اور ان کو دعوت دینے لگا، تو آپ نے کہا: 'آپ ان کو بھلائی کی طرف بُلا رہے ہیں اور میں تو اچھی ہی بات سنتا ہوں'۔ میں نے واپسی پر آنحضرت ﷺ کو یہ واقعہ بیان کیا، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: 'اے اللہ تو احنف کو بخش دے'۔ تو حضرت احنف نے فرمایا: اس کے بعد مزید مجھے کسی چیز کی تمنا نہیں (۱)۔

اہل بصرہ کے سردار: حضرت احنف بڑے دانا، عاقل اور معاملہ فہم تھے۔ بصرہ کے وفد میں آپ بھی حضرت عمر کے پاس آئے۔ انھوں نے آپ کی عقلمندی ، دینداری اور اچھے چال چلن کو دیکھا، تو اپنے پاس ایک سال تک رکھا۔ پھر اپنے سامنے پیش کیا اور فرمایا: اے احنف: 'کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کو اپنے پاس کیوں روکے رکھا'؟ آپ نے جواب دیا: 'نہیں اے امیر المومنین !' حضرت عمر نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہر

اس منافق سے ڈرایا جو بڑا جانکار ہو۔ مجھے یہ خوف تھا کہ آپ ان میں سے نہ ہوں۔ پھر آپ نے بصرہ کے حاکم کو ایک خط لکھا اور وہ ان کو دیا۔ اس خط میں لکھا تھا: 'حضرت احنف تمام بصرہ والوں کے سردار ہیں'۔ اس دن کے بعد آپ مسلسل بلندی تک پرواز کرتے رہے۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے، جنھوں نے حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھما کے درمیان جنگ جمل میں شرکت نہیں کی تھی (۲)۔

شرافت: امام حسن بصری فرماتے ہیں: کسی قوم کے شریف لوگوں میں میں نے حضرت احنف جیسا کسی کو نہیں دیکھا (۱)۔

(۱) ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۹۳

(۲) أسد الغابة، ج: ۱، ص: ۵۵

حق گوئی: امام حسن بصری فرماتے ہیں: لوگ حضرت امیر معاویہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، لیکن حضرت احنف خاموش تھے۔ حضرت امیر معاویہ نے پوچھا: 'اے ابوبحر! آپ کیوں کچھ نہیں بولتے؟' آپ نے جواب دیا: 'اگر سچ بولوں تو آپ کا ڈر ہے اور اگر جھوٹ بولوں تو اللہ تعالیٰ کا خوف ہے' (۲)۔

ذوقِ تلاوت و فکر آخرت: آپ کو جب بھی خلوت کا موقع ملتا، آپ مصحف شریف منگواتے اور تلاوت کرتے (۳)۔ کسی نے آپ سے کہا: آپ بہت بوڑھے ہیں اور روزے آپ کو مزید کمزور کر دیں گے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں ایک بڑے اور لمبے شر سے نمٹنے کے لیے یہ تیاری کر رہا ہوں (۴)۔

ایک دعوت نامے کا جواب: ابو مخیش کہتے ہیں: میں حضرت احنف بن قیس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس دوران عبد الملک بن مروان کا خط آ گیا، جس میں آپ کو دعوت کے لیے بلایا گیا تھا۔ دعوت نامے کو دیکھ کر آپ نے فرمایا: مجھے نیلی آنکھوں والی عورت کے بیٹے [عبد الملک] شام کی گورنری قبول کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔ بخدا! مجھے تو یہ پسند ہے کہ میرے اور اُن کے درمیان آگ کا ایک پہاڑ حائل ہوتا۔ اُن میں سے جو بھی ہمارے پاس آتا، وہ اس میں جل جاتا، اور ہم میں سے جو اُن کے پاس جاتا وہ بھی جل جاتا (۵)۔

نتیجہ بحث

امام حسن بصری کے ان پانچ شیوخ کے تذکرے سے ہمارے سامنے واضح ہو گیا کہ یہ زہد و تقویٰ کے مثالی نمونے اور ورع و حلم کے پہاڑ تھے۔ خود بھی فتنوں میں پڑنے سے بچے اور لوگ کو بھی بچنے کا حکم دیا۔ ان کا مسلک و مشرب وہی تھا، جو حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان کا تھا کہ: خدا کا بندۂ مقتول تو بن لیکن بندۂ قاتل نہ بن، انھی حضرات کے انداز کو امام حسن بصری نے اپنے لیے نمونہ بنایا اور تاحیات اس پر گامزن رہے۔

(۱) ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۹۵

(۲) العقد الفرید، ج: ۲، ص: ۲۷۴، ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۹۵

(۳) ایضا، ج: ۷، ص: ۹۵

(۴) ایضاً، ج: ۷، ص: ۹۶

(۵) ایضًا، ج: ۷، ص: ۹۶

تیسری فصل

جدول جو امام حسن بصری کے تلامذہ پر مشتمل ہے:

نام	طبقہ تاریخ وفات	مصادر
ابان بن صالح قرشی	۱۱۰ھ کے بعد	التقریب: ۳۰/۱
ابان بن ابی عیاش بصری	۱۴۰ھ کے لگ بھگ	التقریب: ۳۱/۱
ابان بن یزید عطار	۱۶۰ھ کے لگ بھگ	التقریب: ۳۱/۱
اسحاق بن ربیع بصری	ساتواں	التقریب: ۵۷/۱
اسرائیل بن عبداللہ	ان کے حالات معلوم نہ ہوسکے	

اسرائیل بن موسی	چھٹا، وارد ہند	التقریب: ۱/۶۴
اسماء بن عبید ضبعی	۱۴۱ھ	التقریب: ۱/۶۵
اسماعیل بن مسلم عبدی	چھٹا	
اسماعیل بن مسلم مکی	پانچواں	التقریب: ۱/۷۴
اشعث بن بُراز بصری		الجرح ۲، ۱/۲۶۹
اشعث بن عبداللہ حدانی	پانچواں	التقریب: ۱/۷۹
اشعث بن عبدالملک حمرانی	۱۴۲ھ	التہذیب: ۱/۳۵۸
ایاس بن ابو تمیمہ بصری	چھٹا	التقریب: ۱/۸۷
ایاس بن دغفل حارثی	ساتواں	التقریب: ۱/۸۷
ایوب سختیانی	۱۳۱ھ	التہذیب: ۱/۳۹۷
بحر بن موسی		الجرح: ۲/۲۱۹
بسطام بن موسی عوذی		التہذیب: ۱/۴۳۹
بشیر بن مہاجر	پانچواں	التقریب: ۱/۱۰۳

بکر بن اُسود [ابو عُبیدہ]		
بکر بن عبداللہ مُزنی	۱۰۶ھ	التقریب: ۱۰۶/۱
تمام بن نجیح اسدی	ساتواں	التقریب: ۱۱۳/۱
ثابت بن اسلم بُنانی	۱۲۷ھ	التقریب: ۱۱۵/۱
ثور بن زید دیلی	۱۳۵ھ	التقریب: ۱۲۰/۱
جابر بن یزید بن حارث جُعفی		التہذیب: ۴۷_۴۶/۲
جریر بن یزید بن حارث جُعفی	۱۷۰ھ	التقریب: ۱۲۷/۱
جسر بن فرقد		
جعفر بن حیان عَطارُدی		التقریب: ۱۳۰/۱
حبیب بن شہید ازدی	۱۴۵ھ	التقریب: ۱۴۹/۱
حبیب معلم بصری	۱۳۰ھ	التقریب: ۱۵۲/۱
حجاج بن خلیفہ بن عتاب		الجرح: ۱۵۹/۲۱

حریث بن سائب	ساتواں	الجرح: ۲۶۴/۱/۳
حزم بن ابی حزم قطعی	۱۷۵ھ	التقریب: ۱۶۰/۱
حسام بن مصک بصری	ساتواں	التقریب: ۱۶۱/۱
حسن بن دینار		ابن سعد: ۲۷۹/۷
حسن بن ذکوان	ساتواں	التقریب: ۱۶۶/۱
حسن بن یزید بن فروخ	چھٹا	التقریب: ۱۷۲/۱
حصین بن نافع تمیمی	چھٹا	التقریب: ۱۸۴/۱
حفص بن سلیمان منقری	۱۳۰ھ	التقریب: ۱۸۶/۱
حکیم اثرم بصری	چھٹا	التقریب: ۱۹۵/۱
حکیم بن عبدالرحمٰن [ابوغسان]	ساتواں	التقریب: ۱۹۵/۱
حمزہ بن دینار	مجہول	التقریب: ۱۹۹/۱
حمزہ بن نجیح	ساتواں	التقریب: ۲۰۰/۱

حمید طویل	۱۴۲ھ	التقریب: ۲۰۲/۱
حوشَب بن عقیل	ساتواں	التقریب: ۲۰۷/۱
حوشب بن مسلم ثقفی	ساتواں	التقریب: ۲۰۷/۱
خالد بن جعفر		
خالد بن دینار [ابو خلدہ]	پانچواں	التقریب: ۲۱۳/۱
خالد بن عبدالرحمٰن سُلمی	آٹھواں	التقریب: ۲۱۵/۱
خالد بن مہران حذائی	پانچواں	التقریب: ۲۱۹/۱
خصیب بن زید تمیمی	ساتواں	التقریب: ۲۲۳/۱
خلید بن دَعلج سدوسی	۱۷۶ھ	التقریب: ۲۲۷/۱
خیثمہ بن ابو خَیثمہ بصری	چوتھا	التقریب: ۲۳۰/۱
داود بن ابو ہند	۱۴۰ھ	التقریب: ۲۳۵/۱
الربیع بن صبیح	۱۶۰ھ	التقریب: ۲۴۵/۱
الربیع بن عبداللہ خطاف	ساتواں	التقریب: ۲۴۵/۱

الربیع بن مسلم جمحی	۱۶۷ھ	التقریب: ۲۴۶/۱
ربیعۃ بن کلثوم	من السابعۃ	التقریب: ۲۴۸/۱
زیاد بن حسان بن قرہ باہلی	پانچواں	التقریب: ۲۶۶/۱
زیاد بن ابی زیاد خصاص	پانچواں	التقریب: ۲۶۷/۱
زیاد بن ابی عثمان حنفی		التاریخ الکبیر للبخاری: ۳۲۴/۱/۲
زید بن درہم جہضمی	پانچواں	التقریب: ۲۷۴/۱
زید بن مرہ		الجرح: ۵۷۳/۱/۳
سالم بن دینار قزاز	آٹھواں	التقریب: ۲۷۹/۱
سالم بن عبداللہ خیاط مکی	چھٹا	التقریب: ۲۸۰/۱
سری بن یحییٰ شیبانی	۱۶۷ھ	التقریب: ۲۸۶/۱
سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن	۱۲۵ھ	التقریب: ۲۸۶/۱
سعد بن ایاس شیبانی	۹۵ھ	التقریب: ۲۸۶/۱

سعد بن ابی خیرہ		التہذیب: ۴/۲۳
سعد بن معاذ انصاری	غزوہ خندق کے بعد	التقریب: ۱/۲۸۹
سعید بن زربی	ساتواں	التقریب: ۱/۲۹۵
سفیان بن حسن		الجرح: ۴/۲۲۸
سلیمان بن ارقم	ساتواں	التقریب: ۱/۳۲۱
سلیمان تیمی	۲۰۰ھ کے بعد	التقریب: ۱/۳۲۱
سماک بن حرب	۱۲۳ھ	التقریب: ۱/۳۳۲
سماک بن عطیہ	چھٹا	التقریب: ۱/۳۳۲
سہل بن ابی صلت سراج	ساتواں	التقریب: ۱/۳۳۷
سوید بن حجیر [ابو قزعہ]	چوتھا	التقریب: ۱/۳۴۰
سلام بن مسکین	۱۶۷ھ	التقریب: ۱/۳۴۲
شبیب بن شیبہ منقری	۱۷۰ھ	التقریب: ۱/۳۴۶
شعبہ بن حجاج	۱۶۰ھ	التقریب: ۱/۳۵۱

شعیب بن حبحاب	۱۳۱ھ	التقریب: ۳۵۲/۱
شمیط بن عجلان		الجرح: ۳۹۱/۴
شہاب بن شرنفہ مجاشی		الجرح: ۳۶۲/۴
شیبان بن عبدالرحمٰن نحوی	۱۶۴ھ	التقریب: ۳۵۶/۱
صالح بن رستم [ابوعامر خزاز]	۱۵۲ھ	التقریب: ۳۶۰/۱
الصعق بن حزن	ساتواں	التقریب: ۳۶۷/۱
ضابق بن عمرو بصری		الجرح: ۴۹۵/۴
طارق بن ابو حسناء	چھٹا	التقریب: ۳۷۶/۱
طالوت بن ابی حجاج قرشی		الجرح: ۴۹۵/۴
طریف بن شہاب سعدی	چھٹا	التقریب: ۳۷۷/۱
طلحہ بن نافع [ابوسفیان]	چوتھا	التقریب: ۳۸۰/۱
عاصم بن حجاج جحدری	۱۲۹ھ	غایۃالنہایۃ: ۳۴۹/۱
عباد بن راشد تمیمی	ساتواں	التقریب: ۳۹۱/۱

عباد بن منصور باجی	۲۵۲ھ	التقریب: ۱/۳۹۳
عباد بن میسرہ منقری	ساتواں	التقریب: ۱/۳۹۴
عبداللہ بن بکر بن عبداللہ مزنی	ساتواں	التقریب: ۱/۴۰۴
عبداللہ بن جابر انصاری		التہذیب: ۵/۱۶۷
عبداللہ بن حسین [قاضی سجستان]	چھٹا	التقریب: ۱/۴۰۹
عبداللہ بن شوذب	۱۵۶ھ	التقریب: ۱/۴۲۳
عبداللہ بن عون مزنی	۱۵۰ھ	التقریب: ۱/۴۳۹
عبداللہ بن کہف		الجرح: ۵/۱۴۵
عبداللہ بن مبارک	۱۸۱ھ	التقریب: ۱/۴۴۵
عبداللہ بن یزید دمشقی	چھٹا	التقریب: ۱/۴۶۲
عبدالحمید بن مہران	ساتواں	التقریب: ۱/۴۶۹
عبدالسلام بن ابو جنوب		التقریب: ۱/۵۰۵

عبدالعزیز بن مہران	ساتواں	التقریب: ۱/۵۱۳
عبدالکریم بن ابو مخارق [ابوامیہ]	۱۲۶ھ	التقریب: ۱/۵۱۶
عبدالملک بن عبدالعزیز [بن جریج]	۱۵۰ھ	التقریب: ۱/۵۲۰
عبدالمومن بن عبداللہ سَدوسی	آٹھواں	التقریب: ۱/۵۲۵
عبدالواحد بن زیاد	۱۷۶ھ	التقریب: ۱/۵۲۶
عثمان بن مسلم بِتّی	۱۴۳ھ	التقریب: ۲/۱۴
عطاء بن سائب ثقفی	۱۳۶ھ	التقریب: ۲/۲۲
عطاء بن ابو میمونہ	۱۳۱ھ	التقریب: ۲/۲۳
عقبہ بن خالد عبدی	۱۸۸ھ	التقریب: ۲/۲۶
عقبہ بن عبداللہ اصم رفاعی	چوتھا	التقریب: ۲/۲۷
علی بن زید بن جدعان	۱۳۱ھ	التقریب: ۲/۳۷

علی بن علی رفاعی یشکُری	ساتواں	التقریب: ۴۱/۲
عمارہ بن زاذان صیدَلانی	ساتواں	التقریب: ۴۹/۲
عمارہ بن قعقاع	چھٹا	التقریب: ۵۱/۲
عمرو بن سلیم باہلی		التہذیب: ۴۵۸/۷
عمرو بن شاکر	پانچواں	التقریب: ۵۷/۲
عمرو بن عبدالرحمٰن بن تمیمی	تیسرا	التقریب: ۷۴/۲
عمرو بن عبید معتزلی	۱۴۳ھ	التقریب: ۷۴/۲
عمرو بن مرثد	عبدالملک کی خلافت میں	التقریب: ۷۸/۲
عمران بن مسلم مَنقَری قصیر	چھٹا	التقریب: ۸۴/۲
عنبسہ بن سعید بصری	ساتواں	التقریب: ۸۸/۲
عوف اعرابی	۱۴۶ھ	التقریب: ۸۹/۲
علاء بن زیاد عدوی	۹۴ھ	التقریب: ۹۲/۲
العلاء بن عبداللہ حضرمی	ساتواں	التقریب: ۹۲/۲

عیسی بن عمر ثقفی نحوی	۱۴۹ھ	التقریب: ۱۰۰/۲
غالب قطان	چھٹا	التقریب: ۱۰۴/۲
فرات قزاز	پانچواں	التقریب: ۱۰۷/۲
فرقد سَبَخِی	۱۳۱ھ	التقریب: ۱۰۸/۲
فضل بن دلہم	ساتواں	التقریب: ۱۱۰/۲
قتادہ بن دعامہ	۱۱۷ھ	التہذیب: ۳۵۱/۸
قرۃ بن خالد سدوسی	۱۵۵ھ	التقریب: ۱۲۵/۲
کثیر بن زیاد برسانی	چھٹا	التقریب: ۱۳۱/۲
کثیر بن سلیم ضبی	پانچواں	التقریب: ۱۳۲/۲
کثیر بن معبد		
لیث ابو مشرفی واسطی		الجرح: ۱۸۰/۷
لیث بن کیسان عبدی		الجرح: ۱۸۰/۷
مالک بن دینار	۱۳۰ھ	التقریب: ۲۲۴/۲

مبارک بن فضالہ	۱۶۶ھ	التقریب: ۲۲۷/۲
محمد بن سلیم راسبی	۱۷۶ھ	التقریب: ۱۶۶/۲
محمد بن سیف ازدی	چھٹا	التقریب: ۱۶۹/۲
محمد بن مسلم بن شہاب زہری	۱۲۵ھ	التقریب: ۲۰۷/۲
مخلد بن جعفر باقرحی		تاریخ بغداد: ۱۷۶/۱۳
مسلم بن سالم جُہَنی		التقریب: ۲۴۵/۲
مطر وراق	۱۲۵ھ	التقریب: ۲۵۲/۲
معاویہ بن عبد الکریم [الضال]	۱۸۰ھ	التقریب: ۲۶۰/۲
معبد بن ہلال	چوتھا	التقریب: ۲۳۶/۲
معلیٰ بن زیاد فردوسی	چھٹا	التقریب: ۲۶۵/۲
معمر بن راشد ازدی	۱۵۴ھ	التقریب: ۲۶۶/۲
منصور بن زاذان	۱۲۹ھ	التقریب: ۲۷۵/۲

منصور بن عبدالرحمٰن غدانی	چھٹا	التقریب: ۲۷۶/۲
منصور بن مُعتمِر	۱۳۲ھ	التقریب: ۲۷۶/۲
مہدی بن میمون	۱۷۲ھ	التقریب: ۲۷۹/۲
مہلب بن ابی حبیبہ بصری	ساتواں	التقریب: ۲۷۹/۲
میمون بن موسی مری	ساتواں	التقریب: ۲۹۲/۲
نضر ابو محمد جرشی	نواں	التقریب: ۳۰۲/۲
نعیم عنبری		الجرح: ۴۶۴/۸
نوح بن ذکوان		التہذیب: ۴۸۴/۱۰
ہشام بن حسان قردوسی	۱۴۷ھ	التقریب: ۳۱۸/۲
ہشام بن زیاد ابو مقدام	چھٹا	التقریب: ۳۱۸/۲
ہیاج بن بسطام تمیمی	۱۷۷ھ	التقریب: ۳۲۵/۲
واصل بن ابی جمیل شامی	چھٹا	التقریب: ۳۲۸/۲
واصل بن عبدالرحمٰن [ابو حرہ]	۱۵۲ھ	التقریب: ۳۲۹/۲

واصل بن عطاء معتزلی	۱۳۱ھ	طبقات المفسرین للداودی: ۳۵۷/۲
وحید بن مہران وَزان		تہذیب الکمال: ۱۳۰/۲
ولید بن حسان بکری		
ولید بن دینار سعدی	ساتواں	التقریب: ۳۳۲/۲
ولید بن ابوہشام	چھٹا	التقریب: ۳۳۷/۲
یحیٰ بن ابی حیہ		التہذیب: ۲۰۱/۱۱
یحیٰ بن سعید بن ابوالحسن		الجرح: ۱۴۹/۹
یحیٰ بن عتیق طفاوی	ایوب سے پہلے	التقریب: ۳۵۳/۲
یحیٰ بن ابی کثیر طائی	۱۳۲ھ	التقریب: ۳۵۶/۲
یحیٰ بن مختار صنعانی	چھٹا	التقریب: ۳۵۸/۲
یحیٰ بن مسلم بکاء	۱۳۰ھ	التقریب: ۳۵۸/۲
یزید بن ابان رَقاشی	۱۱۹ھ	التقریب: ۳۶۱/۲
یزید بن ابراہیم تُستَری	۱۶۳ھ	التقریب: ۳۶۱/۲

یزید بن حازم	۱۴۸ھ	التقریب: ۳۶۳/۲
یزید بن حمید ضَبُعی	۱۲۸ھ	التقریب: ۳۶۴/۲
یزید بن ابی مریم	۱۴۰ھ	التقریب: ۳۷۰/۲
یوسف بن عبدہ بن ثابت اَزدی	ساتواں	التقریب: ۳۸۱/۲
یونس بن ابی اسحاق سُبَیعِی	۱۵۲ھ	التقریب: ۳۸۴/۲
یونس بن عبید بن دینار	۱۳۹ھ	التقریب: ۳۸۵/۲
ابوبکر ہذلی	۱۶۷ھ	التقریب: ۴۰۱/۲
ابوربیعہ ایادی	ساتواں	التقریب: ۴۲۱/۲
ابوسعید مولی عبداللہ بن عامر بن کریز	چوتھا	التقریب: ۴۲۸/۲
ابوطارق سعدی بصری	ساتواں	التقریب: ۴۴۰/۲
ابوعمرو بن علاء نحوی قاری	۱۴۵ھ	التقریب: ۴۵۴/۲

چوتھی فصل

نامور تلامذہ

آپ نے اپنے شاگردوں کی تربیت میں بڑا حصہ لیا۔آپ کے ہاتھوں میں بڑی شخصیات کی ایک جماعت نے دستار فضیلت حاصل کی۔ یہ وہ شخصیات ہیں، جنھوں نے اسلام کے مختلف میدانوں میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ آپ نے دن رات ایک کرکے قرآن وسنت کی خدمت ،تدریس اور وعظ ونصیحت خالص اللہ تعالیٰ کے رضا کے لیے کی۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی مقبولیت پیدا کی۔

اس وجہ سے قرآن وحدیث ،فقہ وزہد کے طلبہ مختلف شہروں سے آپ کے پاس آتے تھے۔ہم نے ضمیمے کے طورپر آپ کے ان شاگردوں کا ذکر کیاہے، جو ہم کو آپ کی روایات کے ضمن میں اور کتب تراجم میں ملے ہیں اور جن کا ذکر مورخین نے نہیں کیا، وہ ان حضرات سے کئی زیادہ ہیں جن کا ذکر کیاہے۔ہم آپ کے ان بعض نامور شاگردوں کے مختصر حالات

زندگی ذکر کرتے ہیں، جو اپنے بلند پایہ اختصاصی علوم میں امامت وسربراہی کے بلند مرتبے پر فائز تھے۔

حضرت ربیع بن صبیح ابوبکر

علوم حدیث کے پہلے مصنف: یہ وہی شخصیت ہیں جنھوں نے پہلی بار تصنیف کی اور ابواب کو لکھا(۱)۔

مقام ومرتبہ: حضرت شعبہ فرماتے ہیں: ہمارے اس شہر میں ربیع بن صبیح ایسے مقام تک پہنچے ہیں، جس تک احنف بن قیس بھی نہیں پہنچے (۲)۔

زہد وعبادت: حضرت ابن حنان کہتے ہیں: آپ کا شمار بصرہ کے بڑے عابدوں اور زاہدوں میں تھا۔ رات کو آپ کا گھر شہد کے مکھیوں کے چھتے کی طرح نظر آتا؛ اس لیے کہ بہت سے لوگ وہاں تہجد پڑھنے آتے۔ البتہ علم حدیث میں آپ کو مہارت حاصل نہ تھی۔ سندھ

(۱)المحدِّث الفاصل، ص:۲۱۱

(۲)ابن شاہین، تاریخ أسماء الثقات، ص:۱۲۶[دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط:۱، ۱۴۰۶ھ۔]

میں جہاد کے لیے گئے اور دریا میں ڈوبنے کی وجہ سے وفات پاگئے، پھر آپ کو جزیرہ میں دفن کیا گیا(۱)۔

حضرت ایاس بن معاویہ

نام ونسب: آپ کا سلسلۂ نسب کچھ یوں ہے: ایاس بن قرۃ بن ایاس مُزنی بصری، کنیت ابو واثلہ تھی۔ بصرہ کے قاضی رہے۔ امام ابن معین، امام نسائی ، امام عجلی ، امام ابن سعد اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے ان کی توثیق کی ہے۔

کامل عقل والے: عبداللہ بن شوذب کہتے ہیں: لوگ کہا کرتے تھے کہ ہر سو سال میں ایک کامل عقل والا انسان پیدا ہوتا ہے۔ اور آپ کے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ آپ وہی عقلمند انسان ہیں۔

قدریہ سے ایک مناظرہ: آپ کہتے ہیں: میں نے اہلِ بدعت میں سے کسی کے ساتھ بھی اپنے پورے عقل سے مناظرہ نہیں کیا، سوائے قدریہ کے، میں نے قدریہ سے کہا: مجھے ظلم کے بارے میں بتاؤ؟ یہ کیا چیز ہے ؟ انھوں نے کہا: وہ چیز لینا جو آپ کی نہ ہو، میں نے جواب میں کہا کہ ہر چیز تو اللہ کی ہے (۲)۔

منصبِ قضاپر تقرری کا واقعہ: روایت ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بصرہ کو ایک آدمی بھیجا اور اُسے حکم دیا کہ حضرت ایاس بن معاویہ اور قاسم بن ربیعہ جوشنی کے بارے میں لوگوں سے پوچھے اور بذاتِ خود ان سے بھی تفتیش کرے، تاکہ ان میں جو سب سے بہتر ہے ان کو عہدۂ قضا سپرد کردے۔ اس شخص نے ان دونوں کو جمع کیا۔ حضرت ایاس نے اس سے کہا: میرے اور قاسم بن ربیعہ کے بارے میں بصرہ کے دو فقہا حضرت امام حسن بصری اور علامہ ابن سیرین سے پوچھو، جس کے بارے میں وہ مشورہ دیں کہ اس کو منصب سونپو تو اسی کو منصب سونپ دو۔ حضرت قاسم ان دونوں حضرات [امام حسن بصری اور امام ابن

سیرین[کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے،اور حضرت ایاس ایسا نہیں کرتے تھے۔اس لیے حضرت

(۱)تہذیبالتہذیب،ج: ۳، ص: ۲۴۷/۲۴۸

(۲) ایضاً،ج: ا، ص: ۳۹۰/۳۹۱

قاسم بن ربیعہ کو معلوم ہوگیا کہ اگراس نے ان حضرات سے پوچھا،تو یہ میرا ہی مشورہ دیں گے۔وہ اس شخص کے پاس آئے اور اُس سے کہا: اے بندہ خدا! آپ کو ضرورت ہی نہیں کہ آپ میرے اور ان کے بارے میں کسی پوچھیں۔میں جو آپ سے کہتا ہوں اُسے سنیے، میں اس پر قسم کھاتا ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اس چیز کا اہل نہیں جس کا آپ مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں۔حضرت ایاس اس کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں اور وہ اس پر زیادہ قادر ہیں۔اس کے بعد اگر میں آپ کے نزدیک سچا ہوں، تو پھر مناسب نہیں کہ آپ انھیں چھوڑدیں اور مجھے اس منصب پر بٹھائیں اور اگر میں جھوٹا ہوں تو آپ کے لیے مناسب نہیں کہ جھوٹے بندے کو عہدہ سونپیں۔

اس بات سے وہ شخص رُکا اور شک میں پڑگیا اور ارادہ کیا کہ حضرت ایاس ہی کو نامزد کرے، لیکن آپ نے کہا: آپ نے اس [حضرت قاسم بن ربیعہ] کو جنت و جہنم کے بیچ کھڑا کردیا، تو اسے اپنی جان کا ڈر ہوا،اس لیے اس نے ایک قسم سے اپنی گلو خلاصی کرائی۔ بعد میں وہ اس سے توبہ کرلیں گے اور اپنے رب سے معافی مانگ لیں گے۔جس چیز کا آپ اُن سے مطالبہ کررہے تھے،اس کی ہولناکی سے وہ نجات حاصل کرلیں گے۔ اس آدمی نے

جواب دیا: جب آپ اس بات کو سمجھ گئے، تو پھر آپ ان سے زیادہ سمجھ دار ہیں۔ پھر انھوں نے آپ کو عہدۂ قضا سونپا(۱)۔

منصبِ قضاکا احساس: جب آپ قاضی مقرر ہوئے توحضرت حسن بصری آپ کے پاس آئے،آپ رونے لگے۔امام حسن بصری نے آپ سے پوچھاکہ کیوں روتے ہو؟آپ نے کہا:اے ابوسعید! مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ قاضی تین طرح ہیں:ایک وہ آدمی جو اجتہاد کرے، اور اس میں درستگی تک پہنچے تووہ جنت میں ہوگا، دوسراآدمی وہ ہے جو فیصلہ کرے اوراجتہاد کرے لیکن اپنے اجتہاد میں غلطی کرے، تواس کے لیے بھی جنت ہے۔ تیسرا آدمی وہ ہے جو فیصلے میں ظلم کرے تو وہ جہنم میں ہوگا۔یہ سن کر حضرت حسن بصرینے آپ کو تسلی دی(۱)۔ محمد بن خلف نے اپنی کتاب میں آپ کے بعض فیصلوں کاذکر کردیاہے (۲)۔

ا۔ محمد بن خلف بن حبان المعروف بوکیع،أخبار القضاۃ،ج:ا،ص: ۳۱۳/۳۱۲[إعلام الکتب، بیروت]

حضرت ابوعمروبن علاء بصری

پورانام زبان بن علاء بن عمار بن عریان تمیمی بصری ہے۔بصرہ میں ۶۸ھ کوپیدا ہوئے۔علم قراء ت کاحصول اہلِ حجاز اوراہلِ بصرہ سے کیا۔بصرہ میں علم قراء ت کی انتہا آپ کی ذات پر ہوئی۔

آپ قراءِ سبعہ میں سے تھے۔ لغت میں حجت تھے اور کلام عرب کے بارے میں آپ کا علم بہت وسیع تھا(۳)۔ امام اصمعی فرماتے ہیں، میں نے ابو عمرو کو یہ کہتے ہوئے سُنا: میں حسن بصری کی زندگی میں سردار بن گیا تھا۔

ابو عمرو کی قراءت اختیار کرو: حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو میں نے ان سے کہا: یارسول اللہ! مجھ پر قراء تیں خلط ملط ہو گئی ہیں، تو کن کی قراءت اختیار کرنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ابو عمرو بن العلاء کی قراءت اختیار کرو۔ حضرت وکیع کہتے ہیں: حضرت ابو عمرو العلاء کوفہ آئے، تو سب لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے، جیسے وہ حضرت ہشام بن عروہ کے پاس جمع ہوئے تھے۔

فرزدق کے مدحیہ اشعار: مشہور شاعر فرزدق نے آپ کی تعریف میں یہ اشعار کہے:

مازِلتُ أفتح أبواباًوأغلقها حتىٰأتيتُ أباعمروبنِعمّار

حتى أتيتُ فتىً ضخماً دسيعتُهمُرّ المَريرةِحُرٌّوابنُأحرار

تَنْميهممَازِنُفيفرعنَبعَتها جَدٌّكريمٌوعودٌغَيْرُخَوَّار

(۱) دیکھیے اثر نمبر: ۱۲۷۵ور أخبار القضاة،ج:۱،ص: ۳۱۳

(۲) أخبار القضاة،ج:۱،ص: ۳۱۳۔۳۱۴

(۳) السیرافی،أخبار النحويين،ص: ۴۳

۱۔ میں مسلسل ایک دروازہ کھولتااور دوسرا بند کرتا رہا، یہاں تک کہ میں ابو عمرو بن عمار کے پاس آیا۔

۲۔ میں ایک ایسے نوجوان کے پاس آیا جن کے اخلاق بلند ہیں، وہ پختہ ارادے والے ہیں، شریف ہیں اور شریفوں کی اولاد ہیں۔

۳ ۔ قبیلہ مازن ان کی نسبت اپنے ایک ایسے شاخ کی طرف کرتی ہے، جس کی اصل ایک شریف دادا اور ایسا بوڑھا آدمی ہے جو پست ہمت نہیں۔

آپ نے ۱۵۴ھ کو وفات پائی (۱)۔

حضرت عبداللہ بن عون

حضرت عبداللہ بن عون بن ارطبان مزنی، حافظ حدیث تھے۔

علم وورع: عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ عراق میں آپ سے بڑھ کر حدیث کا کوئی عالم نہیں۔ حضرت قرہ فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابن سیرین کے ورع سے حیرانگی ہوتی ، لیکن حضرت ابن عون نے وہ بھی ہم سے بھلادیا۔

شخصیت کا ایک جامع تذکرہ: حضرت بکار سیرینی فرماتے ہیں: 'حضرت ابن عون ایک دن روزہ رکھتے ایک دن چھوڑتے۔ بہت عرصے تک میرا ان کے ساتھ رہا۔آپ پاکیزہ، خوشبو والے اور نرم کپڑوں والے تھے۔ ہر ہفتے قرآن ختم کرتے، جہاد کے لیے جاتے، شہسواری کرتے۔ ایک بار ایک بڑے پہلوان سے مقابلہ کیا اور اُسے قتل کردیا۔ میں

کہتاہوں کہ لوگوں کی دلوں میں آپ کی بڑی ہیبت اور وقعت تھی، کیونکہ وہ علم میں امام تھے، خداپرستی اور عبادت میں سردار تھے۔اپنی سانسوں تک کی حفاظت کرنے والے تھے، بڑی شان والے تھے'۔

رجب ۱۵۱ھ میں آپ نے وفات پائی (۲)۔

(۱)ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی،معرفة القراء الکبار،ج:۱،ص:۱۰۰۔۱۰۵

(۲)تذکرة الحفاظ،ج:۱،ص:۱۵۷

حضرت سلیمان بن طرخان قیسی

کنیت ابو مُعْتَمر تھی۔

ورع، ذوق عبادت اور تقوی: جب رسول اللہﷺ سے احادیث بیان کرتے، توآپ کا رنگ بدل جاتا۔ حضرت معتمر[آپ کے صاحبزادے] کہتے ہیں: میرے والد کا ۴۰سال تک یہ معمول رہاکہ ایک دن روزہ رکھتے،ایک دن چھوڑتے اور صبح کی نماز کوعشا کے وضو سے پڑھتے۔حضرت یحییقطان کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

بصریوں کے حفاظ حدیث: حضرت عبداللہ بن المبارک حضرت سفیانسے نقل کرکے فرماتے ہیں: بصریوں کے حفاظ حدیث تین ہیں: حضرت سلیمان تیمی، حضرت عاصم احول اور حضرت

داود بن ابی ہند، اور پھر عاصم ان سب میں بڑے حافظ ہیں۔ حضرت جریر کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان تیمی کو جب بھی دیکھا، تو آپ یا تو صدقہ دیتے اور اگر یہ نہ کرتے تو دو رکعت نفل پڑھتے۔

اہل علم کی لغزشوں پر عمل کرنے سے اجتناب: خالد بن الحارث کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان تیمینے فرمایا: "اگر آپ ہر صاحب علم کی رخصت یا لغزش کو پر عمل کرنا شروع کریں، تو تمام برائی آپ میں جمع ہو جائے گی"۔

آپ نے ذیقعدہ ۱۴۳ھ کو وفات پائی (۱)۔

حضرت منصور بن معتمر

آپ امامِ وقت، حافظِ حدیث اور حجت تھے۔ کنیت ابو عتاب ہے، کوفہ کے رہنے والے اور بڑی شخصیات میں سے تھے۔ ابن مہدی کہتے ہیں کہ کوفہ میں آپ سے بڑا حافظ حدیث نہیں تھا۔

زہد و ورع: زائدہ کہتے ہیں کہ حضرت منصور نے چالیس سال تک روزہ رکھا اور رات کا قیام کیا۔ آپ پوری رات روتے رہتے۔ جب صبح ہوتی تو سرمہ لگاتے، ہونٹوں کو چمکاتے اور سر میں تیل لگاتے۔ آپ کی والدہ پوچھتی: کیا آپ نے کسی کو قتل کیا ہے [کہ اس طرح زار و قطار روتے ہیں]۔ آپ جواب دیتے: مجھے خوب پتا ہے کہ میرے نفس نے کیا کیا ہے۔

عہدہ قضا کا ٹھکرانا: عراق کے امیر یوسف بن عمر نے آپ کو کوفہ کو قاضی بنانا چاہا، آپ نے قبول نہیں کیا۔ اس نے بیڑیاں لائی تاکہ آپ کو قید کرے۔ پھر اس نے آپ کو چھوڑ دیا۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ،ج:۱،ص:۱۵۰۔۱۵۲

آپ نے ۱۴۲ھ کو وفات پائی (۱)۔

حضرت یونس بن عبید عبدی

کنیت ابوعبداللہ تھی۔حافظ حدیث تھے، زہد اور ورع میں مشہور شخصیات میں سے ہیں۔ کہا کرتے کہ میں نے کسی حدیث کو نہیں لکھا۔

اہل علم کا خراج تحسین: حضرت ابوحاتم کہتے ہیں: آپ سلیمان تیمی سے رتبے میں بڑے ہیں اور تیمی آپ کے مرتبے کو پہنچ نہیں سکتا۔سعید بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی کسی شخص کو آپ سے زیادہ بہتر نہیں دیکھا۔حماد بن زید کہتے ہیں کہ حضرت یونس بن عبید مریض ہو گئے تو حضرت ایوب نے کہا: آپ کے بعد جینے کا کوئی مزہ نہیں۔

آپ نے ۱۳۹ھ کو وفات پائی (۲)۔

حضرت ہشام بن حسان ازدی قردوسی

حضرت ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن کی احادیث کو لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے ہشام تھے۔حماد بن سلمہ امام ابن سیرین کی احادیث کو بھی آپ پر ترجیح نہیں دیتے تھے۔

آپ نے صفر کے شروع میں ۱۴۸ھ کو وفات پائی (۳)۔

حضرت حمید طویل بن ابی حمید بصری

حدیث کے بڑے شیوخ میں سے تھے (۴)۔امام حسن بصری کے اصحاب میں سے تھے۔آپ نے امام

(۱)تذکرۃ الحفاظ، ج:۱، ص: ۱۴۲

(۲)تذکرۃالحفاظ، ج:۱، ص: ۱۶۴/۱۶۳

(۳)تذکرۃ الحفاظ، ج:۱، ص: ۱۵۲

(۴) میزان الاعتدال، ج:۱، ص: ۱۶۰

حسن بصری کی کتابوں کو لیااور انھیں لکھ ڈالا (۱)۔

طویل کہے جانے کی وجہ: امام اصمعی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا۔آپ طویل [لمبے] نہیں تھے،البتہ آپ کے ہاتھ لمبے تھے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے پڑوس میں ٹھگنے قد کے ایک آدمی تھے،اس سے آپ کو ممتاز کرنے کے لیے لوگ آپ کو حمید طویل کہتے تھے۔

حضرت یونس کہتے تھے: اللہ ہم میں حمید جیسے لوگ زیادہ کردیں۔

آپ نے ۱۴۲ھ کو وفات پائی۔

حضرت داود بن ابی ہند بصری

کنیت ابو محمد تھی، امام اور ثبت تھے۔ بصرہ کے حفاظِ حدیث اور مفتیانِ کرام میں آپ کا شمار تھا۔

ایک قدری کو مُسکِت جواب: آپ فرماتے ہیں کہ میں شام آیا۔ وہاں پر قدریہ فرقے کے غیلان نامی آدمی سے ملاقات ہوئی۔اس نے مجھ سے کہا کہ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: آپ پچاس سوالات پوچھیں، پہلے میں صرف دو سوال پوچھوں گا۔ اس نے کہا: آپ پوچھیں۔ میں نے کہا:ابن آدم کو سب سے افضل کون سی چیز عطا ہوئی؟اس نے جواب دیا: عقل۔ میں نے کہا: مجھے عقل کے بارے میں بتاؤ، کیا یہ لوگوں کے لیے مباح چھوڑا گیا کہ جو چاہے اس کو چھوڑدے اور نہ لیں یا یہ ایسی چیز ہے کہ اس کو ان کے درمیان تقسیم کیا گیا ہے۔[میرے بات کا جواب دیے بغیر[وہ اپنی بات کرنے لگا اور مجھے جواب نہیں دیا۔ میں نے اُس سے کہا: بات ختم! اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان اور ادیان کی تقسیم کی ہے اور [نیکی وبدی کی توفیق] صرف اللہ کی قدرت میں ہے۔

اخلاص و تقوی: حضرت ابن عدی کہتے ہیں: حضرت ہند بن ابی داود نے چالیس سال تک روزہ رکھا، لیکن آپ کے گھر والوں تک کو اس کا پتا نہیں ہوتا تھا۔ ریشم کے کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ اپنے ساتھ دوپہر کا کھانا لے کے جاتے اور راستے میں صدقہ کردیتے، شام کو جب آتے تو گھر والوں کے ساتھ افطاری کرتے۔

(۱)تذکرۃ الحفاظ،ج:۱،ص:۱۵۲/۱۵۳،تقریب التہذیب،ج:۱،ص:۲۰۲

یاد الٰہی کی ایک عمدہ ترکیب: ایک دن انھوں نے ہم سے کہا: اے نوجوانو! تم سے ایک بات کہتاہوں شاید تمھیں فائدہ دے۔ میں جب لڑکا تھااور بازار آجایا کرتا تھا، تو گھر کو واپسی میں میں قسم کھایا کرتا کہ میں فلاں جگہ تک اللہ تعالی کو یاد کروں گا، حتیٰ کہ میں اس جگہ پہنچ جاتا۔ جب میں وہاں پہنچتا تو پھر قسم کھاتا کہ فلاں جگہ تک اللہ تعالیٰ کو یاد کروں گا، یہاں تک کہ گھر آپہنچتا۔

۱۴۰ھ میں سال کے آغاز میں حج سے واپسی کے دوران وفات پائی۔ علم و عمل میں ایک بڑی شخصیت تھے (۱)۔

حضرت عبدالملک بن عبدالعزیز

صاحبِ تصانیف، بزرگ ،بڑے فقیہ،اور بڑی شخصیت تھے۔امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: آپ اور ابن عروبہ علم کے ظروف تھے۔ آپ وہ پہلی شخصیت ہیں، جنھوں نے کتابیں لکھیں۔۱۵۰ھ میں وفات پائی (۲)۔

حضرت یحییٰ بن کثیر طائی

کنیت ابونصر تھی۔ یہ بڑے بزرگ تھے۔

روایتِ حدیث میں ثقاہت: حضرت شعبہ فرماتے ہیں: آپ کی حدیثیں حضرت امام زہری سے اچھی ہیں۔امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: جب زہری روایتِ حدیث میں آپ کی مخالفت کرے، تو قول حضرت یحییٰ کامعتبر ہوگا۔امام ابوحاتم فرماتے ہیں: ثقہ اور امام تھے اور صرف ثقہ شخص سے روایت کرتے تھے۔

۱۲۹ھ میں وفات پائی (۳)۔

(۱)تذکرۃ الحفاظ،ج:۱،ص:۱۴۶/۱۴۷

(۲)ایضاً،ج:۱،ص:۱۶۹/۱۷۰

(۳)ایضاً،ج:۱،ص:۱۲۸

فصل اول

تصنیفات وتالیفات

امام حسن بصری قوی حافظے کے مالک اور بہت لکھنے والے تھے۔آپ کے پاس اپنے شیوخ کی کتابیں تھیں ، جیسے حضرت سمرہ بن جندب کی کتاب (۱) ، جسے آپ نے اپنے لیے نقل کیا تھا۔آپ کے بعض شاگرد کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری کا علم اس جتنے صحیفے میں تھااور اپنی انگوٹھی اور شہادت کی انگلی سے [اس کی موٹائی کی طرف] اشارہ کیا (۲)۔اس اشارے سے آپ کے صحیفے کی ضخامت کاپتا چلتاہے، لیکن آپ نے اپنی وفات سے پہلے اپنی اکثر کتابیں جلادیں (۳)۔ سوائے ایک صحیفے کے اور کچھ باقی نہ رہا، جوآپ کے صاحبزادے کے قبضے میں تھا۔پھر مسلم بن حصین باہلی نے یہ آپ سے عاریتاً لیا (۴)۔اس کے

(۱)البیہقی،السنن الکبریٰ،ج:۸،ص:۴۹/۳۵

(۲)ابن سعد،الطبقات،ج:۷،ص:۱۵۹، یہ اشارہ اثر کے راوی عفان بن مسلم نے کیاہے۔

(۳)ایضاً،ج:۷،ص:۱۷۵/۱۷۴

(۴) ایضاً

علاوہ بھی آپ کی بہت سی کتابیں تھیں، جو آپ کے شاگردوں (۱) نے آپ سے نقل کیں یا آپ نے ان کو املا کرائیں، یا آپ کے وہ خطوط جو آپ نے امرا، حکام اور دوستوں کو بھیجے۔

باقی رہنے والی تالیفات

۱۔ تفسیر القرآن الکریم: اس تفسیر کو آپ کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت نے روایت کیا (۲) ۔ مشہور مفسر یحییٰ بن سلام (۳) نے اپنی تفسیر میں بہت سی جگہوں پر حضرت حسن بصری کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے (۴)۔اکثر متقدمین مفسرین جیسے یحییٰ بن سلام، عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر (۵) طبری، ابن ابی حاتم وغیرہم نے اپنی کتابوں میں ایک ہی عبارت کے ساتھ بہت سی جگہ میں آپ کے آثار نقل کیے ہیں۔

ان حقائق سے ہمیں یقینی پتا چلتا ہے کہ آپ کی تفسیر ان مفسرین کے زمانے میں موجود تھی اور یہ کہ ان آثار کی نسبت امام حسن بصری کی طرف بالکل صحیح ہے اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔

۲۔ رِسالةٌ في الردِّ على القدرِيَّة (٦)۔

(۱) جیسے حمید بن ابی حمید طویل: آپ نے حضرت حسن بصری سے ان کی کتابیں لیں اور نقل کیں اور پھر واپس لوٹا دیں۔ طبقات، ج:۷، ص: ۲۵۲، اسی طرح حفص بن سلیمان نے بھی آپ کی کتابوں کو نقل کیا تھا۔ طبقات، ج:۷، ص: ۱۷۴/۱۷۳

(۲)ابن النديم،الفهرست، ص:۳۶/۲۰۲/۲۰۳،بروکلمان،تاريخ الأدب العربي، ج:ا،ص:۵۷،فواد سزکین،تاريخ التراث العربي،ج:ا،ص:۵۰/۵۹، داودی کہتے ہیں: حسن بصری کی ایک تفسیر ہے جس کو ان کے بہت سے شاگردوں نے نقل کیا ہے۔

(۳)آپ کا پورا نام یحییٰ بن سلام بن ابی ثعلبہ تیمی ہے۔۲۰۰ ہجری میں آپ نے وفات پائی۔آپ کی تفسیر مخطوط شکل میں ہے۔

(۴)اس لیے کہ آپ اپنے تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ وہ قول ہے جس کو میں نے تفسیر حسن بصری سے نقل کیا ہے اور کبھی فرماتے ہیں تفسیر حسن بصری میں ہے، جیسا کہ اثر نمبر ۵۵۴ میں ہے۔

(۵) جیسا کہ در منثور میں امام سیوطی ان حضرات کے تفسیر کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

(۶)الاسفرائینی،الفرق بين الفرق،ص:۳۶۳[دار المعرفۃ للطباعۃ بیروت، تحقیق: محمد محیی الدین عبدالحمید]

(۳)رسالة في العدل والتوحيد(۱)۔

(۴)رسالة في فضائل مكة والسكن فيها(۲)۔

(۵) كتاب النزول(۳) یعنی نزول القرآن الکریم۔

(۶)كتاب العدَد(۴) قرآن مجید کے آیات کی تعداد کے بارے میں ہے۔

(۷)كتاب الخلاص (۵)۔

(۸) وہ خطوط جو آپ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز اور دیگر امراو حکام کو بھیجے (۶)۔

(۱) ہو سکتا ہے یہ وہی رسالہ ہو جس سے آپ نے قدریہ پر رد کیا ہے اور آپ نے یہ رسالہ عبدالملک بن مروان کو بھیجا تھا۔ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۰۲

(۲) یہ رسالہ امام حسن بصری نے اپنے دوست عبدالرحیم بن انس الرمادی کو بھیجا تھا۔ اس میں آپ نے مکہ مکرمہ کے فضائل، وہاں پر قیام کے فضائل، طواف کے فضائل بیان کیے ہیں اور ان مقامات کا تذکرہ کیا ہے جہاں پر دعا قبول ہوتی ہیں۔ قاضی تقی الدین محمد بن احمد فاسی مکی نے اپنی کتاب 'شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام' میں بہت سے مقامات پر اس رسالے سے نقل کیا ہے۔ مکتبۃ الفلاح کویت سے یہ رسالہ دکتور سامی مکی عانی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

(۳) عمرو بن عبید معتزلی نے یہ کتاب حسن بصری سے نقل کیا ہے۔ الفہرست لابن الندیم، ص: ۴۰، الدکتور علی شواخ اسحاق، معجم مصنف القرآن الكريم، [دار الرفاعی الریاض ط: ۱، ۱۴۰۳ ھ۔]

(۴) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۴۰، فواد سزکین، تاريخ التراث العربي، ج: ۱، ص: ۱۴۷

(۵) اسماعیل بن پاشا بغدادی، هدیةالعارفین، ج: ۱، ص: ۲۶۵، تاريخ الأدب العربي، ج: ۱، ص: ۲۵۸

(۶) آئندہ فصل میں ان شاء اللہ اس کا تذکرہ ہوگا۔

دوسری فصل

حضرت حسن بصری کے مکتوبات

امام حسن بصری نے معاشرے کے اصلاح میں صرف اپنے مواعظ اور دروس پر اکتفانہیں کیا، بلکہ امرا اور حکام کے اصلاح کا بھی بیڑا اٹھایا۔ آپ خلفا اور علما کو اپنے فصیح و بلیغ خطوط کے ذریعے نصیحت کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کی مثال چکی کے دھرے کی ہے، جن پر معاشرے کی درستگی کا دار و مدار ہے۔ان خطوط سے آپ نے ان کو ترغیب دی کہ وہ امن و امان اور عدل و انصاف کے قیام کے لیے اپنی ذمہ داری کو نبھائے۔آپ ان کو شاندار طرزِ تحریر اور دلچسپ پیرائے میں موت اور رجوع الی اللہ یاد دلاتے۔

دنیا کی مذمت: خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت حسن بصری کو خط لکھا کہ مجھے دنیا کی مذمت میں خط لکھیں تو آپ نے انھیں لکھا:

امابعد ! اے امیر المومنین ! دنیا کوچ اور رحلت کا گھر ہے، یہ کبھی بھی دار الاقامہ نہیں، آدم علیہ السلام کو عقوبت کے طور پر یہاں لایا گیا، اس لیے اس سے ڈر؛ کیونکہ جو اس میں رغبت رکھتا ہے وہ اس کو چھوڑنے والا ہے، اس کا مالدار فقیر ہے، اور خوش بخت وہی ہے جو اس میں نہ پڑے۔جب ہوشیار اور عقلمند شخص اسے آزمائے گا تو وہ دیکھے گا کہ یہ ہر اس شخص کو ذلیل کرتی ہے جو اس کی عزت کرتا ہے، اور اس کی تفریق کرتی ہے جو اسے جمع کرتا ہے۔یہ زہر کی طرح ہے، اس لیے اس کو وہ شخص کھاتا ہے جسے علم نہ ہو، اور وہ بندہ اس سے لگاو رکھتا ہے جو جاہل ہو، جبکہ اللہ کی قسم اس کی موت اس میں ہے۔

لہٰذا اے امیر المومنین ! دنیا میں اس شخص کی طرح رہیں جو اپنے زخموں کا علاج کرتے ہوئے تھوڑا سا پرہیز کرتا ہے، اس خوف سے کہ مرض طول نہ پکڑے۔ اس کی خواہشات پر صبر کرنا، اس کی مصیبتوں پر ہنسنے سے زیادہ آسان ہے، لیکن عقلمند وہ ہے جو اس سے خوف کھائے اور اس کے زیب وزینت سے دھوکے میں نہ پڑے؛ کیونکہ یہ خائن، غدار اور دھوکے باز ہے۔ یہ اپنی لمبی امیدوں کے ساتھ سامنے آتی ہے اور اپنے چاہنے والوں کے لیے بناو سنگھار کرتی ہے، یہ ایک دلہن کی طرح ہے، آنکھیں اسے دیکھتی ہیں، اور دل اس پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی، جس نے حضرت محمد ﷺ کو رسول برحق بنا کر بھیجا، یہ اپنے شوہروں کی قاتل ہے، اس لیے اے امیر المومنین ! اس کے پچھاڑنے سے بچ اور اس کی لغزش سے ڈر۔ اس کا آرام سختی کے ساتھ ملا ہوا ہے، اور اس کی بقا ہلاکت و فنا کا سبب ہے۔

اور اے امیر المومنین ! جان لیں کہ اس کی آرزوئیں جھوٹی اور تمنائیں بے کار ہیں۔ اس کی صفائی میں گدلاپن اور عیش وآرام میں تنگی ہے، جو اس کو چھوڑتا ہے اُسے توفیق ملی ہوئی ہے اور جو اس کے پیچھے لگتا ہے وہ ہلاک اور تباہ ہے۔ ذہین اور سمجھدار بندہ وہ ہے جو اس چیز سے ڈرے، جس سے اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے اور خوف کھائے، جس سے اللہ نے خوف دلایا ہے۔ فنا کے گھر سے بقا کے گھر تک جانے کے لیے تدبیر کرے، موت کے وقت یقینی صورت حال اس کے سامنے آجائے گی۔

اللہ کی قسم ! اے امیر المومنین ! یہ دنیا عذاب کی جگہ ہے اس کے لیے وہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو اور اس سے وہی دھوکا کھاتا ہے جس کے پاس علم نہ ہو، ہوشیار و بیدار وہ ہے جو اس شخص کی طرح ہو جو اپنے زخموں کی مرہم پٹی کرتا ہو، وہ دوا کی کڑواہٹ کو برداشت اس

لیے کرتا ہے کہ اس کو تندرست ہونے کی امید ہوتی ہے اور اس لیے کہ وہ آخرت کے بُرے انجام سے ڈرتا ہے۔ بخدا اے امیر المومنین ! یہ دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری ہے اور ان دونوں کے بیچوں بیچ موت کا پردہ ہے اور لوگ پریشان خوابوں میں ہیں۔اے امیر المومنین ! میں آپ سے وہ شعر کہتا ہوں جو ایک دانا شخص نے کہا ہے:

فإن تنجُ تنجُ من ذي عظيمة   وإلا فلا أَخالُك ناجيًا

اگر آپ نجات پائے تو یہ ایک بڑی مصیبت سے نجات ہوگی،وگرنہ میرا خیال نہیں کہ آپ نجات پاسکیں گے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کا جواب: جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کو آپ کا یہ خط پہنچا تو وہ زار و قطار رونے لگے، یہاں تک کہ موجود لوگوں کو ان پر ترس آیا۔پھر وہ فرمانے لگے: اللہ حسن پر رحم کرے کہ وہ ہمیشہ ہمیں نیند سے جگاتے ہیں اور خواب غفلت سے بیدار کرتے ہیں۔اللہ ان کا بھلا کرے،وہ کیسے اچھے مشفق ناصح اور کیسے سچے اور فصیح واعظ ہیں۔اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پھر آپ کو خط لکھا:

آپ کی منفعت بخش مواعظ مجھے موصول ہوئے۔ان سے میں نے شفا پائی۔آپ نے دنیا کی اصل حقیقت بیان کی۔عاقل وہ ہے جو یہاں پر ہر وقت ڈرتا رہے۔گویا اس میں رہنے والے جس شخص کی بھی موت مقرر ہے وہ مر گیا ہے۔والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امام حسن بصری کا جوابی مکتوب: جب آپ کا جوابی مکتوب حضرت حسن بصری کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا: اللہ ! امیر المومنین کیسی حق بات کرتے ہیں اور وعظ و نصیحت کو قبول کرتے

ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ حکومت کی وجہ سے اپنے احسانات میں اضافہ کیا اورآپ کی بادشاہت سے لوگوں پر رحم کیااور آپ کو برکت ورحمت کاذریعہ بنایا(۱)۔

عمر بن عبد العزیز کے نام دوسرا خط: آپ نے عمر بن عبدالعزیز کو لکھا: امابعد ! پس بڑی ہولناکی اور مطلوب معاملہ آپ کے سامنے ہے اور ضروری ہے کہ آپ اس کامشاہدہ کریں، یا نجات اور خلاصی کے ساتھ یاہلاکت وتباہی سے (۲)۔

عمر بن عبد العزیز کے نام ایک اور خط: ایک بار آپ نے انھیں لکھا: اے امیر المومنین ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بندوں کے معاملات کاجومالک بنایاہے، اس میں آپ اس سے ڈریں کہ آپ ایک ایسے غلام ہوں، جس کو اس کاآ قا امین بنائے اور اپنے مال اور اہلِ عیال کی حفاظت پر اُسے مقرر کرے، تو وہ اس کے مال کو بکھیر کراڑالے اور اہل وعیال کو بے آسرا چھوڑدے، جس کی وجہ سے مالک کااہل وعیال نادار بن جائے اور اُس کا مال ضائع ہو۔اور جان لیں اے امیر المومنین ! اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے بندوں کو گندگیوں سے روکیں،اور برے کاموں سے ان کو منع کریں، تو کیا حالت ہوگی جب وہ خود ان کے مرتکب ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں پر اپنے لیے قصاص واجب کیاہے اور اسے اپنے

۱۔الحسن، ص:۸۰، ۸۲ اور ابن الجوزی، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، ص:۱۰۰، ۱۰۱

۲۔ ایضا، ص:۲۸

دوسرے بندوں کے لیے حیات بنایا ہے، تو کیا حالت ہوگی جب قصاص لینے والا خود ان کو قتل کرے اے امیر المومنین یاد کر آپ کے لیے اس جگہ کے علاوہ بھی ایک جگہ ہے جس میں

آپ طویل مدت کے لیے رہیں گے اور وہاں پر آپ کے محبوب دوست آپ سے جدا ہو جائیں گے وہ آپ کو اس میں اکیلے چھوڑ کر چلے جائیں گے اور تنہا اس کے حوالے کر دیں گے اس لیے توشہ تیار کر اور یاد کر امیر المومنین اس دن کے لیے جب انسان اپنے بھائی سے بھی بھاگے گا، اور اپنے ماں باپ سے بھی اور اپنے بیوی بچوں سے بھی۔ اور یاد کر اس وقت کو:

بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ۔ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ (۱) (۱) سورۃ العادیات، آیت: ۹/۱۰

جب قبروں میں جو کچھ ہے، اُسے باہر بکھیر دیا جائے گا اور سینوں میں جو کچھ ہے، اُسے ظاہر کر دیا جائے گا۔

جس دن سارے راز فاش ہو جائیں گے اور وہ عمل نامہ کھل جائے گا جس نے کسی بھی چھوٹے یا بڑے گناہ کو درج کیے بغیر نہیں چھوڑا ہوگا۔ اس لیے اب عمل کریں کہ آپ کو مہلت ہے فرشتۂ اجل کے آنے سے پہلے، اور عمل کا وقت ختم ہونے سے پہلے، اس سے ڈریں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر جاہلوں جیسی حکومت کریں، یا اُن سے ظالموں سا سلوک کریں، طاقتوروں کو کمزوروں پر مسلط نہ کریں؛ کیونکہ:

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً (۲) (۲) سورۃ توبۃ، آیت: ۱۰

یہ کسی بھی مومن کے معاملے میں کسی رشتہ داری یا معاہدے کا پاس نہیں کرتے؛

اس لیے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے ظالم کو عہدہ دیا یا اس کی مدد کی تو اس نے اسلام کو اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ڈر اس سے کہ آپ اپنا بوجھ اٹھائیں اور اپنے بوجھ کے ساتھ دوسروں کا بوجھ بھی اٹھائیں، اپنی گھڑی کے

ساتھ دوسروں کی گھڑیوں کو بھی سر پر لادیں۔ایسے لوگ آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے جوآپ کو عذاب میں مبتلا کرکے خود ناز و نعم میں پلتے رہیں اورآپ کی پاکیزہ چیزوں کو ختم کرکے خود اچھی چیزیں کھائیں۔اے امیر المومنین !آج کے دن آپ کی جو قدر و منزلت ہے، آپ اس پر نظر نہ رکھیں، بلکہ کل [یوم جزا] کی قدر و منزلت پر نظر رکھیں، جب آپ موت کی رسیوں میں جکڑے ہوئے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے،ملائکہ اورانبیا علیہم السلام کے مجمعے میں، جبکہ چہرے اسی حی وقیوم ذات کے سامنے جھکے ہوں گے۔

اے امیر المومنین! میں اگرچہ اپنے اس وعظ ونصیحت میں ان چیزوں تک نہیں پہنچا، جن کو مجھ سے پہلے صاحب عقل وہوش پہنچے ہیں، لیکن میں نے شفقت میں کمی نہیں کی،نہ میں نے نصیحت کو چھپایا،نہ وعظ میں کوتاہی کی۔اس لیے میرے خط کو وہی مقام دیجیے اور اس کے سننے کے لیے اس شخص کی طرح فارغ ہوں، جو اس سے نفع حاصل کرنے کی امید کرتا ہو اور دوا کی کڑواہٹ آپ کے لیے آسان ہو، اس انجامِ شفا کی وجہ سے جس کی آپ امید رکھتے ہیں۔والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (۱)

ایک اور مقام پرآپ نے انھیں لکھا: اللہ تعالی کے اوامر آپ کواس کے نواہی سے مشغول رکھیں۔والسلام (۲)

دنیا، موت اورآخرت: حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو لکھا: میرے لیے امرِ دنیا جمع کر اور آخرت کاحال بیان کر۔آپ نے انھیں جواب میں لکھا: دنیا ایک خواب ہے،آخرت بیداری ہے اور موت ان کے بیچوں بیچ ہے۔ ہم پریشان خوابوں میں مگن ہیں۔جس نے اپنے نفس کامحاسبہ کیااس نے نفع کمایااور جواس سے غافل ہوااس نے تاوان اٹھایا، جس نے

انجام ہائے کار پر نظر کیااس نے نجات پایا اور جس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی وہ گمراہ ہوا۔جس نے حلم اپنایا وہ غنیمت یافتہ ہوا، جو اللہ سے ڈراوہ سالم رہا، جس نے عبرت حاصل کی وہ صاحب بصیرت ہوااور جس نے بَصیرت حاصل کی وہ سمجھ دار ہوگیااور جو سمجھ دار ہوگیا توعالم بنااور جو عالم بنااس نے عمل کیا۔سوجب تم سے لغزش ہو تو اللہ تعالی کی طرف رجوع کرو، اور

(۱)الحسن، ص: ۸۲_۸۴

(۲)العِقْد الفرید،ج: ۳، ص: ۱۵۲

جب آپ کو پشیمانی ہوتوگناہوں سے رک جائیں۔جب آپ جاہل ہو توپوچھا کریں، جب غصہ ہو توخود کو قابو کریں اور جان لو کہ سب سے افضل عمل وہ ہے جس پر نفس کو مجبور کیاجائے (۱)۔

حاکم کی راست روی رعایا کی راست روی ہے: آپ نے لکھا: اے امیر المومنین ! اگر آپ نے استقامت اختیار کی تولوگ بھی کرلیں گے، اگر آپ میں کج روی آگئی، توان میں بھی آجائے گی۔اگر آپ کو نوح علیہ السلام کی عمر، سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت، ابراہیم علیہ السلام کا یقین اور لقمان علیہ السلام کی حکمت عطا ہو، تب بھی آپ کو اس دشوار گزار گھاٹی میں داخل ہونا ہوگا، پھر وہاں سے یاتوجنت میں یا جہنم میں۔جس سے ایک چھوٹ جائے وہ دوسرے میں داخل ہوگا۔

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہ خط پہنچا تو اُسے ہاتھوں میں لیا اور اپنے آنکھوں پر رکھا، پھر رونے لگے اور فرمایا: مجھے نوح علیہ السلام کی عمر، ابراہیم علیہ السلام کا یقین، سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت اور لقمان علیہ السلام کی حکمت کیسے حاصل ہو گی؟ اور اگر یہ چیزیں مجھے حاصل بھی ہوئیں تو پہلوں نے جو جام [موت] پیا وہ مجھے پینا ہی پڑے گا (۲)۔

امام عادل کی صفات: حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ بنے، تو آپ نے حضرت حسن بصری کو خط لکھا کہ مجھے امام عادل کی صفات لکھ کے بھیجیں۔ آپ نے لکھا: اے امیر المومنین! جان لیں اللہ تعالی نے امامِ عادل کو ہر کج رو کو سیدھا کرنے والا، ظالم کو راہ راست پر لانے والا، ہر خراب چیز کی درستگی کرنے والا، ہر کمزور کے لیے طاقت، ہر مظلوم کے لیے انصاف دلانے والا، ہر فریادی کے لیے جائے فریاد بنایا ہے۔ اے امیر المومنین! امام عادل اس چرواہے کی طرح ہے جو اپنے اونٹوں پر شفیق اور مہربان ہوتا ہے، ان کے لیے اچھی چراگاہیں تلاش کرتا ہے، ہلاکت کی جگہوں سے اُن کو بچاتا ہے، درندوں سے ان کی حفاظت کرتا ہے، گرمی و سردی کی تکلیف سے اُن کو چھپاتا ہے۔

اے امیر المومنین! امامِ عادل اس باپ کی طرح ہے جو اپنے بیٹوں پر شفقت کرتا ہے، جب وہ چھوٹے ہوں تو ان کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے اور جب وہ بڑے ہو جائیں تو ان کو

(۱) العقد الفرید، ج: ۳، ص: ۱۵۲

(۲) ابن الجوزی، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، ص: ۱۰۴ [دار الفکر]

تعلیم دیتاہے،ان کی زندگی میں ان کے لیے کماتاہے اور اپنی موت کے بعد اُن کے لیے ذخیرہ چھوڑتاہے۔اور اے امیر المومنین ! امام عادل کی مثال اس نیک اور شفیق ماں کی طرح ہے جو اپنے بچے پر ترس کھاتی ہے، بڑی سختی سے اس کو دوران حمل اٹھاتی ہے اور بڑی مشکل سے اُس کو جنتی ہے، بچپنے میں اس کو پالتی پوستی ہے، اس کے جاگنے سے جاگتی ہے اور اُس کے آرام سے آرام پاتی ہے، کبھی اس کو دودھ دیتی ہے اور کبھی چھڑواتی ہے،اس کی عافیت سے خوش اور اس کی تکلیف سے رنجیدہ ہوتی ہے۔اے امیر المومنین !امامِ عادل یتیموں کا وصی اور مسکینوں کاخزانچی ہوتاہے،اُن کے چھوٹوں کی تربیت کرتا اور بڑوں کا بوجھ اٹھاتاہے۔ اے امیر المومنین ! امام عادل دیگر اعضاکے درمیان ایسے ہے جیسے دل ، کہ دیگر اعضا اس کے درست ہونے کی وجہ سے درست ہوتے ہیں اور اس کے بگڑنے سے بگڑتے ہیں،اے امیر المومنین ! امام عادل اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کھڑا ہوتا ہے، خود بھی اللہ تعالیٰ کی بات سنتاہے اور دوسروں کو بھی سناتاہے (۱)۔

فرقد سبخی کو خط: امام حسن بصری نے فرقد کو لکھا: امابعد !میں تمھیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتاہوں اور اللہ نے جو علم آپ کو دیاہے اس پر عمل کرنے کی ، اور جس چیز کا اللہ نے وعدہ کیاہے اس کے لیے تیاری کرنے کی ، جس کو ٹالنا کسی کے بس میں نہیں ، نہ ہی اس کے آنے کے وقت پشیمانی کا کوئی فائدہ ہے،اس لیے اپنے سر سے غافلوں کی چادر اتار پھینک اور جہالت کی نیند سے بیدار ہو، پائنچے چڑھاؤ، کیونکہ دنیاایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا میدان ہے اور اس کی انتہاجنت یا جہنم ہے۔ مجھے اور آپ کو اللہ کے سامنے کھڑے ہونا ہے، جس میں وہ مجھ اور آپ سے سینے کے وسوسوں،آنکھوں کے دیکھنے اور کانوں کے سننے کے بارے میں پوچھیں گے اور وہ ذات اس سے عاجز بھی نہیں (۲)۔

(۱)العِقْد الفَريد،ج:۱،ص:۳۴

(۲)البداية و النهاية،ج:۹،ص:۲۶۹

منصب قضا کو ٹھکرانے کے لیے خط: جب عدی بن ارطاۃ نے حضرت حسن بصری کو قضا کا منصب دینا چاہا تو آپ نے ان کو ایک خط لکھا:

امابعد ! اے امیر !جو شخص کسی کام کو ناپسند کرتا ہے وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ اس فریضے کو ادا کرسکے، جس شخص کو کسی کام کا علم ہو اور وہ اسے بن چاہے کرے وہ اس لائق ہے کہ اس کی مدد نہ کی جائے۔آپ نے جس کام [منصب قضا[کی مجھے دعوت دی ہے،اس کو چاہنے والے آپ کے لیے کافی شافی ہیں۔آپ کا ان کے پاس جانا اور اُن پر اعتماد کرنا آپ کے لیے زیادہ اچھا اور آپ کے کام کے لیے محفوظ راستہ ہے؛اس لیے کہ اس شخص سے مدد لینے میں کوئی بھلائی نہیں جس کا خیال یہ ہو کہ جس کام کی اُسے دعوت دی جارہی ہے وہ اس پر واجب ہی نہیں ، نہ ہی اس پر لازم ہے۔اس لیے اے امیر ! مجھے معاف کردو، اللہ تجھے معاف کردے، میرا پیچھا چھوڑ کر میرے ساتھ نیکی کرو، کیونکہ اللہ تعالی نیک عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا،اس نے آپ کو معاف کیا اور آپ کا اکرام کیا اور کہا: جس چیز کو وہ ناپسند کرتے ہیں اس کے بارے میں انھیں آزمائش میں نہیں ڈال سکتا(۱)۔

حضرت مکحول کو خط: روایت ہے کہ آپ کو کسی نے پیغام پہنچایا کہ حضرت مکحول وفات پاگئے،آپ یہ سن کر بہت غمگین ہوئے اوران کے لیے دعاے رحمت کی،پھر آپ کو اطلاع ملی کہ وہ خبر غلط تھی، توآپ نے انھیں لکھا:

امابعد، اے ابوعبداللہ! اللہ تعالیٰ موت وحیات میں ہمارے اور آپ کے ساتھ ہو اور دنیاوآخرت میں ہمارے اورآپ کے لیے بھلائی کافیصلہ کرے اور ہمارے اورآپ کے لیے حسن خاتمہ اور بہتر انجام آسان فرمائے۔

ہمیں آپ کے بارے میں ایسی خبر ملی جس نے ہمیں ڈرایا، پھراس کے بعد ایسی خبر آئی جس نے پہلی خبر کو جھٹلایا۔تواللہ کی قسم! ہمیں خوشی ہوئی،اگرچہ ہمیں جس بات[آپ کی زندگی] سے خوشی ہوئی وہ بھی عنقریب ختم ہونے والی ہے اور تھوڑے عرصے بعد پہلی ہی خبر[موت] کی طرف جانے والی ہے،

(ا)ابن الجوزی، الحسن

اللہ آپ کے ساتھ عافیت کامعاملہ کرے اور ہمیں اورآپ کو نیک عمل کی توفیق دے۔کیاآپ اس شخص کی طرح ہے جس نے موت کاذائقہ چکھااور موت کی بعد والی زندگی کواپنی آنکھوں سے دیکھا، پھر اُس نے وہاں سے واپسی کامطالبہ کیاتو اس کامطالبہ منظور کیاگیا، اور اس کو وہی دیاگیا جو اس نے مانگا۔بعد اس کے کہ انھوں نے ان چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جس میں ان سے کوتاہی ہوئی تھی،اس لیے اس نے ہمیشہ رہنے کے گھرکے لیے سامان کی تیاری کے لیے ٹھان لی،اس کاکوئی مال ایسانہیں ہے جس کو اس نے آگے بھیج نہیں دیاہے اور اس کاکوئی عمل ایسانہیں جس پر اُسے ثواب ملانہیں [یعنی اب آپ کو ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے]۔والسلام (ا)

(ا)ابن الجوزی،الحسن،ص:۹۹/۹۸

تیسری فصل

مواعظ وخطبات

آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے واعظ تھے۔آپ کے مواعظ دلوں کے اندر گھر کرتے تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ جب کسی چیز کا حکم کرتے سب سے پہلے خود اس پر عمل کرکے دکھاتے۔جب کسی چیز سے منع فرماتے توخود اُس سے رُک جاتے،یہی متقی اور پرہیزگار واعظوں کی روش ہے کہ وہ لوگوں کواقوال سے وعظ کرنے سے پہلے اپنے کردار واعمال سے وعظ کرتے ہیں۔

وعظ ونصیحت کے لیے خود عمل والا ہونا ضروری نہیں: آپ فرماتے ہیں:اے لوگو! میں آپ کو نصیحت کرتاہوں حالانکہ میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں،نہ آپ سے زیادہ نیک ہوں،میں نے تو خود اپنے نفس پر بہت زیادہ ظلم کیاہے،اس کو درست نہیں کیا اور نہ اپنے رب کی ضروری اطاعت پر آمادہ کیا۔ لیکن اگر مومن اپنے بھائی کو صرف اس وقت نصیحت

کرے کہ جب وہ خود اپنے نفس کو سنوارے تو پھر تو واعظ ناپید ہو جائیں گے اور نصیحت کرنے والے بہت کم ہو جائیں گے اور ایسا کوئی نہیں مل سکے گا، جو اللہ جل جلالہ کی طرف دعوت دے،اس کی اطاعت کی رغبت دلائے اور اس کی معصیت سے روکے، لیکن اہلِ بصیرت کے جمع ہونے اور مومنین کا ایک دوسرے کے ساتھ مذاکرہ کرنے میں پرہیزگاروں کے دلوں کی حیات ہے، غفلت سے بیداری اور بھول چوک سے امن ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ تمھیں معاف کرے، ذکر کے مجالس کو لازم پکڑو، کیونکہ بعض اوقات ایک سنی ہوئی بات اور ایک معمولی کلمہ بھی منفعت بخش ثابت ہوتا ہے:

(۱) امام ابن جوزی نے اپنی کتاب کے ایک خاص فصل یںآپ کے مواعظ اور حکمت کی باتیں جمع کی ہیں۔دیکھیے الحسن، ص: ۸۷۔۱۰٦

اتَّقُوااللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنتُم مُّسلِمُونَ (۱)۔(۲) (۱) سورۃ آل عمران، آیت: ۱۰۲

اے ایمان والوں! دل میں اللہ کا ویسا ہی خوف رکھو جیسا خوف رکھنا اس کا حق ہے، اور خبر دار! تمھیں کسی اور حالت میں موت نہ آئے، بلکہ اسی حالت میں آئے کہ تم مسلمان ہو۔

خودفریبی سے بچو: آپ نے فرمایا: خودفریبی سے بچو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو امان نہیں آیا۔بے شک وہ عظیم ہولناکی اور بڑا امر آپ کے سامنے ہے اور اس میں شک نہیں کہ آپ قبر میں ان اعمال کو اپنا تکیہ بنائیں گے جو آپ نے آگے بھیجے ہیں۔اگر وہ اچھے ہیں تو اس کا بدلہ بھی اچھا ہوگا، اگر وہ بُرے ہیں تو اس کا بدلہ بھی بُرا ہوگا۔اس لیے مہلت کی اس گھڑی کو غنیمت سمجھ کر نیکیوں میں آگے بڑھو، اور عمل میں ٹال مٹول سے اپنے آپ کو

بالکل بچائے رکھو، کیونکہ آپ سے پوچھا جائے گا ؛اس لیے پوچھ گچھ کے لیے جواب تیار کر(۳)۔

آپ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ کے کچھ بندے ایسے تھے کہ جن کے دل غمگین اور ان کے شر سے لوگ محفوظ ہوتے۔ وہ پاکیزہ نفوس کے مالک ہوتے اور ان کی ضروریات بہت معمولی ہوتیں،انھوں نے تھوڑے دنوں کے لیے صبر کیا،ان انعامات کے پانے کی امید میں جو طویل مدتوں کے لیے ہیں۔رات کو وہ پاؤں کے بل کھڑے اپنے رب کے حضور گڑگڑاتے اور اپنی گلو خلاصی کے لیے دوڑ دھوپ کرتے، خشیتِ الٰہی سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے اور خوف سے ان کے دل دہلتے، جبکہ دن کو حلم، علم، تقویٰ وطہارت والے ہوتے، نا سمجھ لوگ ان کو سوال سے بچنے کی وجہ سے مالدار سمجھتے۔

خشیتِ الٰہی سے آپ ان کو مریض خیال کرتے، حالانکہ وہ کسی مرض میں مبتلا نہیں، بلکہ وہ جہنم اور اس کی ہولناکیوں کے ذکر کے ساتھ خاص ہوتے۔ان چیزوں سے جو تم پر حرام کی گئی ہیں، جتنا تم اپنی دنیا

(۲) الحسن، ص:۹۰

(۱)الحسن، ص:۹۱

پر نظر رکھتے ہوں،اس سے کہیں زیادہ وہ اپنے دل کی آنکھوں سے اپنے دین پر نظر رکھتے۔اور یہ کہ تمھیں اپنے گناہوں پر عذاب ملے اس سے کہیں زیادہ خوف ان کو اس بات کا تھا کہ اُن کو اُن کی نیکیاں لوٹادی جائیں (۱)۔

أُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۲) (۲) سورۃ مجادلۃ، آیت: ۲۲

یہ اللہ کا گروہ ہے۔ یادرکھو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

حضرت عمراور جہنم کا خوف: آپ فرماتے: روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب آگ جلاتے، پھر اپنے ہاتھ کو اس کے قریب کرتے اور فرماتے: دیکھ ابن خطاب! توآگ کو کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اور کیا جبار رب، رب کے سامنے تیری کوئی چلتی ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ سے جہنم اور اہل جہنم کے اعمال کی پناہ مانگتے۔

اس کے بعد حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: جب حضرت عمر کو جہنم کا ایسا خوف ہے، حالانکہ آپ کے بارے میں جنت کی گواہی دی گئی تھی، تو پھر آپ لوگ کیسے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں (۳)۔

کمر توڑ آیت: آپ فرماتے تھے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

مَن يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِن دُونِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (۴) (۴) سورۃ النساء، آیت: ۱۲۳

جو بھی بُرا عمل کرے گا، اس کی سزا پائے گا، اور اللہ کے سوا اُسے اپنا کوئی یار ومددگار نہیں ملے گا۔

توحضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: 'اللہ کی قسم! کمر توڑ آیت نازل ہوئی'۔ تو جب حضرت ابوبکر صدیق ایسی بات کرتے ہیں، حالانکہ ان کے لیے جنت کی گواہی دی گئی تھی تو آپ کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کا قول کیا ہونا چاہیے؟ اس لیے اے مسلمانوں کی جماعت! عبرت

(۱) الحسن، ص: ۹۲

(۳) الحسن، ص: ۹۴

حاصل کرو اور ڈرتے رہا کرو، تاکہ اُس بڑے دن کے عذاب سے محفوظ رہ سکو (۱)۔

آپ فرماتے تھے: اے ابن آدم! جو بھی آپ کا اکرام کرتا ہے وہ اس وقت تک کرے گا، جب تک روح آپ کے بدن کے اندر ہو، لیکن جب روح نکلے تو وہ آپ کو اپنے پیٹھ کے پیچھے پھینک دیں گے اور اسی حالت میں اگر آپ اُن کے بیچ چھوڑ دیے جائے، تو وہ آپ سے اس طرح بھاگ جائیں گے جس طرح وہ شیر سے بھاگتے ہیں (۲)۔

حمید کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک لمبی سانس لی اور اتنا سخت روئے کہ آپ کے شانے ہلنے لگے، اور دل دھڑکنے لگا، پھر فرمایا: اگر دل زندہ ہوتے یا ان میں نیکی ہوتی تو رات کو وہ اس طرح روتے جیسے صبح کو قیامت ہے۔ بندگانِ خدا کا کون سا دن ایسا ہے کہ مخلوق خدا نے اس دن سے زیادہ ظاہر اور کھلی ستر اور رونے والی آنکھ نہیں دیکھی (۳)۔

ابن آدم کی کمزوری: فرماتے تھے: مسکین ابنِ آدم کس قدر کمزور ہے، اس کے امراض پوشیدہ، اُس کی مدتِ اجل پوشیدہ، ایک پسو سے اُسے تکلیف پہنچے، گلے پانی اٹکنے سے

مر جائے،ہر دن آخرت کی طرف ایک مرحلہ طے کرتاہے اور دنیاسے ایک منزل دور ہوتاہے،اس کے باوجود اکثر وہ سرکشی، تکبر اور ظلم وجبر کرتاہے(۴)۔

موت کے لیے یاد دہانی: ایک دن آپ ایک ایسی مجلس میں حاضر ہوئے جس میں بوڑھے اور نوجوان جمع تھے۔آپ نے فرمایا: اے بوڑھوں کی جماعت! جب فصل پک جائے تو پھر اس کے ساتھ کیا معاملہ کیاجاتاہے؟انھوں نے جواب دیا:اُسے کاٹاجاتاہے، پھر آپ نوجوانوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:اے نوجوانو! کتنی فصلیں ایسی ہیں جوابھی پکی نہیں، لیکن کوئی آفتآ گئی،اس کوہلاک کردیتی ہے اور کوئی ناگہانی بلاان کو تلفکر

(۱)الحسن،ص:۹۰/۹۱

(۲)ایضاً،ص:۹۵

(۳)ایضاً،ص:۹٦

(۴)ایضاً،ص:۹٦/۹۷

دیتیہیں، پھر آپ روئے اور یہ آیت تلاوت کی:

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (۱) (۱) سورۃابراہیم،آیت:۲۵

اللہ مثالیں اس لیے دیتاہے، تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

دینداری کی کمزور حالت پر رونے کا واقعہ: سلمہ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت حسن کے ساتھ جمعہ پڑھا، جب ہم فارغ ہوئے تو آپ کے گرد جمع ہوئے، آپ بہت زیادہ

روئے، ہم نے کہا: اللہ آپ پر رحم کریں اس کو کیا ہوا، حالانکہ آپ کو تو خواب میں جنت کی بشارت ملی ہے، آپ اور زیادہ رونے لگے اور فرمایا: میں کیسے نہ رووٴں؟ اگر اس مسجد کے دروازے سے اصحاب رسول علیہ السلام میں سے کوئی ایک شخص بھی آجائے، تو وہ سوائے ہمارے اس قبلے کے اور کسی چیز کو نہ پہچانے۔

پھر فرمایا: ہائے ہائے! لوگوں کو لمبی آرزوؤں نے مار ڈالا۔ قول ہے عمل نہیں، معرفت ہے، صبر نہیں، ایمان ہے یقین نہیں۔ کیا ہوا کہ میں لوگوں کو دیکھ رہا ہوں لیکن عقلیں نظر نہیں آتیں، شور تو سنتا ہوں لیکن کوئی انیس و غمخوار نہیں۔ وہ لوگ آئے پھر گئے، انھوں نے معرفت حاصل کی پھر منکر ہوئے، انھوں نے اپنے اوپر چیزیں حرام کیں، پھر انھیں حلال سمجھا، تم لوگوں کا دین ایسا ہے جیسے زبان کی چاٹ، جب پوچھا جائے کہ آپ کو یومِ حساب پر ایمان ہے؟ تو کہتا ہے کہ ہاں۔ مالکِ روز جزا کی قسم کہ جھوٹ بولتے ہو۔

مومن کے اخلاق: "مومن کے اخلاق میں سے یہ ہے کہ اس کے دین میں قوت ہو، اس کی نرمی میں ہوشیاری ہو، اس کے یقین میں ایمان، اس کے علم میں حلم اور حلم میں علم ہو، اس کی مہربانی میں دانائی ہو اور فقر و فاقے میں جمال و آرائش ہو، اس کی مالداری میں میانہ روی اور نفقے میں شفقت ہو، تھکے ماندے پر ترس کھائے اور حقوق کو ادا کرے، استقامت کے ساتھ انصاف کرے، جس سے ناراض ہو اس پر ظلم نہ کرے اور جس سے

(۲) الحسن، ص: ۹۸

محبت کرے اس کی مدد میں گناہ نہ کرے، نہ چغلی کھائے اور نہ غیبت کرے، نہ برائی کرے اور نہ بے کار کام کرے اور نہ لہو و لعب میں پڑے، نہ چغلی کرتا پھرے، جو چیز اس کی نہ ہو اُس

کے پیچھے نہ پڑے، جو حق اس کے ذمے ہو اس کا انکار نہ کرے، عذر میں حد سے تجاوز نہ کرے، اگر کسی کو درد پہنچے تو اس سے خوشی نہ ہوتی ہو، اگر کوئی نافرمانی کرے تو مسرت نہ ہوتی ہو، مومن اپنے نماز میں خشوع کرتا ہے اور اللہ کے ہاں جھکنے میں دوسروں سے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی بات میں ٹھنڈک اس کے صبر میں تقویٰ اور اس کی خاموشی میں سوچ کارفرما ہوتا ہے، وہ دیدۂ عبرت سے دیکھتا ہے، علما کے پاس بیٹھتا ہے تاکہ کچھ سیکھے اور خاموش رہتا ہے تاکہ سالم رہے، بولتا ہے تو اس لیے کہ کچھ فائدہ حاصل کرے، اگر نیکی کرے تو خوش ہو، اگر برائی کرے تو بخشش مانگے، اس سے کوئی ناراض ہو تو اسے منائے، کوئی اس سے بے وقوفی کرے تو حلم سے کام لے، اس پر ظلم ہو تو صبر کرے، اس کے ساتھ بے انصافی ہو تو وہ انصاف کرے، اللہ کے سوا اور کسی کی پناہ نہ لے اور سوائے اللہ کے کسی سے مدد نہ مانگے، مجمع میں باوقار اور تنہائی میں شکر گزار اور رزق پر قانع، اچھی حالت میں لوگوں کے بوجھ اٹھاتا ہے، مصیبت و تکلیف پر صبر کرتا ہے، اگر غافلوں کے ساتھ بیٹھک کرے تو ذاکرین میں سے لکھا جائے اور اگر ذاکرین کے ساتھ بیٹھ جائے تو توبہ مانگنے والوں میں سے لکھا جائے"۔

اور فرمایا:

اسی طرح یکے بعد دیگرے اصحاب رسول اٹھے، یہاں تک کہ وہ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں چلے گئے۔ اور اسی طرح تمھارے گزرے ہوئے نیک لوگ تھے، تمھارے ساتھ جو معاملہ بدل گیا یہ اس وجہ سے کہ تم خود بدل گئے، پھر یہ آیت تلاوت کی:

ِنّ اللّٰہَ لَایُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ وَ ِ ذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ وَمَا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّالٍ (۱) (۱) سورۃ الرعد، آیت : ۱۱

اور جب اللہ کسی قوم پر کوئی آفت لانے کا ارادہ کرلیتا ہے، تو اس کا ٹالنا ممکن نہیں، اور ایسے لوگوں کا خود اس کے سوا کوئی رکھوالا نہیں ہو سکتا۔

پھر امام حسن بصری نے فرمایا: اے اللہ ! اے ہمارے رب ،رب اور مولا! تو ہمارے نبی پر رحمت بھیج اور اس کے پاک اہل پر، اور ہم پر ان چیزوں کے ذریعے احسان کر جن سے آپ نے اپنے مخلص بندوں اور اپنے پرہیزگار دوستوں پر احسان کیا ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، اور ہر بھلائی میں مدد دینے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے، وہ بہتر آقا اور بہتر مددگار ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام مخلوقات کا رب ہے (۱)۔

زاہدانہ کلمات سے پہچان: جاحظ کہتے ہیں کہ ابو الحسن نے کہا: ایک شخص کو امام حسن بصری کا کلام پہنچتا تھا، یہی شخص طواف کر رہا تھا کہ ایسے میں ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا: ان لوگوں پر تعجب ہے جن کو زادِ راہ لینے کا حکم دیا گیا اور انھیں کوچ کرنے کی منادی دی گئی، تو کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ حسن بصری ہیں (۲)۔

امام حسن بصری کو اللہ تعالیٰ نے ایسی خصوصیات سے نوازا تھا، جن کی وجہ سے آپ کو اپنے معاصرین پر برتری حاصل تھی۔ آپ کی زبان فصیح اور تعبیر بلیغ تھی، حافظہ قوی اور دل بیدار تھا، ان عطیات خداوندی کے علاوہ آپ کو بلند زہد، پاکیزہ اخلاص، صاف روح، خالص

وجدان، لوگوں کے اصلاح کی فکر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں احساس ذمہ داری عطا کی گئی تھی۔ آپ کے مجالس میں ہزاروں سامعین شرکت فرماتے، جن میں علما، زاہدین، قرا، نحوی، ادیب اور خطیب حضرات ہوتے۔ آپ

(۱) الحسن، ص: ۱۰۴/۱۰۵/۱۰۶

(۲) البیان و التبیان، ج: ۲، ص: ۳۲۳

ہر اس موقع کو غنیمت جانتے جس میں دعوت وارشاد کے لیے کوئی راہ نکل آتی۔ اس لیے آپ دلوں کے گرمانے، آنکھوں سے آنسو بہانے، جذبات کو صیقل کرنے میں لگ جاتے۔ اسی طرح لوگوں کو اللہ کے سامنے کے کھڑے ہونے اور اس کا آمنا سامنا کی طرف رہنمائی کرتے۔ دنیا کی زیب وزینت اور اس میں شغل ومصروفیت کی حقارت پیدا کرتے، اپنے مواعظ میں آنحضرت ﷺ اور ان کی صحابہ رضی اللہ عنہم کے زہد کا ذکر کرتے۔ ایک دن آپ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے، جبکہ وہ اکھٹے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر آپ میں کوئی بھی پہلی صدی کے ان لوگوں کو دیکھتا جن کو میں نے دیکھا، ان سلف صالحین کو دیکھتا جن کی میں نے زیارت کی، تو وہ صبح وشام رنجیدہ ومغموم رہتا، اور جان لیتا کہ تم میں سے جو بہت محنتی ہیں وہ [ان کے مقابلے میں [کھیل کودوالے ہیں ، اور کوشش والے چھوڑنے والے ہیں۔ اگر میں اپنے نفس سے راضی ہوتا تو میں تم لوگوں کو وعظ کرتا، لیکن خدا ہی جانتا ہے میں اس سے راضی نہیں ، اس لیے میں اس سے بھی نفرت کرتا ہوں اور تم لوگوں سے بھی (۱)۔

امام حسن بصری اپنی پوری ہمت وطاقت سے اللہ تعالی کی ملاقات ان کے سامنے کھڑی ہونے اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے تیاری کرنے کی طرف متوجہ تھے۔آپ نے دنیا سے اتناہی لیا جس سے اپنی بھوک مٹاسکیں۔آپ ایک مخلص مومن، راست باز عامل تھے، اس لیے آپ کے مواعظ مقفل دلوں کو کھولتے تھے اور انھیں رشد ونیکی کی طرف لے جاتے تھے، گدلے پن والے عقلوں کی صفائی کرتے اور ایسے حضرات کو زہد وورع کی طرف کھینچ لاتے۔آپ معاشرے کے مزاج سے خوب واقف تھے، اس لیے موقع کی مناسبت سے کبھی اپنے مواعظ میں نرمی کرتے اور کبھی سختی برتتے، یہی صاحب بصیرت ناصح کا طریقہ ہوتا ہے۔ مالداروں کو ترغیب دلاتے کہ دنیا میں زہد اختیار کریں اور فقرا کو آمادہ کرتے کہ فقر وغربت پر صبر وثابت قدمی اختیار کریں۔

(۱) الحسن، ص: ۹۲

آپ کے مواعظ بہت زیادہ ہیں، ان میں سے چند کو جاحظ، ابن قتیبہ، فسوی، ابوحیان توحیدی، امام ابن جوزی، امام غزالی اور امام ابونعیم اصفہانی نے جمع کیا ہے(۱)۔

امام حسن بصری کی خطابت

آپ فن خطابت کے مردِ میدان تھے اور اس مدرسے کے سربراہ تھے، اس مدرسے کے طلبہ کے لیے آپ نے اپنی خطبات کا ایک وافر ذخیرہ چھوڑ دیا ہے۔

خطابت کا اعتراف: جاحظ کہتے ہیں: جہاں تک خطبات کا تعلق ہے تو ہم نہیں جانتے کہ اس میں حضرت امام حسن بصری سے آگے کوئی نکلا ہے(۲)۔

حجاج بن یوسف جو خود بڑے خطیب اور فصیح وبلیغ تھے، نے فنِ خطابت میں آپ کی امامت کااعتراف کیاہے، اور یہ اس وقت جب اس سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑے خطیب کون ہیں؟ تواس نے کہا: بصرہ کی جھونپڑیوں کے بیچ میں یہی کالی پگڑی والے (۳) ۔[ایسے قادرالکلام خطیب ہیں] کہ جب چاہیں خطابت کریں اور جب چاہیں خاموش ہو جائیں یعنی امام حسن بصری (۴)۔

خطبہ نکاح: آپ خطبۂ نکاح میں اللہ تعالیٰ کے حمد وثناکے بعد فرماتے : امابعد ! اللہ تعالی نے اس نکاح سے کئی رشتوں اور مختلف خاندانوں کو ملالیا، اسے اپنے دین کی سنت اور اپنے حکم کا ایک واضح طریقہ بنادیا اور فلاں نے آپ کو نکاح کا پیغام بھیجاہے اور اس پر اللہ تعالی کی طرف سے احسان ہے (۵) ۔وہ اتنا مہر دے رہاہے اس لیے اللہ سے بھلائی طلب کرو اور اچھی چیز لوٹاؤ، اللہ تعالی تم پر رحم کرے (٦)۔

(۱) البيان والتبيين،عيون الأخبار، المعرفة والتاريخ ،البصائر والذخائر، الحسن لابن الجوزي،إحياء علوم الدين، حلية الاولياء

(۲) البيان والتبيين

(۳) ایضا، ج: ۲، ص: ۲۸٦، ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱٦۱

(۴) البيان والتبيين، ج: ۱، ص: ۳۹۸

(۵) ایضاً، ج: ۲، ص: ۱۰۰

(٦) عيون الأخبار، ج: ۴، ص: ۷۳

چوتھی فصل

اقوالِ حسن بصری

امام حسن بصری کے بہت سے اقوال، وصایا اور نصائح ہیں، جو بکھرے موتیوں کی طرح زہد، سیرت، ادب اور تاریخ کی کتابوں میں ہیں۔ اگر انھیں ایک تالیف میں موضوعات یا حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کیا جائے، تو یہ ایک قابل قدر کاوش ہو گی۔ اس سے اِن پھولوں کا توڑنا آسان ہو جائے گا اور آثار صالحین کے جویاوؤں کے لیے اس کا نفع عام ہو جائے گا۔

ہم فائدے کی خاطر ان کے چند نمونے ذکر کرتے ہیں:

محبوب صرف اللہ ہے

فرمایا: جو اپنے رب کو پہچانے گا، اس سے محبت کرے گا اور جو غیر اللہ سے محبت کرتا ہے اس وجہ سے نہیں کہ اس کی نسبت اللہ سے ہے [بلکہ اپنی ذات کے لیے [تو یہ اس لیے کہ وہ جاہل ہے اور رب کی معرفت میں کوتاہ بین ہے۔ جہاں تک حب رسول علیہ السلام کی بات ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح علما اور متقی لوگوں کی محبت ہے؛ کیونکہ محبوب کا محبوب محبوب ہوتا ہے، اور ان سب کی محبت اصل کی محبت کو لوٹتی ہے، اور حقیقت میں اہلِ بصیرت کے ہاں سوائے اللہ کے اور کوئی محبوب نہیں، نہ ہی اس کے سوا کوئی محبت کا مستحق ہے (۱)۔

نبی کریم ﷺ کی تواضع: فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو لوگ آپ کو اور آپ کے حسب ونسب کو جانتے تھے، اللہ نے فرمایا: یہ میرے نبی

(۱) مختصر منهاجالقاصدين، ص: ۳۵۳

ہیں، یہ میرے پسندیدہ ہیں، آپ ان کی سنت اور راہ پر چلیں۔ خدا کی قسم! کہ بڑے بڑے تال صبح وشام کبھی بھی آپ پر پیش نہیں کیے گئے، نہ آپ تک جانے کے لیے دروازے بند کیے گئے، نہ آپ تک پہنچنے میں دربان حائل ہوئے۔ زمین پر تشریف رکھتے، آپ کا کھانا زمین پر ہی رکھا جاتا، موٹا جھوٹا کپڑا پہنتے، گدھے پر سواری کرتے، اپنے پیچھے دوسروں کو بٹھاتے اور [کھانے کے بعد] اپنی انگلیاں چاٹتے۔

بعض لوگوں کی غلط تاویلیں: فرماتے تھے: نبی کریم ﷺ کی سنت سے رُخ پھیرنے والے اور اُسے چھوڑنے والے کس قدر زیادہ ہیں۔ پھر کچھ اُکھڑ مزاج، فُسّاق، سود خور اور خیانت گر لوگ کہ ان کو میرے رب نے مصروف کیا ہے اور وہ ان سے بیزار ہے، ان کا خیال ہے کہ ان پر ان کے کھانے پینے میں کوئی قدغن نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے کمروں میں پردے لٹکائے اور ان کو مزین کیا اور کہتے ہیں:

قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِيۡنَةَ اللّٰهِ الَّتِىۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ (۱) اعراف آیت: ۳۲

کہو کہ آخر کون ہے جس نے زینت کے اس سامان کو حرام قرار دیا ہو جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے اور اسی طرح پاکیزہ رزق کی چیزوں کو۔

اور اس سے وہی معنی مراد لیتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا ہے۔ یہ تو اللہ نے اولیاے شیطان کے سلسلے میں کہا ہے۔ زینت تو یہ ہے کہ اس کی پشت پر سوار ہو اور طیبات وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کی پیٹوں میں بنایا ہے، ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا قصد کرتا ہے، پھر ان نعمتوں کو اپنے پیٹ، شرمگاہ اور کندھے کا کھیل کو دبنالیتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے کہ اپنے بندوں کو جو چاہتے عطا کرتے، تو ان کے لیے سب چیزیں مباح کرتے، لیکن اس کے بعد یہ فرمایا:

وَّكُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا‌ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ (۲) اعراف آیت: ۳۱

کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی مت کرو، یاد رکھو کہ اللہ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

سوجو اللہ تعالی کی نعمت اوراس کے لقمے کو لے تو اسے خوب سیر ہو کر کھائے لیکن جو اسے اپنے پیٹ، شر مگاہ اور اپنے کندھے پر کھیل کود کا سامان بنالیتا ہے تو در حقیقت وہ انھیں اپنے اوپر روز قیامت کو وبال بناتا ہے (۱)۔

آنکھیں کھولو: فرماتے تھے: جنھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو انھوں نے ان کو صبح وشام دیکھا، آپ نے کبھی ایک اینٹ دوسری اینٹ پر اور ایک بانس دوسر بانس پر نہیں رکھا۔ ان کے لیے جھنڈے کو اٹھایا گیا تو انھوں نے اس کے لیے پائنچے چڑھا لیے، تیز جو تیز یتر چلو جلدی کرو، جلدی کرو، کہاں تم پھنس رہے ہوں؟ حالانکہ تمھارے بہترین لوگوں کو جلدی اٹھالیا گیا اور تمھارے نبی اس دنیا سے لے جائے گئے، اور تم روز بروز پستیمیں گرتے چلے جارہے ہو، آنکھیں کھولو، آنکھیں کھولو (۲)۔

مدح صحابہ

صحابہ کا راستہ اپناؤ: آپ نے اصحاب رسول کا ذکر فرماتے ہوئے کہا: وہ اس امت کے سبب سے زیادہ نیک دل، گہرے علم والے اور کم تکلف والے تھے۔ یہ ایسے لوگ تھے جنھیں اللہ تعالی نے اپنے نبی کی صحبت کے لیے چنا۔ اس لیے تم ان جیسے اخلاق اور ان جیسا راستہ اپناؤ؛ کیونکہ ربّ کعبہ کی قسم! وہ سیدھی راہ ہدایت پر تھے (۳)۔

صحابہ کی سیرت: بعض لوگوں نے آپ سے کہا: ہمیں اصحاب رسول اکا حال بیان کیجیے۔ آپ رونے لگے، پھر فرمایا: ان کی پیشانی، صورت و سیرت اور سچائی سے خیر کی علامات ظاہر

تھیں، لباس کے کھردرے پن سے میانہ روی ٹپکتی، ان کا چلنا تواضع سے تھا، ان کا قول عمل کے ساتھ تھا، کھانا پینا پاکیزہ رزق سے تھا، ان کا ان کا جھکنا اپنے رب کی اطاعت میں

(۱)حلیۃالأولیاء، ج: ۲، ص: ۱۵۳/۱۵۴

(۲) ایضاً، ج: ۲ص: ۱۵۴

(۳)ذم التأویل، ص: ۹۷، یہ روایت ابن مسعود سے بھی منقول ہے۔

تھا۔اوراپنی پسندیدہ وناپسندیدچیزوں میں حق کے سامنے سر تسلیم خم کرتے، ان کو خالق کی رضامندی میں مخلوق کی خفگی پسند تھی، نہ وہ غصے میں حد سے تجاوز کرتے، نہ ظلم کے بدلے میں بے انصافی کرتے، نہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کرتے، انھوں نے اپنی زبانوں کو ذکر سے مشغول رکھا، جب اُن سے مدد طلب کی گئی، تو انھوں نے اپنا خون دیا۔ جب ان سے قرض کا مطالبہ کیا جاتا تو وہ اپنے اموال خرچ کرتے۔ ان کے اخلاق اچھے تھے، ان کا بوجھ ہلکا تھا، آخرت کے لیے ان کو تھوڑی سی دنیا کافی تھی (۱)۔

صحابہ کا زہد اور سادگی: فرمایا: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ جن میں سے کسی کے لیے اپنے گھر میں کوئی کپڑا نہیں سمیٹا گیا، نہ اس کے گھر میں کھانا بنانے کا کبھی حکم ہوا، اور نہ اس کے اور زمین کے درمیان کے کسی اور چیز کو حائل بنایا گیا، اور ان میں سے بعض کہتے: مجھ اس کی خواہش ہے کہ میں پکی اینٹ جیسی کسی چیز کا لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالوں ۔ حالانکہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پکی اینٹ پانی میں تین سو سال کے لیے باقی رہتی ہے (۲)۔

صحابہ کی شب بیداری اور آہ وزاری: فرمایا: میں نے اس امت کے پہلے زمانے میں ایک ایسی قوم کو دیکھا کہ جب رات کی تاریکی ہوتی تو وہ اپنے پہلوؤں کے بل کھڑے ہوتے، اپنے چہروں کو فرش بناتے، ان کے آنسو ان کے گالوں پر بہتے، اپنے مولا سے اپنے گردنوں کے چھڑانے کے لیے سرگوشی کرتے، جب نیک عمل کرتے تو خوش ہوتے، اور اللہ سے اس کی قبولیت کی دُعا کرتے۔ جب برا عمل کرتے تو اس سے خفا ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے بخشش طلب کرتے (۳)۔

باعمل داعی: فرماتے: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، جو سب سے بڑھ کر امر بالمعروف کرتے اور سب سے بڑھ کر خود اس پر عمل کرتے، سب سے زیادہ نہی عن المنکر کرتے، لیکن خود اس سے سب سے زیادہ بچتے، اور ہم ایسے لوگوں کے درمیان میں بھی رہے، جو

(۱) حلیۃ الاولیاء، ج: ۲، ص: ۱۵۰

(۲) حلية الأولياء، ج: ۲، ص: ۱۴۶، ج: ۶، ص: ۲۶۹

(۳) البيان والتبيين، ج: ۳، ص: ۱۳۶

لوگوں کے تو سب سے زیادہ امر بالمعروف کرتے ہیں لیکن سب سے زیادہ خود عمل کرنے سے دور رہتے ہیں، سب سے بڑھ کر لوگوں کو بُرائی سے منع کرتے ہیں لیکن خود ہی اس میں سب سے پڑنے والے ہیں، ان لوگوں کے ساتھ زندگی کیسے بسر کی جاسکتی ہے؟ (۱)۔

دنیاکے آنے جانے کی بے پرواہی: فرمایا: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ جو دنیاان کے سامنے آتی، اس پر خوش نہیں ہوتے تھے اور جوان سے پیچھے رہ جاتی، اس سے رنجیدہ نہیں ہوتے (۲)۔

صحابہ اور بعد کے لوگوں میں فرق: فرماتے: آپ سے پہلے کچھ ایسے لوگ تھے، جن کے دل نرم تھے اور کپڑے موٹے تھے اور تمھارے کپڑے توان سے بارک اور رقیق ہیں، لیکن تمھارے دل اُن سے موٹے ہیں (۳)۔

نیکیوں کی مردودیت خوف: فرمایا: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اپنے اچھائیوں کے مردود ہونے سے ڈرتے تھے، اس سے زیادہ جتنا کہ تم اپنے برائیوں پر عذاب ملنے سے نہیں ڈرتے (۴)۔

سائل کو نامراد نہ لوٹانے کی تاکید: فرمایا: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھاہے جو اپنے اہل کوتاکید کرتے کہ وہ کسی سائل کو محروم نہ کریں، اوراس کو نامراد نہ لوٹائیں (۵)۔

عافیت وشدت میں قربت: فرماتے تھے: اے لوگو! ہمیں کیاہے کہ عافیت کی حالت میں ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں، لیکن جب آفت پڑتی ہے توہم جدا ہوجاتے ہیں، اصحاب رسول ائواس طرح نہ تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ان کی مخالفت کی پناہ مانگتے ہیں (٦)۔

(۱)حلية الأولياء،ج: ۲،ص: ۱۵۵

(۲) ایضاً،ج: ٦، ص: ۲۷۰

(۳)البيان و التبيين،ج: ۳،ص ۱۷۰،ابن الجوزی،الحسن،ص: ۱۰۳

(۴)البیان و التبیین،ج: ۳،ص: ۱۵۵

(۵)الحسن،ص: ۳

(٦)ایضاً

صحابہ نے امانت ادا کردی: فرماتے تھے: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ دنیا جن کے پاس امانت تھی، یہاں تک کہ ان کو لوٹا دیا، جنھوں نے ان کے پاس اسے امانت کے طور پر رکھا تھا۔ پھر وہ بغیر کسی بوجھ کے ہلکے پھلکے چل دیے (۱)۔

صحابہ کی زیارت کا اثر: فرماتے: بخدا! اگر تم میں سے کوئی بھی قرنِ اول کے ان لوگوں کو دیکھتا جن کو میں نے دیکھا، ان سلف صالحین کو دیکھتا، جن کی زیارت میں نے کی، تو وہ صبح وشام رنجیدہ ومغموم رہتا۔

بگاڑ کے خوف سے حلال سے اجتناب: فرماتے تھے: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جن میں سے کسی کو حلال چیز پیش کی جاتی لیکن وہ کہتا: مجھے اس کی ضرورت نہیں، ہمیں ڈر ہے کہ یہ ہم میں بگاڑ پیدا نہ کردے (۲)۔

ایثار وقربانی: فرماتے: ہم اپنے درمیان اس شخص کو بخیل سمجھتے جو اپنے بھائی کو قرض دراہم دیتا، اس لیے ہم باہمی معاملہ شرکت اور ایثار سے کرتے تھے۔ خدا کی قسم! میں نے اپنے دیکھے ہووں میں ایسوں کو بھی دیکھا جو اپنا ازار تک پھاڑ دیتے اور اس کا آدھا اپنے بھائی کے لیے قربان کرتے اور جو بچا ہوتا وہ اس کے لیے ہو جاتا۔

دوسروں سے ثواب کمانا: "تم سے پہلے جب کوئی روزہ رکھتا، تو جب افطاری کے وقت اس کا گذر اپنے کسی بھائی کے ہاں سے ہوتا تو کہتا: میں نے صرف اللہ کے لیے اس دن کا روزہ رکھا اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ اگر اللہ تعالی اسے قبول کرے، تو اس میں آپ کا بھی حصہ ہو۔ اس لیے اپنے کھانے کی کوئی چیز لاؤ۔ دوسرا اس کے پاس آتا جو پانی، کھجور وغیرہ میسر ہوتا لے کے آتا اور وہ افطاری کرتا اور اس سے غرض یہ ہوتی کہ دوسرے سے اجر کمائے، اگرچہ وہ اس کے کھانے سے مستغنی ہوتا" (۳)۔

کھانے کی چیزوں میں ایثار: امام حسن فرماتے ہیں: واللہ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا اور ایسی جماعتوں کی صحبتیں اٹھائیں کہ ان میں ایک آدمی شام کرتا، اس حالت میں کہ اس کے پاس اتنا کھانا ہوتا جو اس کے لیے کافی ہو جاتا۔ اگر چاہتا تو وہ اسے کھا بھی سکتا تھا، لیکن وہ کہتا: اللہ کی قسم! میں یہ سارا کھانا اپنے پیٹ میں نہیں ڈالوں گا، یہاں تک کہ اس کا بعض

(۱) الحسن، ص: ۵۲

(۲) ایضا، ص: ۱۰۴

(۳) ایضا، ص: ۲۲

حصہ اللہ کے لیے صدقہ کردوں؛ اس لیے وہ بعض حصہ کھانے کا صدقہ کردیتا (۱)۔

صحابہ کے سامنے دنیا کی حیثیت: فرمایا: واللہ! ہم نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا اور ایسے ٹولیوں کے پاس بیٹھے کہ جن کو اس بات کی پرواہ نہ تھی کہ دنیا میں صبح ہے یا شام؟ قسم ہے اس اللہ

کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ دنیا ان کے ہاں اس مٹی سے بھی زیادہ ذلیل تھی جس پر لوگ چلتے ہیں (۲)۔

مال وراثت کو ٹھکرانا: فرمایا: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کسی کو وراثت کا بڑا مال ملتا، اور قسم ہے کہ وہ بڑی شدید تنگی میں ہوتا، لیکن پھر بھی وہ اپنے بھائی سے کہتا: اے بھائی! مجھے خوب معلوم ہے کہ یہی میراث ہے اور یہ حلال ہے، لیکن مجھے اس کا ڈر ہے کہ وہ مال میرے دل و عمل کو بگاڑ نہ دے؛ اس لیے یہ آپ کا ہوا، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، پھر ہمیشہ کے لیے اس سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے، حالانکہ اس پر بڑی شدید تنگی ہوتی تھی (۳)۔

فرمایا: ان میں سے کوئی اپنی پوری عمر بڑی شدید تنگدستی کی حالت میں گزارتا، حالانکہ حلال مال اس کے پاس ہی ہوتا، اس سے کہا جاتا کہ آپ اس مال سے کچھ لیتے کیوں نہیں؟ تو وہ جواب دیتا: نہیں! اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا، مجھے اس کا خوف ہے کہ اگر میں اس کی طرف آیا اور اس سے کچھ لیا تو اس سے میرے دل و عمل میں بگاڑ پیدا ہوگا (۴)۔

نابینا شاگرد کو وصیت

حمزہ اعمیٰ فرماتے ہیں: مجھے میری ماں حضرت حسن کے پاس لے گئی اور کہا: اے ابو سعید!

(۱)حلية الأولياء، ج:٦، ص: س۲۷۲

(۲)ایضاً

(۳)ایضاً، ج:٦، ص: ۱۴٦

(۴) ابن رجب حنبلی،جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثًا من جوامع الكلم، ص: ۲۸۳، [دار المعرفة، بیروت]

یہ میرا بیٹا ہے میں چاہتی ہوں یہ آپ کے پاس رہے، شاید اللہ تعالیٰ اس کو آپ کی وجہ سے نفع دے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی مجلس میں آتا جاتا تھا، تو ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! آخرت کی بھلائی کا ہمیشہ غم کرو، شاید یہ آپ کو اللہ کی طرف پہنچادے، رات دن کی گھڑیوں میں تنہائی میں رویا کرو، شاید آپ کا مولا آپ کی طرف توجہ کرے اور آپ کے آنسوؤں پر ترس کھائے تو آپ کامیاب ہوں، کہتے ہیں: کہ میں حضرت حسن کے گھر جاتا تو آپ روتے۔

رونا رحمت کا سبب ہے: اکثر میں جب آتا تو آپ نماز کی حالت میں ہوتے۔ میں آپ کے آہ وبکا اور گریہ وزاری کی آواز سنتا، ایک دن اُن سے پوچھا: آپ بہت زیادہ روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! مومن اگر روئے نہ تو کیا کرے۔ اے میرے بچے! آہ وبکا تو رحمت کا سبب ہے، اگر آپ کے بس میں ہو کہ پوری زندگی روتے ہوئے گزار دیں تو ایسا ہی کریں۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، تو اس وقت آپ کو جہنم سے چھٹکارا ملے۔

موت کی حقیقت: اور فرمایا: موت تو صرف دار آخرت میں داخلے کا نام ہے، پھر وہاں یا تو جنت ہے یا جہنم، وہاں تیسری جگہ کوئی نہیں۔

خشیت الٰہی سے رونا: فرمایا: ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت سے رونے والے کی آنسوؤں کا کوئی قطرہ ابھی گرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی گردن کو جہنم کی آگ سے چھڑا لیتے ہیں۔ فرمایا: اگر کوئی رونے والا اللہ کی خشیت سے کسی مجمعے میں روئے تو سارے مجمع پر رحم

ہو جائے۔ جتنے بھی اعمال میں ان کو تولا جائے، مگر صرف اللہ تعالی کے خوف سے رونا کہ اللہ آنسوؤں کے برابر کسی چیز کو نہیں گردانتے۔

فرمایا: کوئی بندہ روتا نہیں مگر یہ کہ اس کا دل اس پر سچ یا جھوٹ کی شہادت دیتا ہے(۱)۔

عام لوگوں کو نصائح

فرمایا: اے ابن آدم ! آپ کا عمل عمل ہے، یہی تو آپ کا گوشت اور خون ہے؛ لہٰذا تو دیکھ کہ کس طرح تو اپنا عمل کرتا ہے۔ اہل تقویٰ کے کچھ علامات ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ بات کی سچائی، ایفاے عہد، صلہ رحمی، کمزوروں پر ترس کھانا، فخر و تکبر سے دوری،

(۱) البداية و النهاية، ج: ۹، ص: ۲۶۹/۲۷۰

نیکی کرنا، لوگوں کے سامنے فخر ومباہات کم کرنا۔

فضل الٰہی: امام حسن بصریفرماتے ہیں: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کتاب اللہ میں ہے: اے ابن آدم! دو چیزیں ایسی ہیں جو میں نے آپ کو عطا کی، لیکن وہ آپ کی تھی نہیں۔ مال، یہ معروف طریقے سے وصیت، حالانکہ وہ [میراث کے راستے[دوسرے کی ملک بن چکا ہے۔اور آپ کے حق میں مسلمانوں کی دعا، حالیکہ آپ ایک ایسی منزل میں ہوتے ہیں، جہاں پر نہ تو آپ کسی گناہ سے رجوع کرکے رضاے الٰہی حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی نیکیوں میں اضافہ کر سکتے ہیں (۱)۔

قاریوں کے اقسام: فرمایا: قرآن کے قاریوں کی تین اقسام ہیں: ایک شخص تو وہ ہے جو قرآن کو پڑھے اور پھر اس کو تجارت کا ذریعہ بنائے۔ بادشاہ اس قرآن کی وجہ سے اُس کی عزت کریں اور وہ خود اس کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں۔ دوسرا بندہ وہ ہے جو قرآن کو پڑھے تو اس کے حروف کو ٹھیک ٹھیک ادا کرے، لیکن اس کے حدود [اوامر ونواہی] کو ضائع کردے۔ ایسے قاری بہت زیادہ ہیں۔اللہ ان کو زیادہ نہ کرے۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو قرآن کو پڑھ لیتے ہیں، پھر اس کو اپنے دل کے مرض کی دوائی بناتے ہیں، اس کی وجہ سے راتوں کو جاگتے ہیں اور اس کی وجہ سے دن کو پیاسے رہتے ہیں [یعنی روزے رکھتے ہیں] اور نمازوں میں کھڑے رہتے ہیں ،یہی وہ لوگ ہیں ، جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مصیبتوں کو ٹالتے ہیں، دشمنوں سے چھٹکارا دلاتے ہیں، اور آسمان سے بارش برساتے ہیں۔ درحقیقت یہ قُرا کبریتِ احمر [سونے] سے بھی زیادہ نادر و نایاب ہیں (۲)۔

(۱) السیوطی، شرح الصدور، ص:۱۱۱ [موسسۃ الایمان، بیروت، ط:۱، ۱۴۰۴ھ]

(۲)کنز العمال،ج:۱،ص: ۶۳۴،عیون الأخبار،ج:۲،ص: ۱۳۲

ذکر اللہ کی فضیلت: امام حسن بصری فرماتے ہیں: بارگاہِ الٰہی میں پسندیدہ اور محبوب لوگ وہ ہیں، جو اس کو بہت یاد کرتے ہیں اور اُن کے دل تقویٰ سے بھرپور ہوتے ہیں (۱)۔

بستر پر ذکرِ خدا: آپ نے فرمایا: جو بھی مسلمان اپنے بستر پہ لیٹنے کے لیے جاتا ہے، پھر بستر پر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، تو اس کا بستر خانۂ خدا بن جاتا ہے، اور اللہ کے یہاں وہ ذاکرین میں لکھا جاتا ہے (۲)۔

دنیا سے بے رغبتی: حضرت امام فرماتے ہیں: دُنیا سے بے رغبتی دل اور بدن دونوں کے لیے راحت بخش ہے(۳)۔

زاہدین کی فضیلت: فرماتے تھے: قیامت کے دن سارے لوگ برہنگی کی حالت میں اٹھائے جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جو دُنیا میں زہد والے تھے(۴)۔

اصلی زاہد: امام حسن بصری کے ہاں لوگوں نے زہد کا ذکر چھیڑا۔ گفتگو کے دوران بعض حضرات نے کہا: زہد یہ ہے کہ آدمی اچھا لباس نہ پہنے۔ بعض نے کہا: کہ اچھا کھانا نہ کھائے۔ بعض نے دوسری اشیا کا ذکر کیا۔ امام حسن بصری نے فرمایا: تمھیں کچھ بھی پتا نہیں! زاہد وہ ہے جو کسی کو دیکھے، تو کہے وہ مجھ سے افضل ہے(۵)۔

تہجد والوں کے چہرے کیوں خوبصورت ہوتے ہیں: ایک دن ایک شخص نے آپ سے کہا: اے ابو سعید! کیا وجہ ہے جو لوگ تہجد گزار ہوتے ہیں، اُن کے چہرے لوگوں میں سب

(۱)جامع العلوم والحکم، ص:۴۱۷

(۲)الحلیۃ، ج:۶، ص:۱۷۱

(۳)جامع العلوم والحکم، ص:۲۷۲

(۴)ابن الجوزی، الحسن، ص:۵۴

(۵)الحلیۃ، ج:۶، ص:۳۱۴، جامع العلوم والحکم، ص:۲۷۵

سے زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں؟آپ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں نے رحمان سے خلوت کی، اس لیے اُس نے ان کو اپنی نور کا لباس پہنایا، جو اب ان کے چہروں پر ظاہر ہوتا ہے (۱)۔

تہجد مسلمانوں پر فرض ہے: فرماتے تھے: تہجد کی نماز مسلمانوں پر فرض ہے، اگرچہ ایک بکری کے دوہنے میں جتنا وقت لگتا ہو، اتنا ہی کیوں نہ ہو یا ایک اونٹنی اور دوسری اونٹنی کے دوہنے میں [تھوڑا سا] جو وقفہ ہو اس کے برابر ہی کیوں نہ ہو (۲)۔

محرومی: فرمایا کرتے: جب تمھیں قیام اللیل کی قدرت نہ ہو اور دل کو روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو، تو سمجھو کہ تم محروم ہوگئے ہو۔ گناہوں اور خطاکاریوں نے تمھارے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی ہیں (۳)۔

شب کی عبادت: آپ فرماتے تھے: میں نے عبادات میں رات کے درمیان نماز پڑھنے سے زیادہ سخت کوئی چیز نہیں دیکھی۔ بے شک یہ پرہیزگار لوگوں کا شیوہ ہے (۴)۔

برائی کی علامت: ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا: اے ابوسعید! مجھے قیام اللیل نہ تھکا دیا، اب مجھ میں اس کا یارا نہیں۔ آپ نے فرمایا: اے بھتیجے! اللہ تعالی سے توبہ واستغفار کر، یہ تو بُرائی کی علامت ہے (۵)۔

نیک لوگوں کی علامات: آپ فرماتے تھے: نیک لوگوں کے کچھ علامات ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ بات سچی کرتے ہیں، امانت ادا کرتے ہیں، وعدہ پورا کرتے ہیں، فخر و تکبر نہیں کرتے، صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں پر ترس کھاتے ہیں، نیکی کرتے ہیں،

ان کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں، وسیع حلم والے ہوتے ہیں، علم کو پھیلاتے ہیں اور عورتوں کے پاس کم بیٹھتے ہیں (٦)۔

(١)ابن الجوزی،الحسن، ص:١٨،عیون الأخبار ،ج:٢،ص:٣٠٠،العقد الفرید،ج:٣،ص:١٩٧

(٢)ایضاً، ص: ١٣

(٣)ایضاً، ص: ١٤

(٤)ایضاً، ص: ١٣

(٥)ایضاً، ص: ١٤

(٦)ایضاً، ص: ٢٣

اللہ پر توکل

امام حسن بصری نے فرمایا: بندے کا اپنے رب پر توکل یہ ہے کہ وہ یہ جان لے وہی اس کا بھروسا ہے(١)۔

آپ نے فرمایا: عزت ومالداری توکل کی تلاش میں سرگردان پھرتی رہتی ہے۔ اس لیے جب وہ [توکل کو] پالیتی ہیں، تو اُسے اپنی رہائش گاہ بنالیتی ہیں۔ پھر آپ نے یہ اشعار کہے:

يجول الغنىٰ والعزُّ في كلِّ مَوطنٍ   ليستوطِنا قلبَ امرئٍإن توَكّلا

ومن يتوكل كان مولاهحسبهوكانلهفيمايحاولمعقلاً

إذا رضيتَ نفسي بمقدور حظهاتعالّتوكانتأفضلالناسمنز لا (۲)

(۱) مالداری اور عزت ہر جگہ سر گردان پھرتی ہیں، تاکہ وہ ایسے شخص کے دل میں جگہ بنالے جو توکل کرتا ہے۔

جو توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور وہ جن کاموں کی کوشش کرتا ہے اس میں اس کے لیے پناہ گاہ بن جاتا ہے۔

جب میرا نفس اپنے نصیب کے حصے پر راضی ہو جائے تو وہ بلندی کی انتہاتک پہنچ جائے گا، اور لوگوں میں سب سے اونچے مرتبے والا ہو جائے گا۔

صبر کی فضیلت: آپ فرماتے ہیں: صبر جنت کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے۔ انسان ہر قسم کی بھلائی کو ایک لمحے کے صبر سے حاصل کر سکتا ہے (۳)۔

(۱)جامع العلوم والحکم، ص:۴۰۹

(۲)الحلیۃ، ص:۳۰۶/۳۰۵

(۳)ابن الجوزی، الحسن، ص: ۲۴

چیزوں کو پانے کا نسخہ: حضرت امام حسن بصری نے فرمایا: اے لوگوں! آپ جن چیزوں کو محبوب رکھتے ہیں، ان کو آپ صرف اس وقت پا سکتے ہیں، جب آپ خواہشات نفسانی کو چھوڑ دیں۔ اور جن چیزوں کے پانے کی آپ کو امید ہے، انھیں آپ تب پا سکتے ہیں، جب آپ اپنی ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کریں (۱)۔

صبر یا ہلاکت: آپ نے فرمایا: اے ابن آدم ! تم ضرور صبر کا دامن تھاموگے، ورنہ ہلاک ہو جاؤگے (۲)۔

صبر کی اقسام: فرمایا: صبر دو قسم پر ہے: ایک مصیبت کے وقت صبر کرنا، اور دوسرا گناہوں سے صبر کرنا، جو شخص بھی اس (گناہوں سے صبر پر) قادر ہو گیا تو وہ دو صبروں میں سے سب سے افضل کو پا گیا (۳)۔

صبر اللہ کا پسندیدہ عمل: فرماتے ہیں: دردناک مصیبت کی گھونٹ سے زیادہ کوئی گھونٹ اللہ تعالی کے ہاں پسندیدہ نہیں۔ مصیبت زدہ شخص اس کو صبر واستقامت کے ساتھ گھونٹ گھونٹ پیتا ہے۔ اسی طرح غصے کا گھونٹ ہے کہ بندہ اسے عفو وحلم کے ساتھ برداشت کرتا ہے (۴)۔

راہ معرفت میں بے صبری کا انجام: ارشاد ہے: اللہ تعالی ایسے شخص پر رحم کرے جو معرفت حاصل کرے، پھر صبر کرے، پھر اشیا کو آنکھوں سے دیکھے اور بصیرت حاصل کرے۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں، جنھوں نے معرفت تو حاصل کر لی، لیکن جزع وفزع نے اُن کی بصارت چھین لی، اس لیے نہ تو انھوں نے منزل مقصود کو پایا، اور نہ ان چیزوں کی طرف واپس ہو سکے جن کو چھوڑا تھا (۵)۔

غور وفکر کی فضیلت: امام حسن بصری فرماتے ہیں: [اللہ تعالی کی مخلوقات میں [ایک گھڑی غور وفکر ایک رات کی عبادت

(۱) ابن الجوزی، الحسن، ص: ۲۴

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً، ص: ۲۵

(۴) ایضاً

(۵) الحلیة، ج: ۲، ص: ۱۶۵

سے افضل ہے (۱)۔

مصافحہ کی فضیلت: امام حسن بصری فرماتے ہیں: مصافحہ محبت کو بڑھاتا ہے۔

کھانے کے آداب: آپ فرمایا کرتے تھے: کھانے میں بارہ خصلتیں ہونی چاہییں۔ ان میں سے چار فرض ہیں، چار سنت اور چار آداب ہیں۔

جو فرض ہیں ان میں سے بسم اللہ کہنا، پاکیزہ اور حلال کھانے کو طلب کرنا، موجودہ چیز پر رضامندی ظاہر کرنا اور نعمت کا شکر ادا کرنا ہے۔

جو سنتیں ہیں وہ یہ ہیں: دائیں پاؤں پر بیٹھنا، اپنے سامنے سے کھانا، داہنے ہاتھ کی تین انگلیوں سے لقمہ لینا اور انگلیوں کا چاٹنا۔

آداب یہ ہیں: کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا، چھوٹے نوالے لینا، اچھی طرح چبانا، اور کھانے والوں کے چیزوں کی طرف نہ دیکھنا (۲)۔

علم اور علما کی فضیلت: امام حسن بصری فرمایا کرتے تھے: اگر علم نہ ہوتا تو لوگوں چوپایوں کی طرح ہوتے (۳)۔فرماتے تھے: علم کا ایک باب سیکھنا مجھے دنیا ومافیہا سے زیادہ پسندیدہ ہے (۴)۔آپ کا ارشاد ہے: جو اللہ کی رضاکے لیے علم حاصل کرے، تو بہت جلد یہ اس کے

(۱)جامع العلوم والحکم،ص:۳۱۳

(۲)ابن الجوزی،الحسن،ص:۳۷

(۳)ایضا،ص:۲۹

(۴)الحلیۃ،ج:۶،ص:۲۷۱

خشوع، زہد اور تواضع میں نظر آنے لگے گا(۱)۔

علما کی مثال: فرماتے ہیں: علما کی مثال جاہلوں کے درمیان ایسی ہے جیسے مریضوں کے درمیان طبیبوں کی (۲)۔

حصول علم کا اجر: بیان فرماتے ہیں: آدمی علم کا ایک باب سنتا ہے، پھر اس پر عمل کرتا ہے، تو یہ اس کے لیے اس سے بھی بہتر ہے کہ پوری دنیا اس کی ہو اور وہ اُسے آخرت میں لگادے (۳)۔

مروت کیا ہے؟: امام حسن بصری فرماتے ہیں: آدمی کی مروت یہ ہے کہ اس کی زبان سچی ہو، اپنے ساتھیوں کا بوجھ اٹھائے، اپنے اہل زمانہ سے نیکی کرتا رہے، اور پڑوسیوں سے تکلیف دور کرے (۴)۔

ایک بار آپ سے پوچھا گیا مروت کیا ہے ؟آپ نے جواب دیا: مروت یہ ہے کہ آپ کسی سے طمع نہ کرے، تاکہ آپ ذلت نہ اٹھائیں، اور نہ کسی سے سوال کریں تاکہ آپ کامال کم نہ ہو (۵)۔آپ نے فرمایا: دین میں کمال بغیر مروت کے آہی نہیں سکتا(٦)۔

اچھے اخلاق: ایک شخص نے آپ سے اچھے اخلاق کے متعلق سوال کیا کہ وہ کیا ہیں ؟ توآپ نے جواب دیا: لوگوں سے نیکی کرنا، عفو ودر گزر اور برداشت سے کام لینا۔آپ نے فرمایا: شریف آدمی جب وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا کرتا ہے اور اس کے پورا کرنے میں جلدی کرتا ہے۔جب کہ کمینہ آدمی وعدہ کرتا ہے

(۱)الحسن لابن الجوزی، ص: ۳۵

(۲)ایضاً، ص: ۵۷

(۳)ایضا، ص: ۱۰۰

(۴)ایضاً، ص: ۲۱

(۵)ایضاً، ص: ۳۴

(٦)عیون الأخبار، ج:۱،ص: ۲۹۵

تو پورا کرنے میں ٹال مٹول کرتا ہے اور بات لمبی کرتا ہے۔آپ سے سوال کیا گیا سب سے بہتر اخلاق کون سے ہیں ؟آپ نے جواب میں فرمایا: جودوسخااور سچائی (۱)۔

خاموشی اور کم گوئی کی فضیلت

حضرت امام حسن بصری نے فرمایا: بھلائی کی بات کرنا خاموش رہنے سے افضل ہے اور خاموشی برائی کی بات کرنے سے بہتر ہے (۲)۔

آپ نے فرمایا: عقلمند آدمی کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہوئی ہے، اس لیے جب وہ بات کرنے کا ارادہ کرتا ہے، تو غور و فکر سے کام لیتا ہے۔ اگر بات کرنے میں فائدہ ہو، تو کرلیتا ہے اور اگر نقصان ہو، تو خاموشی اختیار کرلیتا ہے۔ جبکہ جاہل کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔ جب بھی وہ بات کا ارادہ کرتا ہے، تو اُسے کر گزرتا ہے (۳)۔

قناعت کی ترغیب: امام حسن بصری فرماتے ہیں: اے ابن آدم! آپ اپنی مدتِ اجل سے آگے بڑھ نہیں سکتے، نہ ہی اپنے تمام امیدوں کو پا سکتے ہیں، نہ آپ کا رزق آپ سے چھینا جاسکتا ہے اور نہ وہ رزق آپ کو مل سکتا ہے جو آپ کی تقدیر میں نہ ہو۔ تو کیوں کر اپنے آپ کو [رزق کی تلاش میں] مار رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے ابنِ آدم! جو رزق تمھارے لیے کافی ہو، اگر وہ آپ کے لیے کافی نہ ہو جائے، تو پھر کوئی ایسی چیز نہیں، جو آپ کے لیے کافی ہو۔ اور اگر یہ آپ کے لیے کافی ہو جائے، تو پھر دنیا کا تھوڑا سا حصہ بھی آپ کے لیے کافی ہے (۴)۔

(۱) الحسن، ص: ۲۶

(۲) البیان و التبیین، ج: ۲، ص: ۱۱۳

(۳) الحسن، ص: ۳۰

(۴) البیان و التبیین، ج: ۳، ص: ۱۳۶

نیک عمل میں جلدی کرو: فرماتے ہیں موت کے آنے سے پہلے نیک عمل میں ایک دوسرے سے بڑھنے میں جلدی کرو، کیونکہ تمھیں ان اعمال کا بدلہ ملے گا جو تم کر گزرے، نہ کہ ان کا جن کو تم چھوڑ بیٹھے۔آپ نے فرمایا: روزہ رکھو، اس سے پہلے کہ آپ پر ایسے دن آجائیں جس میں آپ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، گویا آپ کو پیاس ہو لیکن آپ سیر نہ ہوں، اور آپ سیر ہوں لیکن آپ کو پیاس نہ ہو (۱)۔

اعمال پر نظر رکھو: آپ نے ارشاد فرمایا: آپ لوگوں کی مدتِ عمر کم ہوتی جا رہی ہے، آپ کا عمل اللہ کے پاس محفوظ ہو رہا ہے۔ موت آپ کی گردنوں میں [اپنا پھندا ڈالے ہوئے] ہے، جہنم آپ کے سامنے ہے، اور خدا کی قسم! تم نہیں دیکھ رہے کہ وہ چلا جائے گا۔ اس لیے ہر دن رات کو اللہ تعالیٰ کے فیصلے کی توقع رکھو اور چاہیے کہ آدمی ان اعمال پر نظر رکھے، جو اس نے اپنے آپ کے لیے آگے بھیجے ہیں (۲)۔

عیادت کے آداب: امام حسن بصری فرماتے ہیں: جب آپ کسی آدمی کے پاس جائے اور وہ مر چکا ہو، تو آپ اُسے خوشخبری دیں، کہ وہ اپنے مالک سے مل رہا ہے اور یہ اس کے ساتھ حسنِ ظن ہے، اور جب وہ زندہ ہو تو پھر اس کو ڈراؤ (۳)۔

مسلمانوں کی مدد: امام حسن بصری فرماتے ہیں: میں اپنے ایک بھائی کی حاجت برآری کروں ، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ایک سال اعتکاف کروں (۴)۔

(۱) العقد الفرید، ج: ۳، ص: ۱۸۳

(۲)الحلية،ج:٦،ص:۱۷۲

(۳)العقد الفريد،ج:۳،ص:۲۲۸

(۴)عيون الأخبار،ج:۳،ص:۱۷۵،العقد الفريد،ج:۱،ص:۲۳۴،الحسن،ص:۲۳

دوسروں کی مدد کی ترغیب کا ایک واقعہ: امام حسن بصری نے اپنے اصحاب میں سے چند لوگوں کو ایک آدمی کی کسی ضرورت پوری کرنے کے لیے بھیجا، اور اُن سے کہا: ثابت بنانی کے پاس سے گزرو، تو اُن کو بھی ساتھ لے کے جاؤ۔ پھر وہ حضرت ثابت کے پاس آئے۔انھوں نے کہا: میں تو اعتکاف میں بیٹھا ہوا ہوں۔ وہ لوگ امام حسن بصری کے ہاں واپس ہوئے اور اُن سے صورتِ حال بیان کر دی۔آپ نے فرمایا: ان [حضرت ثابت بنانی] سے کہہ دو کہ اے چندھیائی ہوئی نظروں والے ! کیا آپ کو یہ نہیں معلوم کہ اپنے مسلمان بھائی کی حاجت کے لیے جانا آپ کے لیے کئی حج کرنے سے بہتر ہے۔وہ حضرت ثابت بنانی کے پاس واپس گئے اور ان کو حضرت حسن بصری کی بات بتادی۔ انھوں نے اعتکاف کو چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ چلے گئے (۱)۔

زکات وصدقات کی ترغیب: ایک دیہاتی سائل حضرت حسن بصری کے پاس آیا۔آپ نے فرمایا: اللہ تعالی اس بندے پر رحم کرے جو مالداری کی حالت میں دیا کرے، بقدرِ ضرورت مال ہونے کی صورت میں دوسروں سے غمخواری کرے اور جب اُس کے پاس مال کی کمی ہو تو وہ ایثار وقربانی سے کام لے اور فرمایا: معروف حدیث ہے: زکات دے کر اپنے مالوں کی حفاظت کرو اور مصیبت کی موجوں کو دُعا سے روکو (۲)۔

تواضع کیا ہے؟: آپ سے تواضع کے بارے میں پوچھا گیا۔آپ نے فرمایا: تواضع یہ ہے کہ آپ گھر سے نکلیں، تو جس کسی سے بھی ملے اُسے اپنے آپ سے بہتر سمجھے (۳)۔

حکیمانہ جواب: ایک آدمی نے امام حسن بصری کو بُرا بھلا کہا اور اس میں حد سے تجاوز کیا۔ آپ نے اس سے کہا: جہاں تک آپ کی بات ہے تو آپ نے تو [میری برائیوں میں سے] کوئی چیز نہیں چھوڑی، لیکن جن کا علم

(۱) جامع العلوم والحکم، ص: ۳۲۱

(۲) البیان و التبین، ج: ۳، ص: ۲۷۰

(۳) العقد الفرید، ج: ۲، ص: ۲۵۹

اللہ کو ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں (۱)۔

ڈر اور امید: حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ڈر اور امید دونوں مومن کی سواریاں ہیں (۲)۔آپ نے فرمایا ہے: تعجب ہے اس شخص پر جو عذاب سے ڈرتا ہے، لیکن گناہ سے نہیں رُکتا، اور جو ثواب کی امید رکھتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا (۳)۔

ڈر امید پر غالب ہونا چاہیے: فرماتے ہیں: [اللہ تعالی کے عذاب سے] مطمئن ہونے تک ڈرنا بہتر ہے، اس سے کہ تو مطمئن رہے، یہاں تک کہ تجھے ڈر آ جائے۔ فرماتے: ضروری ہے کہ ڈر امید پر غالب ہو؛ کیونکہ امید جب ڈر پر غالب آ جاتا ہے، تو دل میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے (۴)۔

ڈرانے والا بہتر ہے: امام حسن بصری نے مغیرہ بن مخارش تمیمی سے فرمایا: جو تجھے (عذابِ الٰہی سے) ڈرائے، یہاں تک کہ تو اس سے امن میں ہو جائے، وہ آپ کے لیے اس شخص سے بہتر ہے جو آپ کو اطمینان دلائے، یہاں تک کہ آپ کا سامنا ڈر سے ہو جائے (۵)۔

رنج و غم لمبا ہونا چاہیے: حضرت حسن بصری فرماتے تھے: جو یہ جانتا ہو کہ موت اس کا ٹھکانا ہے، قیامت اس کا مقررہ وعدہ ہے، اور خدا کے سامنے کھڑا ہونا اس کی اجتماع گاہ ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا رنج و غم لمبا ہو (۶)۔

(۱) عیون الأخبار، ج:۱، ص:۲۸۷

(۲) الحلیۃ، ج:۲، ص:۱۵۶

(۳) العقدالفرید، ج:۳، ص:۱۷۸

(۴) ایضاً

(۵) ایضاً

(۶) البیان و التبیین، ج:۳، ص:۱۶۳

قرآن پر ایمان کا اثر: آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جو بھی شخص اس قرآن پر ایمان لائے گا، وہ غمگین ہوگا اور پگھلے گا، تھکے گا اور کمزور ہوگا اور محنت و مشقت اٹھائے گا (۱)۔

نیکیاں ختم اور برائیاں باقی ہیں: فرمایا: نیکیاں ختم ہو گئیں برائیاں باقی رہ گئیں، اور مسلمانوں میں سے جو بھی زندہ رہا وہ رنجیدہ اور غمگین ہے (۲)۔

مومن کی صبح وشام: فرماتے ہیں: مومن جب صبح کرتا ہے تو غم کی حالت میں، اور جب شام کرتا ہے تو بھی غم کی حالت میں، اور غم (میں نجات) پر یقین کرکے چلتا پھرتا ہے۔ اس کے لیے اتنا کھانا کافی ہوتا ہے، جتنا بکری کے چھوٹے بچے کے لیے، یعنی مٹھی بھر کھجور اور پانی کا ایک گھونٹ (۳)۔

رنج وملال: آپ نے فرمایا: دنیا میں طویل رنج وملال یہ ہے کہ آدمی زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرے (۴)۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: قسم ہے اس ذات کی، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، مومن کے لیے اس کے دین میں سوائے رنج وغم کے اور کسی چیز کی گنجائش نہیں (۵)۔

مومن دو خوفوں کے درمیان: فرماتے ہیں: مومن غم کی حالت میں صبح کرتا ہے اور غم ہی کی حالت میں شام کرتا ہے اور اس کے لیے اس کے علاوہ اور کسی چیز کی گنجائش بھی نہیں، کیونکہ وہ دو خوفوں کے بیچ میں ہے، ان گناہوں کے خوف میں جو اُس نے ماضی میں کیے ہیں اور اس کے بارے میں کوئی پتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس کی وجہ سے اس سے کیا معاملہ کریں گے اور اس مقررہ مدت کے درمیان جو باقی ہے، جس کے بارے میں کوئی پتا نہیں کہ وہ اس میں کن ہلاکتوں سے دوچار ہوگا (۶)۔

(۱) الحلیۃ، ج: ۶، ص: ۲۷۱

(۲) ایضاً، ج: ۲، ص: ۱۳۲

(۳) ایضا، ج: ۲، ص: ۱۳۳

(۴) ایضا، ج: ۲، ص: ۱۳۴

(۵) ایضاً، ج: ۲، ص: ۱۳۳

(۶) ایضاً

آپ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! اگر آپ قرآن پڑھتے، پھر اس پر ایمان لاتے تو دنیا میں آپ کے رنج و غم میں اضافہ ہوتا، آپ کا خوف بڑھتا۔ آپ نے فرمایا: دنیا میں رنج و غم کا طویل ہونا یہ ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ نیک عمل کریں(۱)۔ امام حسن بصری نے ایک آدمی سے کہا: اپنے دل کا علاج کرو، کیونکہ اللہ تعالی اپنے بندوں سے دلوں کی درستگی چاہتے ہیں(۲)۔

مومن اور منافق: حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: مومن تمام لوگوں میں سے سب سے بہتر عمل کرتا ہے، لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے۔ اگر اللہ تعالی کی راہ میں احد پہاڑ برابر جتنا سونا خرچ کرے، تو اس کو اطمینان نہ ہو، جب تک وہ خود [اپنی نجات کو] اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لے اور ہمیشہ یہی کہے کہ میں نجات نہیں پا سکتا، میں نجات نہیں پا سکتا اور منافق کہتا ہے: گناہ گار لوگ بہت زیادہ ہیں، ان ڈھیر ساری گناہوں میں میری گناہوں کا کیا پتا چل سکتا ہے؟! بے شک اللہ تعالیٰ مہربان ہے اور وہ میری بخشش کردے گا۔ پھر حضرت حسن فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو اعمال تو بُرے کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے جھوٹی امیدیں بھی باندھتا ہے(۳)۔

آپ فرماتے تھے: مومن ہر وقت اور ہر زمانے میں ایک جیسا ہوتا ہے، جبکہ منافق بدلتا رہتا ہے، وہ سب لوگوں کا مال کھاتا ہے اور ہر قسم کی کمائی کے لیے کوشش کرتا ہے(۴)۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے: مومن وہی ہے جس کا قول و فعل، ظاہر و باطن اور حاضر و غائب

(۱)الحلیۃ،ج: ۲،ص: ۱۳۳

(۲) ایضاً،ج: ۲،ص: ۱۵۵

(۳) جامع العلوم والحکم،ص: ۷۱

(۴)الحسن،ص: ۲۹،الحلیۃ،ج: ۲،ص: ۱۵۳

ایک جیسا ہو (۱)۔

ہوشیار اور دانا مومن: فرماتے: ہوشیار اور دانا مومن وہی ہے جو دُنیا میں ایک اجنبی مسافر کی طرح ہو، وہ دنیا کی کمینگی سے فریاد نہیں کرتا، اس کے قریب ہونے سے جی نہیں لگاتا، اس کے دور جانے پر کفِ افسوس نہیں ملتا اور صرف اسی سے اطمینان میں رہتا ہے۔ عام لوگوں کی حالت کچھ اور ہوتی ہے اور اس کی حالت کچھ اور (۲)۔

مومن قیدی جیسا ہے: فرمایا: مومن دنیا میں اس قیدی جیسا ہوتا ہے، جو اپنی جان چھڑانے کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ کسی چیز سے اس کو خوشی نہ ہوتی ہو، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے (۳)۔

مومن کا عمل اور اس کا بدلہ: فرماتے: بے شک مومن نے اللہ تعالی کے رضا کی خاطر چند دن عمل کیا، تو اللہ کی قسم! اس کو کوئی پشیمانی نہیں ہوئی، اس بات سے کہ اس نے دنیا کی نعمتوں اور راحتوں کو کیوں حاصل نہیں کیا۔ دنیا اس کے لیے خوب بن سنور کر آئی، لیکن اُس نے نہ اس کی نعمتوں میں کوئی رغبت کی اور نہ اس کی راحتوں سے خوش ہوا، اگر اس پر

کوئی مصیبت آئی، تواس کے نفس نے بھی اس کو بڑا نہیں سمجھا۔ اس کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر کی امید رکھتا رہا۔ اُس نے کبھی دنیا کی نعمتوں کی تمنا نہیں کی، حتی کہ وہ اس دنیا سے جنت کے شوق اور جہنم سے خوف کی حالت میں چل بسا۔ اب ان کو بار بار مبارکباد ہو، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے خوف کو دور کیا، ان کے عیوب کی ستر پوشی کی اور ان کے حساب کتاب کو آسان کردیا۔ مسلمانوں میں سے دانا اور ہوشیار لوگ کہا کرتے تھے: یہ دنیا تو بس صبح وشام اور سفر واقامت کا نام ہے(۴)۔

مومن اور محاسبہ نفس: فرمایا: مومن اپنے نفس کا نگران ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے، یقیناً قیامت کے دن ان لوگوں کا حساب وکتاب آسان ہوا، جنھوں نے دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کیا اور اس دن ان لوگوں کا حساب مشکل ہوا، جنھوں نے اس دنیا کو بغیر محاسبۂ نفس کے حاصل کیا۔ کبھی کبھار مومن کے سامنے اچانک

(۱)الحسن، ص: ۲۹، الحلیۃ، ج: ۲، ص: ۱۵۳

(۲)جامع العلوم والحکم، ص: ۲۰۹

(۳)الحلیۃ، ج: ۲، ص: ۱۴۶

(۴)

کوئی چیز آجاتی ہے، جس سے وہ متاثر ہوجاتا ہے، پھر وہ کہتا ہے: اللہ کی قسم! مجھے تمھاری خواہش ہے اور ضرورت بھی، لیکن بخدا! میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ دور ہوجا، میرے اور تمھارے درمیان ایک خلیج حائل ہے۔ جب بھی مومن سے کوئی کوتاہی ہوتی ہے، تو وہ

اپنے دل کی طرف لوٹ کر کہتا ہے : میں نے ایسا کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا، نہ ہی اس کے کرنے میں معذور تھا، خدا کی قسم ! میں کبھی یہ کام دوبارہ نہیں کروں گا، ان شاء اللہ ! بے شک مومنوں کو قرآن نے باندھا ہوتا ہے اور ان کے اور ان کی ہلاکت کے درمیان حائل ہوتا ہے (یعنی ان کو ہلاکت سے بچاتا ہے) (۱)۔

اسلام: حضرت امام حسن بصری نے فرمایا: اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ اسلام میں ظاہر و باطن ایک جیسا ہوتا ہے، اور یہ کہ آپ کا دل اللہ تعالی کے لیے سالم ہو، ہر مسلمان اور معاہدے والا آپ [کے شر] سے محفوظ رہے (۲)۔

ایمان: ایک آدمی نے حضرت حسن بصری سے پوچھا: ایمان کیا ہے؟آپ نے فرمایا: صبر اور فراخ دلی، اس نے پوچھا: کہ صبر اور فراخدلی کیا ہے ؟آپ نے جواب میں فرمایا: صبر اللہ تعالیٰ کی معصیت سے رک جانا ہے اور فراخدلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض شدہ احکام کو بجالائے (۳)۔

(۱) الحلیۃ، ج: ۲، ص: ۱۵۷

(۲) ایضاً، ج: ۲، ص: ۱۵۲

(۳) ایضاً، ج: ۲، ص: ۱۵۶

دین: فرمایا: اے ابن آدم! تیرا دین ہی تیرا اصلی سرمایا ہے، کیونکہ وہ آپ کا گوشت وخون ہے۔ آپ کا دین سالم اور محفوظ رہے، توآپ کا گوشت اور خون محفوظ رہے۔ اور اگر صورت حال اس کے برعکس ہو تو پھر ہم اللہ تعالیٰ [کے عذاب] سے پناہ مانگتے ہیں، کیونکہ وہ ایک ایسی آگ ہے، جو کبھی بجھتی نہیں، ایسا زخم ہے جو کبھی بھرتا نہیں، ایسا عذاب ہے جو ہمیشہ کے

لیے ختم ہونے والا نہیں ہے، اور ایسی روح ہے جس پر موت کبھی آتی نہیں۔ اے ابن آدم ! آپ کو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونا ہے،[جہاں[آپ اپنے اعمال کے بسبب گرفتار ہوں گے۔ اس لیے اپنے بس کے مطابق مستقبل میں پیش آنے والی چیزوں کے لیے تیاری کر، موت کے وقت آپ کو پتا چل جائے گا، پھر آپ سے سوال کیا جائے گا لیکن آپ کے پاس جواب نہیں ہوگا۔ بے شک بندہ اس وقت تک بھلائی میں ہوتا ہے، جب تک خود اس کے دل میں اس کو کوئی نصیحت کرنے والا موجود ہو اور وہ حساب وکتاب کے لیے کمر بستہ ہو (۱)۔

تقویٰ: حضرت حسن فرماتے ہیں: متقی لوگ وہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اُن پر حرام کی ہیں ان سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں، اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اُن پر فرض کی ہیں اُن کو بجا لاتے ہیں (۲)۔

نفاق: آپ نے فرمایا: صرف مومن ہی نفاق سے ڈرتا ہے اور صرف منافق ہی نفاق سے اطمینان میں رہتا ہے (۳)۔

(۱)الحلیة،ج: ۲،ص: ۱۴۹/۱۴۸

(۲)جامع العلوم والحکم،ص: ۱۴۹

(۳)ایضاً،ص: ۴۰۷

نفاق کا ڈر: فرمایا ہے: کوئی مومن چاہے وہ اس دنیا سے چلا گیا ہے یا وہ زندہ ہے، وہ نفاق سے خود کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا اور کوئی منافق، چاہے وہ زندہ ہے یا اس دنیا سے چلا گیا ہے، خود کو نفاق سے محفوظ سمجھتا ہے۔ آپ فرماتے تھے: جو شخص نفاق سے نہیں ڈرتا وہ منافق ہے (۱)۔

حسد: آپ کا ارشاد ہے: حسد مسلمان کے دین کو اتنی تیزی برباد کرتا ہے، جتنی تیزی سے مہلک زخم اس کے بدن کو برباد نہیں کرسکتا، فرماتے ہیں: میں نے حاسد سے زیادہ کسی ظالم کو مظلوم کی طرح نہیں دیکھا ۔ وہ جب تک جیتا ہے، رنج اس کے ساتھ لگا ہوتا ہے، اس کا غم کبھی ختم نہیں ہوتا (۲)۔

حاسد: فرمایا: بعض اوقات ایک آدمی اپنے بھائی سے حسد کرنے لگتا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ اس کے باطن میں عیب نکالتا ہے، حالیکہ اس کو اس کے ظاہر تک کا علم نہیں ہوتا۔ اسے ان عیوب پر ملامت کرتا رہتا ہے، جس کا اُسے پتا تک نہیں ہوتا۔ اس سے دوستی کے وقت اس کی اُن باتوں پر نظر رکھتا ہے، جن سے دشمنی کے وقت اُسے عار دلا سکے۔ قسم ہے خدا کی ! میں نہیں سمجھتا کہ ایسا شخص مسلمان ہے (۳)۔

شر کی جڑیں اور شاخیں: فرماتے ہیں: شر کی جڑیں تین ہیں اور اس کی شاخیں چھ ہیں۔ تین جڑیں یہ ہیں: حسد، حرص اور دنیا کی محبت اور جو چھ شاخیں ہیں وہ یہ ہیں: نیند کی محبت، شکم سیری کی محبت، راحت وآرام سے لگاؤ، سربراہی ومنصب کی چاہت، خوشامد وتعریف سے پیار اور فخر کی پسندیدگی (۴)۔

(۱) جامع العلوم والحکم، ص: ۴۰۷

(۲) العقد الفرید، ج: ۲، ص: ۳۱۹

(۳) ایضاً، ج: ۲، ص: ۳۲۳

(۴) ایضاً، ج: ۲، ص: ۳۲۲

ریا: امام حسن بصری فرماتے ہیں: ریاکار آدمی چاہتا ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالی کی جو تقدیر ہے، اس پر وہ غالب آجائے، حالانکہ دربارِ خداوندی میں وہ فاسق اور مبغوض ہوتا ہے، اور اس بات کا پتا اللہ تعالی کے مومن بندوں کو ہوتا ہے، حالانکہ وہ چاہتا ہے کہ لوگ یہ کہیں: یہ آدمی نیک ہے، لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جب حالت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے بارے میں اپنا فیصلہ اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیا ہوتا ہے (۱)۔

آپ کا فرمان ہے: اے ابن آدم! کوئی نیک کام دکھانے کی نیت سے نہ کرنا اور کسی بھی نیک کام کو شرم وحیا کی وجہ سے نہیں چھوڑنا (۲)۔

ریاکار زاہد کو تنبیہ کا واقعہ: بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حسن بصری ایک ولیمے میں گئے۔ وہاں پر ایک ریاکار زاہد بھی موجود تھا۔ جب کھانے کے وقت حلوا پیش کیا گیا، تو اس زاہد نے ریا اور تصنع کی خاطر اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت حسن بصری نے کھایا اور پھر کہنے لگے: ارے کمینے! کھالے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جو احسان تم پر ٹھنڈے پانی کی صورت میں ہے، وہ اس حلوا کے احسان سے کہیں زیادہ ہے [اس لیے جب تو ٹھنڈے پانی جیسے بڑے احسان کو نہیں چھوڑتا، بلکہ اُسے پیتا ہے، تو حلوا جو اس سے ایک چھوٹا احسان ہے، اُسے بھی مت چھوڑ] (۳)۔

تکبر کی مذمت: آپ فرماتے ہیں: ابن آدم پر تعجب ہے، وہ کس طرح تکبر کرتا ہے حالانکہ اس میں ۹ ضرر رساں زہر ہیں۔

(۱) الحسن، ص: ۶۱/۶۰

(۲) البیان و التبیین، ج: ۳، ص: ۱۳۶

(۳)الحسن، ص: ۱۲

ایک بار آپ نے متکبرین کا ذکر کیا اور فرمایا: ان میں سے بعض دیکھے جاتے ہیں کہ وہ اپنے گردن اٹھائے چلتے ہیں، دامن جھاڑتے ہوئے اور مونڈھوں کو ہلاتے ہوئے یعنی دھمکیاں دیتے ہوئے چلتے ہیں، باطل میں ہر وقت گھومتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں: آؤ مجھے دیکھو اور پہچانو۔ اے بے وقوف! ہم نے تجھے پہچانا ہے۔ اللہ تعالی تجھ سے بے زار ہے اور نیک لوگ تجھ سے بیزار ہیں۔

گمراہ کن فتنوں سے ڈرانا: امام حسن بصری فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے ان گمراہ کن فتنوں کے بارے میں ڈرو، جن کی جڑ گمراہی ہے اور جن پر جہنم کا وعدہ ہے۔ ان کو اختیار کرنے والے شدید مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ جو کوئی ان فتنوں سے قریب ہوتا ہے وہ اُسے گمراہ کردیتے ہیں اور جس کسی کو یہ فتنے چھو جاتے ہیں اُسے مار ڈالتے ہیں (۱)۔

زیادہ ہنسنے سے ممانعت کا واقعہ: حضرت حسن بصری ایک آدمی کے پاس سے گزر رہے تھے، جو بہت زیادہ ہنس رہے تھے۔ آپ نے اُس سے کہا: میرے بھتیجے! کیا آپ نے پل صراط پار کیا ہے؟ [کہ اس طرح کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں] اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: تو کیا آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ آپ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟ اس نے جواب کہا: واقعی یہ معاملہ تو بہت ہی خطرناک ہے۔ کہا جاتا ہے کہ زندگی بھر اس آدمی کو پھر ہنستے نہیں دیکھا گیا، یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے (۲)۔

زیادہ ہنسنے کے نقصانات: آپ فرمایا کرتے تھے: اے ابن آدم! کم ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے، چہرے کی رونق کو ختم کر دیتا ہے، مُروت کو لے جاتا ہے اور صاحب حیثیت آدمی کو حقیر بنادیتا ہے (۳)۔

(۱) الحلیۃ، ج: ۲، ص: ۱۴۵

(۲) الحسن، ص: ۸۷

(۳) ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۷۰، الحلیۃ، ج: ۲، ص: ۱۵۲

آپ فرماتے ہیں: مومن کا زیادہ ہنسنا اُس کے غفلت کی علامت ہے (۱)۔

دُنیا کی مذمت: ارشاد ہے: نہ دنیا حاصل ہوتی ہے اور نہ اس کی قدر و قیمت ختم ہوتی ہے، یہاں تک کہ آدمی اس میں اپنا حسب و نسب اور دین گنوا بیٹھتا ہے (۲)۔

حبِّ دنیا گناہ کبیرہ ہے: آپ فرمایا کرتے: مجھے کسی چیز پر اتنی حیرانگی نہیں، جتنی حیرانگی مجھے اس شخص پر ہوتی ہے، جو دنیا کی محبت کو گناہِ کبیرہ نہیں سمجھتا۔ خدا کی قسم! یہ سب سے بڑا گناہِ کبیرہ ہے؛ کیونکہ تمام بڑے گناہ اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ بتوں کی عبادت اور رحمان کی نافرمانی صرف حبِ دنیا اور اس کو ترجیح دینے کی وجہ سے کی گئی (۳)۔

مال و دولت کی عزت کا انجام: فرماتے تھے: اے لوگوں! ان پیسوں نے [دنیا میں] جس کو عزت دی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کرے گا (۴)۔

درہم ودینار برے ساتھی: آپ کا فرمان ہے: درہم دینار دونوں ہی بہت برے ساتھی ہیں۔ اس وقت تک آپ کو فائدہ نہیں دے سکتے، جب تک آپ سے جدا نہ ہو جائیں (۵)۔

حقیقت دنیا: فرمایا: اول سے لے کر آخر تک دنیا کی حقیقت اس کے سوا ہے کیا کہ آدمی تھوڑی دیر کے لیے سوئے۔ خواب میں اپنی پسند کی کوئی چیز دیکھے اور پھر اچانک جاگ جائے (۶)۔

(۱)ابن سعد، الطبقات، ج:۷، ص:۱۷۰، الحلیۃ، ج:۲، ص:۱۵۲

(۲)ابن الجوزی، الحسن، ص:۵۳

(۳)ایضاً، ص:۵۴

(۴)ایضا، ص:۵۴، الحلیۃ، ج:۲، ص:۱۵۲

(۵)الحلیۃ، ص:۱۵۵

(۶)ایضا، ج:۶، ص:۲۷۰

بسیار خوری کی مذمت: حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ زیادہ سونے اور کھانے سے اللہ تعالیٰ کے حضور معافی مانگو (۱)۔ آپ فرماتے ہیں: یوسف علیہ السلام سے کسی نے پوچھا: آپ بھوکے رہتے ہیں، حالانکہ دنیا کے خزانے آپ کے ہاتھوں میں ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں ڈرتا ہوں اگر میں شکم سیر ہوں تو بھوک کو بھول نہ جاؤں (۲)۔

پیٹ کے تین حصے کرکے کھاؤ: آپ نے فرمایا ہے : اے ابن آدم ! پیٹ کے [تین حصے کرکے] ایک حصے میں کھاؤ، ایک حصے میں پیو، اور تیسرا حصہ سانس لینے اور غور وفکر کرنے کے لیے چھوڑ دو (۳)۔

بسیار خوری پر اظہارِ خفگی: امام حسن بصری نے ایک بار اپنے ایک دوست سامنے کھانا پیش کیا۔ اس نے کہا: میں نے تو اس قدر کھایا کہ مزید کھانے کی ہمت ہی نہیں۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا: سبحان اللہ ! کیا مسلمان اتنا کھاتا ہے کہ پھر مزید کھانے کی ہمت ہی نہ ہو (۴)۔

امام اصمعی فرماتے ہیں: مجھے روایت پہنچی ہے کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا ہے : اے ابن آدم ! تو بھوک کا قیدی ہے، شکم سیری سے چت ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں، جنھوں نے نقش ونگار والی قیمتی چادروں اور نرم پگھڑیوں کو پہنا، اپنے گھروں کو کشادہ کیا اور قبروں کو تنگ ، اپنے جانوروں کو موٹا کیا اور اپنے دین کو کمزور، ان میں سے بعض اپنے بائیں پہلو کے بل ٹیک لگاتے ہیں اور دوسروں کا مال کھاتے ہیں۔ پھر جب بد ہضمی ہو جاتی ہے تو اپنی باندی سے کہتے ہیں: اے چھوکری! ہاضمے کی دوائی لاؤ، ارے ! تم اپنے دین کے علاوہ اور کس چیز کو ہضم کر رہے ہو (۵)۔

(۱)العقد الفرید،ج: ۳،ص: ۲۰۲

(۲)الحلیۃ،ج: ۶،ص: ۲۷۳

(۳)جامع العلوم والحکم،ص: ۳۹۹

(۴) ایضا، ابن الجوزی، الحسن، ص: ۱۲

(۵) العقد الفرید، ج: ۳، ص: ۲۰۲

حضرت ابو سلیمان دارانی سے کہا گیا: امام حسن بصری فرمایا کرتے تھے: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے دل میں خشوع پیدا ہو اور اس کو زیادہ رونا آئے، اُسے آدھا پیٹ کھانا چاہیے۔ حضرت ابو سلیمان دارانی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو سعید پر رحم کرے۔ بخدا وہ ان لوگوں میں سے تھے، جنھوں نے اپنے نفس کے لیے تیاری کی تھی اور روزِ حساب سے پہلے اس سے حساب کیا تھا۔ مجھے امید ہے کہ حضرت حسن بصری کامیاب لوگوں میں سے ہوں گے (۱)۔

زندگی کو غنیمت سمجھنا اور موت کے لیے تیاری کرنا

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: اے ابن آدم! آپ کی مثال ایک گنتی کی طرح ہے، جب آپ کی زندگی کا ایک دن گزر جاتا ہے تو گویا آپ کا بعض حصہ چلا جاتا ہے (۲)۔

فرمایا: آپ کی زندگی چند دنوں کے مجموعے کا نام ہے۔ جب کبھی ایک دن گزرتا ہے، تو آپ کا بعض حصہ چلا جاتا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: اے ابن آدم! آپ دو تیار شدہ سواریوں کے درمیان ہیں۔ دونوں آپ کو اتارتی رہتی ہیں۔ رات آپ کو دن کے لیے اتارتی ہے اور دن رات کے لیے، یہاں تک کہ وہ آپ کو آخرت کے سپرد کردیں۔ تو آپ سے زیادہ خطرے میں کون ہے؟ (۳)

آپ کاارشاد ہے: موت آپ کی پیشانیوں کے ساتھ باندھ دی گئی ہے اور دنیاآپ کے پیچھے سے لپیٹ دی گئی ہے۔آپ فرماتے ہیں: اے ابن آدم ! تم مسلسل اپنی عمر کو ختم کرنے میں مصروف ہو، جب سے تم ماں کے پیٹ سے نکلے ہو (۴)۔

آپ نے فرمایا: رات اور دن مسلسل لوگوں کی عمریں کم کرنے اور اُن کی موت کاوقت قریب لانے

(۱)ابن الجوزی،الحسن،ص:۱۱

(۲)العقد الفرید،ج:۳،ص:۱۸۶

(۳)جامع العلوم والحکم،ص:۳۵۹

(۴)ایضاً

میں لگے ہیں۔ ہائے ہائے! ان دونوں [دن رات] نے قومِ نوح وعادوثمودکے ساتھ وقت گزارا، سو وہ سب تو اپنے رب کے پاس چلے گے اور اپنے اعمال کابدلہ پاگئے، جبکہ دن رات اسی طرح نکھرے اور تازہ رہے۔ اتناسب کچھگزرنے پر بھی وہ بوسیدہ نہ ہوئے، ہر اس بندے کے لیے چاق وچوبند ہیں جو زندہ ہے، اس جیسی چیز[موت] کے ساتھ، جواس نے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو پہنچائی (۱)۔

حضرت امام حسن بصری فرماتے تھے: اے ابن آدم! تیرادن تیرامہمان ہے،اس لیے تواس کے ساتھ اچھا معاملہ کر؛تاکہ وہ آپ کی تعریف کے ساتھ رخصت ہو۔ اگر آپ اس کے

ساتھ بُرے طریقے سے پیش آئیں گے، تو وہ آپ کی مذمت کرتے ہوئے کوچ کرے گی اور آپ کی رات بھی اس طرح ہے(۲)۔

آپ فرماتے تھے: بہت ضروری ہے اس شخص کے لیے، جس کو یہ پتا ہو کہ موت اس کی جگہ ہے، قیامت اس کا ٹھکانہ ہے اور اُسے جبار رب کے سامنے کھڑا ہونا ہے، کہ دنیا میں اس کا رنج و افسوس لمبا ہو اور نیک عمل میں اس کا رغبت و شوق ہو (۳)۔

آپ کے مواعظ

بیان کیا جاتا ہے آپ نے جنازے میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا۔ جب تدفین سے فارغ ہوئے تو حضرت حسن بصری نے ان سے فرمایا: اے شیخ! میں آپ کو آپ کے رب کو واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا خیال ہے آپ کا؟ یہ میت چاہتا ہے کہ دنیا کو واپس لوٹ جائے، پھر اپنے نیک اعمال میں اضافہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگے؟ اس بوڑھے آدمی نے کہا: جی ہاں! امام حسن بصری نے فرمایا: پھر ہمیں کیا ہوگیا ہے کہ ہم تمام اس میت کی طرح نہ ہو جائیں۔ پھر آپ نے چہرہ پھیر کر فرمایا: یہ کتنی بڑی نصیحت ہے، کس قدر منفعت بخش ہے، اگر دلوں میں تھوڑی سی زندگی ہو۔ ان میں کوئی

(۱)جامع العلوم والحکم، ص:۳۵۹

(۲) البیان والتبین، ج: ۳، ص: ۱۶۷، ابن الجوزی، الحسن، ص: ۱۹

(۳)ابن الجوزی، الحسن، ص: ۱۹

زندگی ہی نہیں! (۱)۔

موت اور قیامت: ربیع بن صبیح کہتے ہیں: ہم نے حضرت حسن بصری سے درخواست کی ہمیں وعظ ونصیحت کریں۔ آپ نے فرمایا: جو تم لوگوں میں تندرست ہے، وہ ایک ایسے مرض کی توقع رکھے جو اُسے پہنچ کر رہے گا، اور جوان ایسے بڑھاپے کی توقع رکھے جواُسے فنا کے گھاٹ اتار دے اور بوڑھا ایسے موت کی جواُسے ہلاک کردے گی۔ کیا انجام کار وہ نہیں جو آپ [آئے دن] سنتے ہیں؟! کیا کل کو روح جسم سے جدائی اختیار نہیں کرے گا؟ مال اور اہل وعیال نہیں چھینا جائے گا؟ کل کے دن وہ کفن میں نہیں لپیٹا جائے گا اور ایک گھڑے میں نہیں ڈالا جائے گا؟ کل کے دن وہ اپنے محبوبوں سے نہیں بھلایا جائے گا؟ وہ محبوب جن کے لیے وہ دوڑ دھوپ کرتا رہا اور اُن کی خاطر پریشان رہا۔ اے ابن آدم! اب تجھ پر موت آئی ہے، اس لیے تو [اپنے پاس] کسی آنے والے کو نہیں دیکھتا؟ نہ تو کسی سے ملاقات کرنے کے لیے جاسکتا ہے؟ پاس بیٹھے کسی شخص سے گفتگو نہیں کرسکتے، نہ ہی کسی دوست کو پہچان سکتے۔ تجھے آواز دی جاتی ہے تو جواب نہیں دے سکتے اور بات سنائی جاتی ہے تو تجھے سمجھائی نہیں دیتا۔ گھروں کے گھر اجڑ گئے، دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں کھلی چھوڑ دی گئی اور اولاد یتیم ہو گئی۔ آپ کی نگاہیں اٹھی کی اُٹھی رہ گئیں، آپ کی روح پرواز کر گئی، آپ کے دانت بج گئے، گھٹنے کمزور ہو گئے اور آپ کی اولاد اجنبی بن گئی۔

آپ نے فرمایا: اگر ابن آدم کو اس بات کا علم بھی ہو کہ موت اس کے لیے راحت وآرام کا ذریعہ ہے، پھر بھی اس پر یہ بات گراں گزرتی ہے کہ اُسے موت آئے، کیونکہ وہ اس کی قیامت اور سختی کو سمجھتا ہے، حالانکہ موت میں اس کا فائدہ ہے۔ تو پھر کیا صورت حال ہونی چاہیے، جب اس کو یہ پتا ہی نہ ہو کہ موت کے بعد وہ دائمی نعمتوں کو پائے گا یا ہمیشہ کے لیے عذاب کو!!(۲)۔

ابن آدم کی تین حسرتیں: فرماتے ہیں: ابن آدم کی روح دُنیا سے پرواز نہیں کرتی، مگر اس حالت میں کہ اُس کی تین حسرتیں ہوتی ہیں: اس نے جو کچھ جمع کیا، اُس سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا، جن

(۱)الحسن، ص: ۱۳

(۲)الحلیۃ، ج:۶، ص:۳۰۵

چیزوں کی امید کی، وہ اسے حاصل نہیں ہوئیں، اور آگے پیش آنے والے مراحل کے لیے اچھی طرح سے توشہ تیار نہیں کیا(۱)۔

شیطان اور جہنم سے بچانے والی خصلتیں: آپ فرماتے تھے: چار خصلتیں ایسی ہیں جو جس شخص میں ہوں، اللہ تعالی اُسے شیطان سے محفوظ رکھے گا اور جہنم سے بچائے گا: جو ڈر، رغبت، غصہ اور شہوت کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے (۲)۔

آپ فرماتے تھے: علم بہترین میراث ہے، ادب چہرے کی زینت ہے، تقویٰ بہترین سامانِ سفر ہے، عبادت منفعت بخش سامانِ تجارت ہے، عقل بہترین قاصد وایلچی ہے، اچھے اخلاق قریبی دوست سے بہتر ہیں، قناعت سب سے افضل مالداری ہے، توفیقِ الٰہی بہترین معاون ومددگار ہے اور موت کی یاد سب سے بہتر واعظ ہے (۳)۔

جنت میں داخل کرنے والی خصلتیں: آپ فرماتے تھے: چار خصلتیں جس میں ہو، اللہ اُسے جنت میں داخل کردیں گے اور اپنی رحمت اس پر ڈال دیں گے۔ جو اپنے والدین کے ساتھ

نیکی اور احسان کرے، اپنے غلام کے ساتھ نرمی کرے، یتیم کی کفالت کرے اور کمزوروں کی مدد کرے (۴)۔

تورات سے چند حکیمانہ اقوال: فرماتے تھے: تورات میں لکھا ہے: اصل مالداری قناعت میں ہے، لوگوں سے دور رہنے میں سلامتی ہے، شہوت کو چھوڑنے میں عافیت ہے اور خواہش کو چھوڑنے میں نجات ہے۔ لطف کا حصول اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس تھوڑی سی زندگی میں آنے والے طویل عرصے یعنی قیامت کے لیے صبر سے کام لیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اللہ تم لوگوں پر رحم کرے، اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے آداب سے ادب سیکھو اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جو کچھ ہے، اس کی پابندی کرو، آپ اولیاء اللہ میں سے ہو جائیں گے (۵)۔

(۱) الحلیۃ، ج: ۶، ص: ۲۷۲

(۲) ابن الجوزی، الحسن، ص: ۲۸

(۳) ابن الجوزی، الحسن، ص: ۲۸

(۴) ایضاً

(۵) ایضاً، ص: ۲۱

پانچواں فصل

امام حسن بصری کی دعائیں

امام حسن بصری بہت زیادہ دعائیں مانگتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور بہت لمبا گڑ گڑاتے تھے۔ حضرت مطرف بن عبداللہ شخیر فرماتے ہیں: میں نہیں چاہتا کہ کسی کے دُعا پر آمین کہوں، جب تک میں اس کی دُعا کو نہ سنوں، ہاں! حسن البتہ اس سے مستثنیٰ ہیں (۱)۔

اسی طرح حضرت علاء بن زیاد فرماتے ہیں: میں نہیں چاہتا کہ کسی کے دُعا پر آمین کہوں، جب اس کی دُعا کو نہ سنوں، سوائے حسن کے (۲)۔

آپ کا طریقہ تلاوت: آپ اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے کہ جب کسی آیت پر گزرے تو اس کی تلاوت کریں (۳)۔ اس لیے آپ جب بھی کسی آیت پر گزرتے جس میں رحمتِ الٰہی کا ذکر ہوتا تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کا سوال کرتے اور جب کسی عذاب والی آیت پر گزرتے، تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے۔ جب ایسی آیات پر آپ کا گزر ہوتا، جن میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلا کر نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب ہوتی، تو آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے اور اس کا شکر ادا کرتے۔ نبی کریم ابھی جب کسی آیتِ رحمت پر گزرتے تو اللہ تعالیٰ سے رحمت مانگتے اور جب کسی آیتِ عذاب پر گزرتے، تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے، اور جب ایسی آیت پر سے گزرتے جس میں اللہ تعالیٰ کی پاکی کا بیان ہوتا، تو

(۱) ابن سعد، الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۶۶

(۲) ایضاً

(۳)ابن ابی شیبہ، المصنَّف، ج: ۲، ص: ۲۱۱

آپ تسبیح پڑھتے (۱)۔

قرآن پڑھنے پر اجرت کا حصول: امام حسن بصری حضرت عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں وہ ایک قاری کے پاس سے گزرے جس نے قرآن پڑھا اور پھر لوگوں سے کچھ مانگنے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ نے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، جو قرآن کو پڑھے، پھر اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مانگے، کیونکہ عنقریب کچھ لوگ ایسے آئیں گے، جو قرآن کو پڑھیں اور پھر اس کے ذریعے لوگوں سے مانگیں گے (۲)۔

امام حسن بصری کی دعائیں

ہم نے آپ کی تفسیری روایات کے ابتدا اور اسی طرح خاتمے میں آپ کی دُعاؤں کو تفصیل سے ذکر کیا ہے (۳)۔ ذیل میں ہم مختصراً چند دعاوں کا ذکر کرتے ہیں:

مجلس کے آخر میں دُعا

امام حسن بصری جب درس یا وعظ سے فارغ ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے:

اللهمبرِّ ئْقلوبَنامنالشرك،والكبر،والرياء.

اے اللہ ! ہمارے دلوں کو شرک، تکبر، رِیا، شہرت اور دین میں شک وشبھے سے پاک کر۔ اے دلوں کو پلٹنے والے ! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر مضبوطی کے ساتھ جما اور ہمارے دین اسلام کو مضبوط کر (۴)۔

دوستوں سے جدائی کے وقت دُعا: حضرت حسن بصری جب دوستوں سے جدا ہونے کا ارادہ کرتے تو کہتے :

اللھمبارکفیماتقلّبناإلیھمنقولأوعملومالوأھل،اللھماجعلھانعمةً

(۱) ابن ماجۃ، رقم الحدیث: ۱۳۵۱/۱۳۵۲

(۲) رواہ الترمذی، تحفۃ الاحوذی، ج: ۸، ص: ۲۳۵، رقم: ۳۰۸۴

(۳) میرے تحقیقی مقالے کا پہلا اور آخری صفحہ مطالعہ کیجیے۔

(۴) طبقات ابن سعد، ج: ۷، ص: ۱۷۶

مشکورةً مشھورةًمبلِّغةً

إلیٰرضوانکوالجنة،واجعلھمتاعًإیمانٍوزادًإیمانٍ(۱)۔

اے اللہ ! جس قول، عمل اور مال واہل میں ہم الٹتے پلٹے ہیں، اس میں تو برکت عطافرما۔اے اللہ ! تو اسے ایسی نعمت بنا جس کا شکر ادا کیا گیا ہو، اور وہ مشہور ہو اور تیری رضا اور جنت تک پہنچانے والی ہو اور اس کو متاعِ ایمان اور زادِ ایمان بنا۔

مصیبت کے وقت دُعا: آپ مصیبت کے وقت یہ دعا پڑھتے :

لا

إلہإلااللہالحلیمُالکریمُ,سبحاناللہربِّالعرشِالعظیم,الحمدللہربِّالعالمین(۲
)۔

کوئی معبود برحق نہیں سوائے اس اللہ کے جو حلیم اور کریم ہے۔ پاکی ہے اس اللہ کے لیے جو بڑے عرش کا مالک ہے، تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام مخلوقات کا رب ہے۔

مصیبت میں یہ دعا بھی پڑھتے تھے :

الحمد للہالذیآجَرَناعلىٰمالَوکلَّفَناغیرَہلعجِزْناعنہ(۳)۔

ایک اور دعا: *اپنی دعاؤں میں فرماتے :*

اللهملا تجعلنيممنإذا مرِض ندم، وإذا استغنىٰ فتن، وإذا افترق حزن
(۴)۔

اے اللہ ! مجھے ان لوگوں میں سے نہ کر، جو مرض کے وقت پشیمان ہو جائے اور جب مالدار ہو جائے تو فتنے میں پڑ جائے اور جب فقیر ہو جائے تو غمگین ہو جائے۔

(۱) قاضی عیاض،الإلماع إلىٰ معرفة أصول الرواية وتقييدالسماع،ص: ۲۴۷

(۲)ابن ابی شیبہ،المصنف،ج: ۱۱،ص: ۱۲۱،رقم: ۱۰۶۸

(۳)العقد الفريد،ج: ۳،ص: ۳۰۴

(۴)ابن حیان التوحیدی،البصائر،ص: ۱۷

آپ کی ایک طویل والہانہ دعا: آپ فرماتے تھے: اے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہاتھ روکنے والے ! حالیکہ وہ دونوں باہم سرگوشی کر رہے تھے، بیٹا (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کہہ رہا تھا: اباجان ! ذرا نرمی کر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کہہ رہے تھے: میرے پیارے بیٹے ! ہمارے رب کے فیصلے پر صبر کر۔

اے وہ ذات جس نے یوسف علیہ السلام کے پاس بے آباد زمین اور کنویں کی تہہ میں قافلہ بھیج دیا، اور ان کو غلامی کے بعد بادشاہ بنایا۔ اے وہ ذات جس نے ذی النون [حضرت یونس علیہ السلام] کی آہستہ آواز کو تین اندھیروں کے اندر سنا، اے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کی بینائی واپس لوٹانے والے اور ان کے رنج وغم کو خوشی میں تبدیل کرنے والی ذات ! اے حضرت داؤد علیہ السلام کی اشکوں پر رحم کرنے والے ! اے حضرت یعقوب علیہ السلام کی چیخ وپکار کو ختم کرنے والے ! اے وہ ذات جو پریشان حال کی دعا سنتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے، اور اس کی فریاد رسی کرتا ہے جب اس سے مدد طلب کرتا ہے اور اس سے توقع رکھتا ہے۔ اے وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اے سرگوشیوں کو جاننے والے اور آزمائش کو ہٹانے والے، میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنے چنیدہ نبی اور پسندیدہ بندے حضرت محمد ﷺ اور اُن کے آل واصحاب پر اپنی رحمت بھیج ، میرے تمام غموں کے لیے توکافی ہو جا، میری تکالیف کو دور بھگا، اے وہ ذات جو اُن میں سب سے بہتر ہے جن سے سوال کیا جاتا ہے، اور سب سے افضل ہے ان میں جن سے امید کی جاتی ہے، اور سب سے مہربان ہے، ان سے جن سے رحم طلب کیا جاتا ہے، میرے ساتھ بھلائی کا وہ معاملہ کر، جو تیرے شان کے لائق ہے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، اور اللہ تعالیٰ میرے لیے کافی ہیں اور وہ بہتر کارساز ہیں (۱)۔

قبرستان میں داخل ہوتے وقت دعا: جب آپ قبرستان میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے :

اے اللہ ! اے ان بوسیدہ اجسام اور پارہ پارہ ہڈیوں کے مالک جو اس دنیا سے اس حال میں چلی گئیں کہ آپ پر ان کا ایمان تھا اور آپ کی رحمت کی امید تھی ، اپنی طرف سے ان کو راحت وآرام اور میری

(۱) الحسن، ص ۵۹/۵۸

طرف سے سلام پہنچا(۱)۔

جنازہ دیکھنے کے وقت : آپ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو یہ کہا کرتے :

الحمد للهالذيلميجعَلْنيالسَو ادَالـمُختَطَف(۲).

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے چھینا ہوا شخص نہیں بنایا۔

اس روز آپ کسی سے بات بھی نہیں کرتے تھے۔

سانس لیتے وقت دعا: آپ اپنے دروس اور مواعظ کے درمیان سانس لیتے وقت کہتے :

سبحان اللهوبحمدهسبحان اللهالعظيم(۳)۔

مکہ کے کسی فقیہ سے آپ کے اسی عمل کا کسی نے ذکر کیا، توانھوں نے فرمایا: آپ کے یہ صاحب فقیہ ہیں۔ جو کوئی شخص سات مرتبہ ان کلمات کو پڑھتا ہے، جنت میں اس کے لیے ایک گھر بنادیا جاتا ہے(۴)۔

جب کوئی آدمی میں یہ آیت تلاوت کرتا:

ِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا۔

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں ، اے ایمان والو ! تم بھی اس پر درود بھیجا کرو اور سلام کیا کرو۔

توآپ فرماتے :فليصَلَّ عليه(۵) ، چاہیے کہ اس پر درود پڑھا جائے۔

(۱)ابن الجوزی،الحسن، ص:۵۹

(۲)ابن سعد، الطبقات، ج:۷، ص:۱۷۷

(۳)رامھرمزی،المحدّث الفاصل

(۴)جامع العلوم و الحكم، ص:۴۱۷/۴۱۸

(۵)ابن ابی شیبہ، المصنف، ج:۲، ص:۲۱۱/۲۱۲

ایک رات کو دعا: ایک رات آپ کو یہ دُعا مانگتے ہوئے سنا گیا: یا الٰہی ! کون ہے جو مجھ سے زیادہ لغزش اور کوتاہی کا اہل ہے اور کون ہے جو تجھ سے زیادہ بخشش و مغفرت کا سزادار ہے۔ آپ نے مجھے پیدا ہی کمزور کیا ہے، میں خود اپنے لیے نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ اے اللہ ! آپ کو میرے بارے میں پہلے سے علم ہے اور آپ کا فیصلہ مجھے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے، اور آپ کا حکم میرے بارے میں نافذ ہے۔ میں نے آپ کی اطاعت آپ ہی کے حکم اور امداد سے کی ہے، یہ آپ ہی کا کرم اور احسان ہے۔ آپ کے جانتے ہوئے میں نے

آپ کی نافرمانی کی اور اس بارے میں آپ کی حجت مجھ پر قائم ہے؛اس لیے اپنی رحمت کے وجوب اور میرے پاس حجت نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ڈر کو میرے دل میں بٹھادے، تاکہ میں آپ کے سوا کسی اور کی امید نہ رکھوں اور آپ کے علاوہ کسی اور سے نہ ڈروں، اے اللہ ! اے ارحم الراحمین ! تو حضرت محمد خاتم النبین اپر درود بھیج اور میری اور تمام مومنوں کی مغفرت کر، اور اللہ ہی میرے لیے کافی ہیں اور وہ بہتر کارساز ہیں (۱)۔

سفر پر جاتے وقت دعا: جب آپ سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو دُعامیں یہ کلمات پڑھتے :

اے وہ ذات جس کے پاس جب کوئی چیز امانت کے طور پر رکھی جائے، تو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور واپس کرتا ہے، میں آپ کو امانت کے طور پر دے رہاہوں، ان کو جو مجھ سے دور ہیں اور میرے اہل واولاد میں سے جو لوگ حاضر ہیں ،اور وہ تمام چیزیں جو میری ملکیت ہیں میں ،اے وہ ذات جس کے پاس امانتیں کی رائیگاں نہیں جاتیں (۲)۔

کہاجاتاہے کہ فرقہ خوارج کاایک امام حسن بصری کی مجلس میں بہت آتا جاتا، اور اُن کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ جب اس کی اذیت حد سے تجاوز کر گئی ،تو امام حسن بصری نے اس کے حق میں بد دعا کی :

اللہمقد عَلِمتَأذا ھلنافاکفِنَا ھبماشِئْتَ

(۱)ابن الجوزی،الحسن، ص:۵۸

(۲)ایضاً

اے اللہ ! آپ کو خوب علم ہے وہ ہمیں تکلیف پہنچاتا ہے اس لیے تو جس چیز کے ساتھ چاہے اُس سے ہمارے لیے کافی ہو جا(۱)۔

وہ آدمی اسی وقت گر پڑا، اس کو گھر اس حال میں لے جایا گیا کہ وہ تخت پر مردہ پڑا تھا۔

آپ کی وصیتیں

مجلسِ علما کا ادب: فرماتے ہیں: جب آپ علما کی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو بولنے سے زیادہ سننے کا شوق رکھیں، اور اچھی طرح سے سننا سیکھو، جس طرح کہ اچھی طرح سے بولنا سیکھا جاتا ہے اور کسی کی بات کو کاٹنا مت (۲)۔

احکام خداوندی کی عزت کرو: ابو موسیٰ کہتے ہیں: ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں سندھ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، اس لیے مجھے وصیت کریں۔ آپ نے اُس سے فرمایا: جہاں کہیں رہو احکام خداوندی کی عزت کرو، اللہ تعالیٰ تمھیں عزت دے گا۔ وہ شخص کہتا ہے: میں نے آپ کی وصیت کی پوری پابندی کی، تو وہاں پر کوئی شخص مجھ سے زیادہ عزت والا نہیں تھا، یہاں تک کہ میں وہاں سے لوٹ آیا (۳)۔

مرضِ وفات

جب لوگوں کو آپ کے مرض کی شدت کا پتہ چلا، تو وہ آپ کی عیادت کے لیے دوڑے ہوئے آئے۔ اُن کو شوق تھا کہ آپ سے کچھ ایسی باتیں سنیں جو ان کے لیے مفید ہوں۔ اس لیے انھوں نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ ان کو زادِ راہ کے طور پر کوئی چیز بتائے۔ آپ نے اُن سے کہا: میں آپ کو تین باتیں بتاتا ہوں، اس کے بعد آپ لوگ مجھ سے چلے

جائیں اور میں نے جہاں جانے کے لیے رُخ کیا ہے، اس کے لیے مجھے چھوڑ دیں۔ جس بات سے تمھیں روکا گیا ہو، اس کو سب سے زیادہ چھوڑنے والے بن جاؤ، اور یہ بات سمجھ لو کہ آپ کا قدم اٹھانا دو طرح سے ہے: یا تو یہ آپ کے حق میں ہوگا یا آپ پر وبال ہوگا، اس لیے تم لوگ دیکھو کہ صبح وشام تمھاری آمد ورفت کہاں ہے (۲)۔

(۱)جامع العلوم والحکم، ص:۳۴۷

(۲)البیان والتبیین، ج:۲، ص:۲۹۰

آپ اپنے مرض موت میں بہت زیادہ إنا للهو إنَّاإليهر اجعون پڑھتے تھے۔آپ کے صاحبزادے نے آپ سے پوچھا: کیا آپ جیسی شخصیت بھی دُنیا سے جانے پر اناللہ کہتی ہے؟ آپ نے اُنھیں جواب میں کہا: میرے پیارے بیٹے: میں تو صرف اپنے آپ پر إنا للهو إناإليهر اجعون کہہ رہا ہوں کہ اس جیسی تکلیف کبھی نہیں اٹھائی۔

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے إنا للهو إناإليهر اجعون کہا، پھر اپنا ہاتھ اٹھا کر اُسے حرکت دی۔ اس کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! صبر اور [اللہ تعالیٰ کو] خود سپردگی کا مقام کتنا اونچا ہے (۲)۔

ڈاکٹر عمر یوسف نے آپ کی مرضِ وفات کا قصہ پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

کتابوں کو جلانا: جب حضرت حسن بصری نے محسوس کیا کہ ان کا وقتِ اجل قریب آ چکا ہے، تو آپ نے اپنے خادم سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک تندور میں آگ بھڑکا دے۔ آپ کی چند کتابیں اور صحیفے تھے، آپ نے ان سب کے جلانے کا حکم دیا، سوائے ایک صحیفے کے باقی سب کچھ جلا دیا

گیا۔ یہ صحیفہ آپ کے صاحبزادے کے پاس رہا، یہاں تک کہ مسلم بن حصین باہلی نے آپ سے عاریتاً لے لیا، لیکن اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں کہ اس میں کیا تھا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ امام حسن بصری کا اپنی کتابوں کو جلانا ورع اور تقویٰ کی وجہ سے تھا ؛ کیونکہ آپ کو کھٹکا تھا، کہیں اس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے مخالف ہو، اس طرح گویا آپ یہ چاہتے تھے کہ خدا کے حضور خود کو بری کر دیں (۳)۔

میرا ذاتی خیال یہ ہے شاید آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ لوگ اس میں مشغول ہو جائیں گے اور کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ کو چھوڑ بیٹھیں گے ؛ اس لیے آپ کی طرف نسبت ہو گی کہ آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ وسنت سے روکا۔ باوجود اس کے آپ نے اپنے تلامذہ کو اپنے پیچھے چھوڑا، جو آپ کے علم وفقہ کے حاملین بنے اور لوگوں کو اس کی تبلیغ کرتے رہے۔ حتیٰ

(۱) العقد الفرید، ج: ۳، ص: ۲۳۴

(۲) حافظ ابی سلیمان محمد بن عبداللہ الربعی، وصایا العلماء عند حضور الموت

(۳) الطبقات، ج: ۷، ص: ۱۶۰

کہ بعض نے امام کی زندگی میں اُن سے ان کے صحیفے کا مطالبہ کیا۔ پھر اپنے لیے نقل کرانے کے بعد اُن کو واپس لوٹا دیا۔

حق آگیا اور باطل چلا گیا: امام حسن بصری کی وفات کا وقت جوں جوں قریب آتا رہا، آپ کے رونے دھونے میں اضافہ ہوتا رہا۔ آپ کے صاحبزادے اس سلسلے میں آپ پر نکیر کی، تو آپ

نے اُن سے فرمایا: پیارے بیٹے! حق آگیا ہے اور باطل چلا گیا۔ اب میری جان کو وہ تکلیف ملنی والی ہے جو اس کو پہلے کبھی نہیں ملی۔

موت کے وقت وصیت: ابو طارق سعدی کہتے ہیں: میں امام حسن بصری کی موت کے وقت حاضر خدمت ہوا تو آپ وصیت کر رہے تھے، آپ نے کاتب سے فرمایا، لکھو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امابعد! پس حسن جو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور اس کی باندی کا بیٹا ہے، اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، جو کوئی سچائی سے موت کے وقت اس کی گواہی دے، وہ جنت میں داخل ہوگا، حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ آپ نے موت کے وقت اس کی وصیت کی تھی، پھر حضرت معاذ فرمانے لگے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ اس کا اپنے اہل وعیال کو وصیت فرماتے (۱)۔

آہستہ آہستہ آپ کی وفات کا وقت قریب آتا گیا مرض سخت ہوتا گیا حتیٰ کہ آپ پر ایسی حالت طاری ہو گئی کہ سوائے إنا للہ کے اور کوئی چیز نہیں کہہ سکتے تھے، جیسا کہ ان کے صاحبزادے فرماتے ہیں: خدا کے سامنے کھڑے ہونے کی ہولناکی سے دہشت وخوف وحیثیت کی حالت میں سب کو دیکھتے تھے۔ اپنے خالق کو روح سپرد کرنے سے پہلے آپ پر غشی طاری ہو گئی پھر آپ ہوش میں آگئے اور جو لوگ ارد گرد بیٹھے تھے اُنکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم لوگوں نے باغات، چشموں اور عزت والے مقام سے جگایا (۲)۔

(۱)الطبقات،ج:۷،ص:۱۷۴

(۲)احسان عباس،الحسن البصري،ص:۷۷

وقت وفات: رجب کے ابتدا ۱۱۰ھ میں شب جمعہ کو آپ نے اپنا روح خالق حقیقی کے سپرد کردیا۔ آپ کے شاگردوں میں سے حضرت ایوب سختیانی اور حضرت حمید طویل نے آپ کو غسل کو دیا۔ نماز جنازہ جمعہ کی نماز کے بعد پڑھا گیا۔ لوگوں نے آپ پر اتنا غم کیا کہ بصرہ کی جامع مسجد میں اس دن عصر کی نماز باجماعت نہیں پڑھی گئی۔ امام حسن بصری امام محمد بن سیرین سے عمر میں دس سال بڑے تھے (۱)

منامی بشارتیں

تاریخ کی کتابیں ہمیں بتاتی ہیں جس رات کو امام حسن بصری وفات پاگئے تو بعض نیک لوگوں نے خواب دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور گویا ایک پکارنے والا پکار رہا ہے: سن لو! حسن بصری اللہ تعالیٰ کے ہاں اس حال میں پیش ہوا ہے کہ وہ اُن سے راضی ہے (۲)۔

مشہور صوفی حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں: میں نے حضرت حسن بصری کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ آپ خوش وخرم اور سخت گوری رنگت والے تھے۔ آنسوؤں کے بہنے کی جگہ چمک رہی تھیں۔ میں نے کہا: کیا آپ وفات نہیں پاگئے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: جی ہاں! میں نے کہا: موت کے بعد آپ کا انجام کیا ہوا؟ کیونکہ بخدا دنیا میں تو آپ کا غم بہت ہی لمبا تھا۔ انھوں نے جواب دیا: یہی غم، جو نیک لوگوں کے درجات تک پہنچنے کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ نے ختم کردیا۔ اس کے بدلے میں ہمیں متقی پرہیزگار لوگوں کے لیے

تیار شدہ پر سکون گھر ملے، اور قسم ہے اللہ تعالی کی یہ جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا، صرف اللہ تعالی کے فضل سے ہوا۔ میں نے کہا: اے ابو سعید! کیا آپ مجھے اس غم کا حکم دیتے ہیں؟ تو انھوں نے جواب میں فرمایا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کو اس کا حکم نہیں دوں گا؟ (میں آپ کو اس کا حکم دیتا ہوں) تاکہ آپ جانیں دنیا میں جس کا غم سب سے زیادہ لمبا ہوگا، آخرت میں سب زیادہ خوشی ان کو ہوگی (۳)۔

(۱)وفیات الأعیان،ج:۱،ص:۲۲۸/۲۲۹

(۲)المناوی،الکواکب الدریة،ص:۹۶

(۳)الحسن،ص:۱۹،۱۲۰

ان کتابوں کی فہرست جن میں امام حسن بصری کا تذکرہ ہے:

تاریخ، سیرت، آداب اور سوانحی کتابوں میں مستقل امام حسن بصری کا مدحیہ ذکر موجود ہے۔ بعض حضرات نے آپ کی سیرت وسوانح اور اقوال و مواعظ پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، جیسے امام ابن الجوزی، حافظ ذہبی، احسان عباس، ذیل میں ہم بعض کتابوں کا ذکر کرتے ہیں:

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	مطبع	جلد وصفحات نمبر

1	الإعلام	خيرالدين زركلي	دارالعلم للملايين بيروت، ط٦, ١٩٤٨م	٢٢/٢
2	البداية والنهاية	حافظ ابن كثير	مكتبة المعارف, بيروت, ط ٣, ١٩٤٨م	٢٦٨/٩_٢٧٤
3	تاريخ الثقات	عجلي	دارالكتب العلمية, بيروت, ط ١, ١٤٠٥ هـ	ص ١١٣
4	التاريخ الكبير	امام بخارى	دارالكتب العلمية, بيروت، ١٣٨٣ هـ	٢٨٩/٢_٢٩٠
5	تاريخ يحيى بن معين	امام يحيٰى بن معين	مركز البحث العلمي, أم القرى، ١٣٩٩ هـ	١٠٨/٢_١٠٩
6	تذكرة الحفاظ	حافظ ذہبى	دار إحياء التراث العربي, ١٣٧٤ هـ	١/١٧_٢٧
7	تقريب التهذيب	حافظ ابن حجر	دارالمعرفة بيروت، ط ٢, ١٣٩٥ هـ	٨٧/١
8	تهذيبالتهذيب	حافظ ابن حجر	دار صادر (مصور عن النسخة الهندية)	٢٦٣/٢_٢٧٠
9	تهذيبالكمال	يوسف بن حجاج مزى	دارالمامون للتراث, بيروت	١/ ٢٥٥،٢٥ ٩
10	الجرح والتعديل	الرازى	دائرة المعارف الهندية، ط, ١٣٧١هـ	٣/ ٤٠،١ ٤
11	حلية الأولياء	ابونعيم اصفهانى	مطبعة السعادة مصر, ١٣٩٤ هـ	١٣١/٢_١٦١
12	دائرة المعارف القرن العشرين	محمد فريد وجدى	دارالمعرفة بيروت، ط٣, ١٩٧١	٤٤/٣

13	سير أعلام النبلاء	حافظ ذہبی	مؤسسة الرسالة, طا, ١٤٠١ هـ	٥٦٣/٤ ٥٨٨
14	شذرات الذهب	ابن عماد حنبلی	مكتبة القدسي، القاهرة	١٣٦/١ـ ١٣٨
15	الطبقات الكبرى	ابن سعد	دار صادر بيروت	١٥٦/٧ـ ١٧٨
16	طبقات الحفاظ	جلال الدین سیوطی	مطبعة الاستقلال، القاهرة, ط ا، ١٣٩٣ هـ	٢٨/١
17	طبقات المفسرين	داودی	دار الكتب العلمية، بيروت طا, ١٤٠٣ هـ	١٥٠/١
18	مشاهير علماء الأمصار	بستی	دار الكتب العلمية	ص ٢٦٢
19	المعرفة والتاريخ	الفسوی	مطبعة الرشاد, بغداد	٣٢/٢
20	معرفة القرّاء الكبار	ذہبی	مؤسسة الرسالة،ط ا, ١٤٠٤ هـ	ص ٦٥
21	ميزان الاعتدال	ذہبی	دار المعرفة بيروت، طا, ١٣٨٢ هـ	٥٢٧/١
22	وفَيَات الأعيان	ابن خلکان	مطبعة السعادة مصر ، طا, ١٣٦٧ هـ	٣٥٤/١

مراجع و مصادر

أبوحنيفة لمحمد أبيز هرة،دار الفكر العربي١٣٦٦.

أخبار القضاةلوكيع محمد بن خلف، عالم الكتب, بيروت.

أخبار النحويين البصريين للسيرافي، أبي سعيد الحسن بن عبدالله،دار الاعتصام،القاهرة,تحقيق: د.محمدإبراهيمالبناء.

الاعتصام للشاطبي,أبيإسحاق إبراهيمبنموسىٰالغرناطي, شرِكةالإعلاناتالشرقية.

إعلام الموقعين لابن القيم, محمد بن أبي بكرالجوزية، مطبعة السعادة, مصر، ط/ا, ١٣٧٤.

الإفادات والإنشادات للشاطبي، لأبيإسحاق إبراهيمبنموسىٰالغرناطي، ط/ا, ١٤٠٣ هـ.

الإلماع إلىٰ معرفة أصول الرواية وتقييد السماعلأبي الفضل عياض بن موسى بن عياض، دارا التراث القاهرة،١٣٨٩ هـ،تحقيق: السيدأحمدصقر.

أمالي المرتضىٰ للشريف المرتضىٰ، أبيالقاسم علي بن الحسين، دار إحياء الكتبالعربية، عيسى البابي مصر، ط/ا ,١٣٧٣.

الإمام أحمد بن حنبل للمستشار عبدالحليم الجندي، دارالمعارف.

أنساب الأشراف للبلاذري, لأبي العباس أحمد بن يحيى البلاذري البغدادي, *يونيورسٹی پریس*.

الإيضاح لناسخ القرآن ومنسوخهلمكيبنأبيطالبأبيمحمدالقيسي،دارالمنارةجدة،ط/ا, ١٤٠٦ هـ.

البداية والنهايةللحافظابنكثير.

البرصان والعرجان والعميان والحولان للجاحظ أبي عثمانَ عمروبن بحر، دارالاعتصام بيروت، ١٣٩٢ هـ.

البصائروالذخائر لأبي حيان التوحيدي، لجنة التاليف والترجمة، ط/ا, ١٣٤٣ هـ،تحقيق: أحمدأمينو السيدأحمدصقر.

تاريخ أبي زُرَعة الدِّمَشقي، مجمع اللغة, دمشق.

تاريخ الأدب العربيبروكلمان، نقلهإلىالعربية: د. عبدالحليمالنجّار ،دار المعارفالقاهرة،ط/٤.

تاريخ الإسلام وطبقات المشاهيروالأعلامللذهبي،مطبعةالسعادة،مصر,١٣٦٨ هـ.

تاريخ أسماء الثقات لابن شاهينأبيحفصعمرَبنحمد،الدار السلفية،١٤٠٤هـ.

تاريخ الطبري: تاريخ الأمم والملوك للطبري,أبي جعفرمحمد بن جرير، دار الكتب العلمية، بيروت, ط/ا, ١٤٠.

تاريخ يحيىٰ بن معين(م٢٣٣هـ),تحقيق: د. أحمدمحمدنورسيف،جامعةأمّالقُرىٰ،١٣٩٩هـ.

التسهيللعلوم التنزيل لابن جُزَي,أبي القاسم محمد بن حمدالكلبي، مطبعة حسا,القاهرة،تحقيق:محمدعبدالمنعماليونسيوإبراهيمعطوهعوض.

التفسير والمفسرون للذهبي.

تقييد العلم للخطيب أبي بكر أحمد بن علي البغدادي الشافعي، دار إحياء السنة النبوية، ط٢١٩٧٤م.

التمهيدلمافيموطأ مالك من المعاني لابن عبدالبر, جمال الدين أبي عمريوسف بن عمر بن عبدالبر القرطبي المالكي.

تهذيبالآثارللطبري,أبيجعفرمحمدبنجرير.

تهذيبالتهذيبلابنحجر العسقلاني.

توضيح الأفكار لمعاني تنقيح الأنظار للصنعاني, محمد بن إسماعيل، مطبعة السعادة مصر, ط/١, ١٣٦٦ هـ.

جامع بيان العلم وفضلهلابنعبد البر, أبييوسفبنعبدالبر القرطبي,دارةالطباعةالمنيرية.

جامع التحصيل في أحكام المراسيل للعلائي, أبي سعيد خليل، دارالعربية للطباعة, ط/١, ١٣٩٨ هـ.

جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثًامن جوامع الكلم لزين الدين أبي الفرج عبدالرحمن بن شهابالدينبن أحمدبنرجبالحنبليالبغدادي،دارالمعرفة,بيروت.

جذوة المقتبس في ذكر وُلاة الأندلسللحميدي, أبي عبداللهمحمدبنفتح،مطابعسبلالعربمصر.

خزانة الأدب للبغدادي, عبدالقادر بن عمر، مكتبة الخانجي القاهرة،تحقيق:عبدالسلاممحمد هارون.

ذكر أخبار أصبهانللأصبهاني,أبينعيم أحمدبنعبد اللهبن أحمد،مطبعةبريل,ليدن.

ذم التأويل لابن قدامة, موفّق الدين عبداللهبنقُدامة,فيضمنرسائلدينيةسلفية,مطبعةالإمام,مصر.

الرحلة في طلب الحديث, للخطيب, أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت البغدادي، دار الكتب العلمية,١٩٥ هـ،تحقيق:نور الدينعتر.

الرد على الجهميةللدارمي, أبيسعيدعثمانَبنسعيدالتميميالسجستاني،بريلليدن.

الرسالة للإمام الشافعي, أبي عبدالله محمدبنإدريسبنالعباس,عيسيالبابي،ط/١, ١٣٥٨ هـ.

رسالةٌ في معنى كون الرب عادِلاً في مجموعة الرسائل.

رفعُ السِتَار عن مُحَيّا مُخدَّرات طلعة الأنوار للمشاط، حسن محمد، مكتبة النهضةالعربية,مكةالمكرمة,١٣٨٤ هـ.

زادالمعاد لابن القيم، المطبعة المصرية.

سبل السلام شرح بلوغ المرام للصنعاني، دارالكتاب العربي, بيروت، ط/ ١٤٠٥ هـ.

سير أعلام النبلاء للذهبي, مؤسسة الرسالة, تحقيق: تحت إشراف شعيب الأرناووط.

سيرة عمر بن عبدالعزيز لابن الجوزي، دارالفكر.

شرح عِلَلِ الترمذي لابن رجب, زين الدين أبي الفرجِ, عبدالرحمن بن رجب, دارالملاح للطباعة، ط/ا, ١٣٩٨ هـ،تحقيقنورالدينعتر.

شرح مسند أبي حنيفة لملا علي القاري، دارالكتب العلمية, بيروت، ط/ا,١٤٠٥ هـ.

الصلة بين التصوف والشيعةللشيبي,د. كاملمصطفىٰ،دارالمعارفمصر،ط/٢.

الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، دارصادر, بيروت.

طبقات المدلِّسين: التدليس والمدلسون للشيخ حماد الأنصاري، نسخة مصورة من النسخة الهنديَّة.

العقد الفريد لابن عبد ربِّه, أبيعمرأحمدبنمحمدبنعبدِربِّهالأندلسي،دارالكتابالعربي،بيروت ١٤٠٣ هـ.

عيون الأخبار لابن قتيبة, أبي محمد عبدالله بنمسلمبنقتيبةالدينوري،دارالكتابالعربي,بيروت.

غاية النهايةفيطبقاتالقُرَّاءلابنالجزَرِي,شمسالدين أبيالخيرمحمدبنمحمدبنعليالعمريالشيرازي،مكتبةالخانجي،ط/ا, ١٣٥١ هـ.

فتح المغيث بشرح ألفيَّة الحديث للسخاوي, شمس الدين أبي الخير محمد بن عبدالرحمن.

فتح الغفَّار بشرح الـمَنار المعروف بمِشكاة الأنوار في أصول المنار لابن النُجَيم ، مصطفى البابي مصر, ١٣٥٥ هـ.

الفرْقُ بين الفِرَقللأسفَرايِيني، دارالمعرفة للطباعة بيروت، تحقيق: محمد محيي الدين عبدالحميد.

فُتوح البُلدان للبلاذري, أبي العباس أحمد بن يحيىٰ بن جابر، مكتبة النهضةالمصرية.

القرآن وعلومهفيمصرلعبد الله البري،دارالمعارفمصر, ١٩٧٠م.

الكاشف في معرفة من لهروايةفيالكتبالستةللذهبي,الحافظبن أحمدبنعثمانالذهبي،دارالكتبالحديثةالقاهرة،ط/ا, ١٣٩٢

الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي, أبي أحمد عبداللهبنعدي،دارالفكربيروت, ط/ا, ١٤٠٤ هـ.

الكاملفي اللغة والأدبللمبرد, أبي العباس محمد بن يزيد بن عبدالكبر الأزدي، مؤسسة الرسالة، ط/ا, ١٤٠٦هـ.

كتاب الجهادلابنالمبارك,أبيعبدالرحمنعبد الله بنالمبارك،مطبعةالشمال,تونس.

كتاب الحيوان للجاحظ, مصطفى البابي، ط/ا, ١٣٦٣ هـ.

كتاب القول في البغال للجاحظ,مطبعة مُصطفىٰ البابي، ط/ا, ١٣٧٥ هـ.

كتاب المصاحف لأبي داودالسجستاني، المطبعة الرحمانية مصر، ط/ا, ١٣٥٥ هـ.

الكفاية في علم الرواية للخطيب, أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت البغدادي، المكتبة العلمية بيروت، مصوَّرٌ عن الطبعة الهندية.

المحدِّث الفاصل بين الراوي والواعي للرامَهُرْمُزي,أبيمحمدالحسنبنعبدالرحمن,تحقيق: د. محمدعجَّاجالخطيب،دارالفكربيروت،ط/١, ١٣٩١ هـ.

المحكم في نقط المصاحف، تحقيق: د. عزَّتحسن, ١٣٧٩ هـ.

مختصرُ منهاجِالقاصدينلابنقدامة, نجمالدين أبي العباس أحمد بن محمد بن عبدالرحمن بن قدامة المقدسي، منشورات المكتب الإسلامي، ط/٣, ١٣٨٩ هـ.

المرشد الوجيزإلى علوم تتعلق بالكتاب العزيز لأبي شامة أبي القاسم عبدالرحمن بن إسماعيل بن إبراهيمالمقدسي،دارُصادربيروت,١٣٩٥ هـ.

مرويات الحسن البصري الحسن البصري وتفسيره،للدكتورعمريوسفكمال،رسالةالدكتوراة،مطبوعةبالآلةالكاتبةفيثلاثمجلدات.

معجم الأدباء لياقوت الحموي, أبي عبداللهياقوتبنعبد اللهعيسىالبابيالحلبيمصر،الطبعةالأخيرة.

مُعجمُ ما استُعجِمَ للبكري, أبي عبيد عبداللهالبكريالأندلسي, عالمالكتببيروت، ط/٣, ١٤٠٣هـ.

معرفة السنن والآثار للبيهقي,أبيبكرأحمدبنالحسينبنعلي،المجلسالأعلىللشؤونلجنةإحياءأمهاتالكتبالستة،تحقيق:سيدأحمدصقر.

معرفة علوم الحديث للحاكم النيسابوري، المكتبة العلمية بالمدينة المنورة, ط/٢, ١٣٩٧هـ.

معرفة القُرَّاء الكِبارللذهبي، دار التأليف, مصر، ط/١.

المقاصد الحسَنَة في بيان كثير من الأحاديث المشتهِرَةِعلىالألسِنةللسخاوي،دارالأدبالعربيللطباعةمصر, ١٣٧٥ هـ.

مقدمة في أصول التفسير لابن تيمية, شيخ الإسلام تقي الدين أبي العباس أحمد بن عبدالحليم الحرَّاني.

مقدمة ابن خلدون لولي الدين أبي زيد عبدالرحمن بن محمد بن خلدون, التونس، مطبعة مصطفىٰ محمدمصر.

مقدمة ابن الصلاح ومحاسن الاصطلاح, في علوم الحديث، مطبعة دارالكتب١٩٧٤م، تحقيق: د. عائشةعبدالرحمنبنتالشاطي.

مقدمتان في علوم القرآنوهما:**مقدِّمةالكتابالمباني**,و**مقدمةابنعطية**،تحقيقآرثرجفري، مكتبة الخانجي القاهرة،ط/ا, ١٣٩٢ هـ.

الملل والنحل للشهرستاني,أبيالفتحمحمدبنعبدالكريم بن أحمد،مؤسَّسةالحلبيوشركاؤ هالقاهرة.

موطأ ابن زياد, الدار التونسية, تونس.

نصرة الثائر على المثل السائر للصفدي, صلاح الدين أبوالصفاء خليل بن أيبک، مجمع اللغة دمشق، تحقيق: محمد علي سلطان.

نُكَت الانتصار لنقل القرآن للباقلاني, أبي بكر محمد بن الطيب بن محمد، تحقيق: د. محمدز غلولسلام،الناشر: منشاة المعارف الإسكندرية.

هدايةالعارفين أسماءالمؤلفينوآثارالمصنفينلإسماعيلباشا،مكتبةإسلامية,طهران،ط/٣, ١٣٨٧ هـ.

وصايا العلماء عند حضور الموتللربعي, الحافراة لأبي سليمان محمد بن عبد الله،دارابنكثيربيروت،ط/ا, ١٤٠٦ هـ.